

مَقَرِّ اسْمًا حَضَرَتْهُ مَوْلَانَا سَيِّدُ لَوْ فَمَنْ عَلَى بُدَى
کے فکر انگیز خطبات کا مجموعہ

خطبات علی میاں

جلد اول

تعلیم و تہذیب

تبع و ترمیم

مولوی محمد رمضان میاں، قضا

پاکستان، لاہور، ۱۹۷۰ء

دارالاشاعت
لاہور، پاکستان

بہار حقوق باقائدہ معاہدے کے تحت محفوظ ہیں

پاکستان : فلیس اشرف عثمانی دارالاشرفیت کراچی
 طبع : ۲۰۰۴ء، علمی ٹرانزیکشن پرنٹنگ پریس، کراچی۔
 صفحات : 400

بہار ملے کے پتے

بیت قرآن، دارالافتاء، کراچی
 بیت العلوم، دارالعلوم، کراچی
 تحریک اسلامی، بیروت، پاکستان
 تبصرات، بیروت، پاکستان
 جامعہ اسلامی، بیروت، پاکستان
 بیت فاطمہ، بیروت، پاکستان
 بیت قرآن، دارالافتاء، کراچی
 بیت العلوم، دارالعلوم، کراچی
 تحریک اسلامی، بیروت، پاکستان
 تبصرات، بیروت، پاکستان
 جامعہ اسلامی، بیروت، پاکستان
 بیت فاطمہ، بیروت، پاکستان

عرضِ ناشر

مجموعہ دلائل اسلام کے نام سے اس کتاب کو اسلامی موضوعات میں مستند ترین عالمی کتب خانہ شریعت
کراچی کا ادارہ اشاعتیں ہے۔ یہ دعویٰ کہ اس کتاب نے غلط فہمیوں سے متاثر نہیں کیا۔

مفت محمد امجد علی صاحب دہلوی کے بارے میں اپنے دائروں کی باہمی زبان میں
اس علمی تحقیقی تصانیف کا رونا ہے کہ اس نے یونٹڈ نیشنل ورکس ناچیا ایک مضمون امریکی کا
ہوتا ہے۔ نسوٹ کی کبھی نہ پرت کا شرف رخصت ہو رہا ہے۔ پادشاهانہ کے ایک فاضل
نے دھڑلے سے خطبات جمعہ کے انہیں کتابتیں اور حقارت سے براہ
تواست راہداری کو فوری طور پر امت کے ان مضمون کے خطبات شریعت کے بارے میں
لکھا۔

ان صاحب سے ملکر حد تحریری طور پر اپنی کتاب کے اسے شائع کیا ہے۔ اس لیے
میں نے اپنے علم اور سزا دہلیہ اور مہم سہماؤں کے لیے یہ خطبات انہما کے ہونے۔
تمہارے تو زمین سے درخوست ہے۔ نہ شریعت اہل خانہ اور دارالافتاء کے تحت کو اپنی
کتاب میں یہ لکھیں۔

وہ سزا

پیش

نطق کو سوتا زبے تیرے لب اعجاز پر
محو حیرت ہے ثریا رفعت پرواز پر

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان
۱۷	انتساب
۱۸	تعلیم و تعلم
۱۹	ابتدائیہ
۲۱	عزیز مرتبہ
۲۶	صاحبِ خطبات کی مختصر سوانحِ حیات
۳۳	(۱) طالبانِ علومِ نبوت کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں
۴۴	مددِ مذہبی سے مددِ مادی اور گناہِ باری
۴۶	طلبہ اور فنکارانے مدارس کی ذمہ داریوں
۴۷	ظفر، انصاف، انصاف، انصاف
۴۸	نیکیا بانی
۴۹	مدارس کا باطنی اخلاقی ط
۴۹	انتسابِ تعلیم و تعلم
۵۰	مدارس کی انصاف و انصاف
۵۱	دنیا کا مقلد و پیروی کے نظام پر
۵۲	طلبہ علوم و دینیہ میں اس میں کتنی کیوں؟
۵۲	خود شناسی و خود داری
۵۳	زمین کی آبرو و دروں کے نام سے قاضی ہے

صفحہ	موضوع
۵۰	یہ راستہ معاشی مصلحتوں کا نہیں
۵۱	زمینی سپیشائلیزیشن
۵۸	اصل مزاع صومالیہ
	عوام اسلامیہ کا زمین کی تہہ بخش اور اس کے لئے
۵۹	تمام زمینوں کی پستیوں
۶۰	زمین کی فراغت اور زمین کے تقاضوں کی قیاس
۶۵	نصاب تعلیم کے تغیرات
۶۵	دین کی ناکامی کے لئے ممتنع صلاحیتوں کی ضرورت
۶۶	نئی ترکیبوں کے ذریعہ حق انہماقیہ کی ضرورت
۶۶	نئے خالقوں کی ممانعت و زمینداریاں
۶۷	ملک کی زبان و ادب سے پہلا تعلق
۷۰	عربی زبان پر تہہ رت
۷۱	مقامی تہذیب کی ضرورت
۷۳	نئے دور کے لئے
۷۴	دور جدید کی امدادیں
	(۲) آپ بے آواز ملک میں عوامی ذمہ داری اور
۷۵	ان کی مطلوبہ صفات
۷۸	سماج کا تہذیب
۷۹	پندرہ سال کی زندگی

صفحہ	عنوان
۸۲	خوشامناس کے ساتھ ملنا کارپا
۸۳	ملنا کی زندگی ممتاز ہو
۸۳	ایک واقعہ
۸۶	تفصیلات سے طرح کریں
۸۸	(۳) یہ دین زندہ ہے اور زندوں سے قائم ہے
۹۸	دین کو زندہ باشتائیں کی منہ دیت ہے
	فیض مردوں سے بھی حاصل ہو سکتا ہے مگر زندہ
۹۹	زندوں ہی سے حاصل ہوتی ہے
۹۰	دین تازہ و نیا ہے
۹۳	پاکستان کی سب سے بڑی منہ دیت
۹۴	برہمن میں پتھر آ رہی ہونے پر بس
۹۵	خدا پر کرنے کیلئے جانفشانی کی منہ دیت
۹۶	(۴) دین و عہد کا دائمی رشتہ
۹۹	وسل منار عہد کا رابطہ
۱۰۰	پہلی حق میں پھر و ظلم کا تذکرہ
۱۰۱	تعلیم و تعلم کی منہ دیت اور اسکاتقدم
۱۰۲	خط و خط قرآن کا مفہوم
۱۰۳	افضل اسکول مدرسہ مدرسہ

صفحہ	موضوع
۱۰۴	عوام و فسادات
۱۰۵	مردانہ سکولوں میں پڑھنے والے بچوں میں دینی تعلیم کا انتظام
۱۰۸	(۵) دعوتِ ایمان اور پیغمبرِ مسیحیت
۱۰۹	خواتین کی صحبت
۱۱۰	عزت و شرف کی پیداوار
۱۱۱	دینی - مائیں کوئی رجعت دینی نہیں دیتی
۱۱۲	مرد و عورت میں افسانہ کا رنگ
۱۱۳	مطالعہ ادبیات
۱۱۸	(۶) دعوتِ کافرانہ اور اسلام کی اصل قدر و قیمت ہے
۱۲۱	(۷) مدارس و کتاب خانوں کا حکمرانیت
۱۲۲	شہرہ علی احمد کا منتخب و مباحث
۱۲۳	مذہب و مائیں کے ساتھ دیارِ اسلام
۱۲۴	مردانہ تعلیم کی بنیاد ہے
۱۲۵	(۸) مدارس و بیچنے کی بھرتی اور علوم دینیہ میں
۱۲۶	مدرسہ و دانشور کی اہمیت
۱۲۷	مذہب و مائیں تعلیم دینا
۱۲۸	مذہب و مائیں تعلیم دینا
۱۲۹	اپنی تالیفات

صفحہ	عنوان
۱۳۲	فیہ ہمارے دماغ میں وہ کیا تہیہ کی گئی ہے اور اس
۱۳۳	وہیں کی قدر کریں
۱۳۵	ہمارے ذہن کے وجود کی صورت پر نہیں
۱۳۷	(۹) ہمارے ہائی اسکول منسب اور ان کے کام کی نوعیت
۱۳۷	میں دیکھتا ہوں کہ وہ بچے ہیں
۱۳۸	تو یہ کیا ہے؟
۱۳۹	جوابیت کی غامت
۱۴۰	بدعت کیا ہے؟
۱۴۱	(۱۰) خانا و کا مقام اور اس قسم کی ذمہ داریاں
۱۴۲	علم کو حق و باطل میں کیسا فرق ہے
۱۴۳	علم کی قیمت قلم سے زیادہ ہے
۱۴۴	ادبی مکتبہ - نئی دہلی
۱۴۵	علم کی قیمت اس سے زیادہ ہے
۱۴۶	(۱۱) علم و ادب کے طلبہ و فضلاہ کی کامیابی کی
۱۴۷	تین بار والی شریلیں
۱۴۸	مختلف مہتمموں کے بارے میں پاکستان کے ماہرین کی پوزیشن
۱۴۹	ان کے بارے میں کیا کہنا ہے
۱۵۰	میں نہیں جانتا کہ کیا ہے

صفحہ	عنوان
۱۸۳	نافیعت کا احترام و اعتراف
۱۸۵	نافح کی تلاش و طلب
۱۸۶	نافیعت کی قوت تسخیر
۱۸۸	استغناء و بے غرضی کی طاقت و تاثیر
۱۸۹	کرب نہال آئیں کہ غریزہ جہاں شوی
	(۱۲) جو ظلم خدا کے نام کے بغیر ہو وہ انسانیّت
۱۹۱	کی تباہی کا سبب بنے گا
۱۹۱	آپ بخت کو پہلا بیٹا مبرا لہی
۱۹۳	ہمارا خالق تم سے کیا چاہتا ہے؟
۱۹۶	ہمارا اور آپ کا دنیاوی کام
	(۱۳) انسانیّت کے زوال کا سبب علم سے
۱۹۷	اللہ کے نام کا جدا ہونا
	(۱۴) موجودہ دور کے بے چین ذہنوں کو مطمئن کرنا
۲۰۳	علماء کی سب سے بڑی ذمہ داری
۲۰۳	تاریخ کی حیثیت
۲۱۲	(۱۵) دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے
۲۲۳	(۱۶) صنعتی و سائنسی علوم کی تعلیم، افقاریت و اہمیت

صفحہ	عنوان
۲۳۳	قرآن مجید میں صنعت کا ذکر
(۱۷)	اکوڑہ خٹک میں حضرت سید احمد شہیدؒ کے جہاد اور
۲۳۴	شہداء کا خون دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں رنگ لایا
۲۳۴	عبادت کی مشقت
۲۳۳	اسلام ہند میں
۲۳۵	جہاد کی تین شرطیں
۲۳۷	خون شہیدان ضائع نہیں ہوتا
۲۳۸	دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی ضرورت
۲۳۲	(۱۸) عبد حاضر کا چیلنج اور امت محمدیہ کے فرائض
۲۳۳	مصرعہ پد کا چیلنج
۲۳۴	مشرقی اور مغربی کیسپ کا واحد نقطہ نظر
۲۳۵	سب سے بڑا چیلنج مادیت
۲۳۶	وہ حقائق جو مادیت پر ضرب کاری لگاتے ہیں
۲۳۷	بزرگچہ اعتدال ہے دنیا مے آگے
۲۳۷	خواب تھا جو چھوڑ گیا
۲۳۸	جہد دل لگانے کی دنیا نہیں ہے
۲۳۹	مادیت کے راکب یا مرکب
۲۵۱	قنعت کا جوہر
۲۵۳	علمت سے مراد اخلاق

صفحہ	قوانین
۲۵۴	تذکیہ کے بغیر تعلیم تو بے اہمیت ناقص
۲۵۵	چند پوریہ لکھنؤ کی شہرت
۲۵۶	اس غار کوئی چیز نہیں رہتی
۲۵۸	(۱۹) نر دوست چیلنج اور دور رس نتائج کے حاصل
۲۵۹	تاریخ کے ذرائع
۲۶۳	(۲۰) محترم جاسٹر کا جدید چیلنج اور اہل مدارس کی ذمہ داریاں
۲۶۷	مستند انداز میں مطالعہ کا کارآمد
۲۶۹	مورخوں کے انداز میں تحقیق کا کام
۲۶۸	بیرونی پلانٹ
۲۷۰	عربی زبان پر پورا حاصل کرنے کی اشد ضرورت
۲۷۱	دور کا زمانہ
۲۷۳	(۲۱) عالم اسلام کا سب سے اہم مسئلہ
۲۷۸	پشت پناہ وقت
۲۸۴	(۲۲) ملت کا تحفظ، تجزیہ نقد و شریعت اور غلبہ اسلام
	(۲۳) زمانہ جس زبان کو سمجھتا ہے وہ نفع اور
۲۹۸	زندگی کے اتھتائی کی زبان ہے
۲۹۹	میر تقی میر کی تعلیم
۳۰۰	تعلیمی باتیں
۳۰۰	مؤرخین

صفحہ	عنوان
۳۰۱	زمانہ تیزی کے ساتھ بدل رہا ہے
۳۰۱	مذہب کوئی چارہ نانا اور میں نے نہیں ہے
۳۰۲	یہ پوزیشن کوئی زندہ اور صاحبِ دعوت تو قبول نہیں کر سکتی
۳۰۳	عربی مدافس آج رقتِ یوں کہ ظہر پر
۳۰۵	مکتی قدامت اور رخ کے سہارا پر کوئی دارمہ زندہ نہیں رہ سکتا
۳۰۵	بقیہ انفع کا ہے ایک قانون
۳۰۶	زمانہ جس زبان کو چاہے وہ انفع اور زندگی کے مستحقان کی زبان ہے
۳۰۸	آپ ایک اجماع کا پر قیادت ہیں
۳۰۹	حضرت دوا محمدی مکتبہ کی فراست و بصیرت
۳۰۹	ندوہ اعلیٰ کی تحریک دینی بصیرت کا نقطہ شروع ہے
۳۱۰	کرنے کے کام
۳۱۱	صبر یونانی کداس لئے زدن واکہ ہا سال لوگ ختم ہو گئے
۳۱۳	ہر دہی کا بھی کہی جان ہے
۳۱۳	صل مسئلہ محنت کا ہے
۳۱۵	اصل بات
۳۱۶	دینی صلاحیت پیدا کیجئے
۳۱۷	خارج کے دو کام
۳۲۰	میری درخواست
۳۲۰	رحم کی اوّل پر کوئی تو مزندہ نہیں رہ سکتی
۳۲۲	(۳۴) زبانِ وب کی اہمیت اور اس کی ضرورت
۳۳۶	(۳۵) اپنے کو نیلام کی منڈی میں نہ پیش کیجئے
۳۵۰	(۳۶) نشانِ منبر کی

عقبات

۳۵۱

عقبات سے، تمہارا ہر ایک عملی مشق ہے

۳۵۹

وہی، اگر ت میں ک- پانی کی شہادت

۳۶۳

تجربہ و عمل سے

۳۶۶

نہی، تمہاری ہر بار بار چھوڑے

۳۶۷

پرستش کا زمانہ

۳۶۹

نہی، وقت کا اہم ترین

۳۷۱

شان و تہ، ایک وقت میں کم ہو

۳۷۲

نہی، وقت کا اہم ترین

۳۷۳

نہی، وقت کا اہم ترین

۳۷۴

نہی، وقت کا اہم ترین

۳۷۵

نہی، وقت کا اہم ترین

۳۷۶

نہی، وقت کا اہم ترین

۳۷۷

نہی، وقت کا اہم ترین

۳۷۸

نہی، وقت کا اہم ترین

۳۸۰

(۳۷) پرستش کا زمانہ

۳۸۱

نہی، وقت کا اہم ترین

۳۸۲

نہی، وقت کا اہم ترین

۳۸۳

نہی، وقت کا اہم ترین

۳۸۴

نہی، وقت کا اہم ترین

۳۸۵

نہی، وقت کا اہم ترین

۳۸۶

نہی، وقت کا اہم ترین

۳۸۷

نہی، وقت کا اہم ترین

۳۸۸

نہی، وقت کا اہم ترین

۳۸۹

نہی، وقت کا اہم ترین

۳۹۰

نہی، وقت کا اہم ترین

۳۹۱

(۳۸) نعمتِ اللہ کی قدر و ارزش

۳۹۲

(۳۹) محبت اور پکی روحانیت کی

۳۹۳

(۳۹) محبت اور پکی روحانیت کی

انتساب

ماجہز اپنی حقیقی فادش اور ادنیٰ سی محنت کو عالم اسلام کے عظیم داعی،
مفت مرزا ام، عابدہ البند حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی نور اللہ مرقدہ کے
فرزند روحانی اور علم اسلام کی غصیر ادنیٰ دور نگاہ دار المصوم ندویہ العلماء کے سپوت
اور میرے استاد محترم حضرت مولانا حافظ محمد حسین خان ^(۱) مدظلہ کے نام نامی
منسوب کرتے ہوں اپنے کو بڑا سید اور خوش قسمت سمجھتا ہے جنہوں نے ہندو
کی تعلیم و تربیت میں شہید و روضہ محنت فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے استاد و محترم مولودین کی
محنت سے بہتادیر تر و تازہ رہے خصلہ و صانیاں جیسے جگہ سے میں ہدایت کی شمع روشن
کرنے کی سعی کو ثمر فی قیامت بخشے ان شاء اللہ آمین۔

کتبہ

محمد رمضان میاں

چھوٹا معلومہ اسلامیہ علامہ

نورانی ٹاؤن کراچی پاکستان

تعلیم و تعلم

میرا عقیدہ ہے کہ ہم ایک اکائی ہے، جو بٹ نہیں سکتی، اس کو قدیم و جدید، مشرقی و مغربی، نظری و عملی میں تقسیم نہ کیجیں اور بیساکہ عامہ اقبال نے کہا ہے۔

۴۔ اس علم نظری قصہ جدید و قدیم

میں ہم وایک وحدت مانتے ہوں، نو فدا کی وودین ہے جو کسی ملک و قوم کی ملک نہیں، اور نہ دینی چاہئے، جسکے علم کی کثرت میں بھی وحدت نظر آتی ہے وودیت پہنچی ہے، جس کی تلاش ہے، جسکی موقوف ہے۔ اور اس کو پانے کی خوشی ہے۔ میں علم، "اب، شاعر کی قدرت بعد از کسی میں اس اصول کا قائل نہیں ہوں کہ جو اس کی وردی پہن کر آئے، وہی "عالم اور دانشور ہے، اور یہ مان لیا گیا ہے کہ جس کے جسم پر "وردی" نہ ہو وہ مستحق خطاب نہ بنائے، سماعت، میں علم کی آفاقیت اور علم کی تاریخی کا قائل ہوں جس میں خدا کی رہنمائی بردور میں شامل رہی ہے، اگر غلط ہے اور سچی مطلب ہے تو خدا کی طرف سے کسی وقت فیضان میں کسی نہیں۔"

منظر، سدا اس خدمت الجہد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی مدنی

طاب اللہ ثراہ و جعل النجۃ مناد

ابتدائیہ

اسی رائے کہ لایک انسان کتاب فی يومہ الا فال فی عدہ،
 "لیو غیر هذا لکن احسن، ولو زید کذا، لکان بمنحس ولو
 قنعہ ہذا لکان افضل، ولو ترک هذا لکان اجمل" و ہذا من
 اعظم العبرۃ وهو دلیل علی استیلاء النقص علی سائر المشر
 : فائدہ اعمال الاصفیٰ فی مقدمۃ صحیح الادب

میں نے یہ دیکھا کہ آج جس انسان نے بھی فن تصنیف میں قدم رکھتے
 ہوئے خوب اہتمام سے کتاب لکھی ہے تو کل زچہ طبع سے درستہ ہونے
 کے بعد اسے خود اعتراف کرتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ اس مقام پر کوئی
 تہدیل کی جاتی تو بہت اچھا ہوتا، اگر کیا اضافہ کیا جاتا تو اور اچھا مچھو جاتا،
 اگر اس عنوان یا عبارت میں تقدیم و تاخیر کی جاتی تو کس قدر بہتر ہوتا، اگر یہ
 عبارت نہ ہی ذکر کی جاتی تو کیا ہی خراب صورت پیدا ہو جاتی۔

یہ بڑی عبرت کی بات ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ انھیں بھی اس
 تہذیب کی جس بشر پر کمال ملو رہا ہے۔

عرض مرتب

اللہ تعالیٰ کا مسانت پر فیض، طرح کا معاملہ بڑا گہرا ہے اس کے چاروں طرف سے
 تمہیں اس کی ضرورت نوچ رہا ہے اور اس کی رہنمائی کے سہا پہ بھی میاں کئے ہیں، انسانی
 ضرورت میں جہوں، انسانی مسئلہ نمائے، کئے کئے اور عدم، نکارت میں روحانی ضرورت
 سے تعلق مع اللہ، اس فی الدین کے جذبہ کی بھی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ نے
 اس کی نعمت نمائے کے مختلف نواں مختلف، قسام اور شیا، پیدائش اور روحانی ترقی
 کے اپنی مرتب اور اپنے مشرب، یہ تزیید بھی حضرت محمدؐ بھی ہوئی تھی، اپنی پائید
 تعلیمات بھی ہیں، اسی روحانی ترقی کے لئے ایسے رجاں پیدا فرمائے ہیں، انہوں نے
 اپنے اپنے زمانے میں وقت کے تقاضوں کے مطابق ایسی سحریں (کتاب و سنت) سے
 سنت، مسرت میں، میں سلام کی میرانی کی ہے اور اللہ نیت کی توفیق و توفیق ہے، ہر صدق،
 اور اسے، ہر صدق، اللہ تعالیٰ نے تخریب و تخریب، دوسرے وقت دوسرے دعوت، تعلیم، اور اللہ تعالیٰ نے
 نے، ایسے دین اسلام کے چراغ کو روشن رکھا ہے، ہر وقت و دور میں جہاں ہر طرف سے
 تہمتوں کی پراش، تہمتوں کی پراشوں اور سختیوں کا سامنا ہوتا ہے، علم و دگر، ایمانی بند، اس کی ہم
 سوزی میں مصروف ہیں، ہر وقت کے خلاف تحریر و تقریر کے ذریعے دین کے سہا پہ کی
 تلاش میں مصروف ہیں، اور اسے، دوسری عظیم علمی و روحانی غنیمت، فکر و عمل سے
 اعلا، وہاں، میرا، حسن ملی میں مدونی نور اللہ سرور، اللہ تعالیٰ نے تخریب و تخریب کا ایک
 خاص، اور اور ملک، معاف فرمایا تھا، حضرت سے مولانا کی قدس مدد کے اس موضوع پر قلم اٹھا

یا جس موشوٹ پر کام فرمایا اس کا حق ادا کر دیا، جی ہاں! آپ حضرت مولانا قدس سرہ کی
 کڑیوں مطالعہ کریں تو آپ کو عہم و کجا کی حقیقت بھی ہے۔ آپ نے امت مسلمہ میں
 دینی و عمرت اور اسلامی بیداری کا جو لائق تقلید کام ادا فرمایا ہے، وہ صرف آپ ہی کا
 نام تھا تو یہ قدرت نے اس کو آپ میں ہی امت کے طور پر رکھا تھا، پاکستان کے عظیم مفکر
 خلیفہ ابصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نور اللہ مرحومہ دیکھتے ہیں

”حضرت مولانا نے شرقی و مغربی اور عرب و عجم میں مسلسل اسلام

کی دعوت کا سورہ پھونکا ہے اور وہ پوری انسانیت کو اسلام کے خانہ

رقمہا پر جمع ہونے کی دعوت دے رہے ہیں، وہ ہمیں بھی امریکہ و

لندن پہنچ کر ”مغرب سے صف صاف بائیں“ کر کے نظر آتے

ہیں، ابھی قاہرہ میں ”اسماعیلی یا مصر“ کی اذان دیتے ہیں اور

”اِصْحَوْا مَنِ صَرِيحَةِ اِيهَا الْعَرَب“ کے ذریعے

معدن اسلام (عرب) کے نرگندوں کو جھجھکاتے ہیں، ابھی دریائے

کاہل سے دریائے برمک تک پہنچ کر عالم اسلام کے مقتداؤں کو

بیدار کرتے ہیں، ابھی انہیں ”انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عربوں و

زرل کا اثر کی پہانی دیتے ہیں (جس کا ایک رخ و جد آفرین ہے تو

دوسرا خون افشاں انکی ان کے سامنے ”کارخانہ دعوت و تربیت“

کھول کر رکھتے ہیں، ابھی انہیں ”اسلامیت و مغربیت کی کشمکش“ کے

ہوناک پہنچا دیتے ہیں، آج کل آتے ہیں، ابھی انہیں آج کے نخریاتی

حاکموں سے ہٹ کر ”کاروانِ حدیث“ میں شامل ہونے کی دعوت

دیتے ہیں، مغرب و ان کی دعوت شرقی و غرب، عرب و عجم اور افریقہ

و ایشیا، انکی مددگاروں سے بالترتیب دو پوری انسانیت کو سسکتی بلکتی

انہی نسبت کو مادی دشمنوں سے چور چور انہماکیت کو مقدم رسالہ علیؑ
کے دامن سے دانستگی کی دعوت دیتے ہیں۔

(شخصیات ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴)

یہی حقیقت ہے، کبھی آنحضرت مولاؑ نارحمہ اللہ علیہ کے ہم قدم سے عرب و شام میں
دینی دعوت کا ایک غلہ کوٹ بھٹھا، آپ نے جہاں عربی اور یہ کویتی حریم سے باہر عربوں پر
پکڑیا، وہیں اردو زبان کی اہمیت کو بھی اسی شریعت رسائی کر دوائی ہے، مرنیا آپ کی تحریر و
تقریر کی عاشق اور آپ کی دعوت کی محب بنے بقول شخصے ”اردو زبان میں ہاں ڈالنے
وہی شخصیت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی قدس سرہ وکے بنے اور ہندوستان
میں جہاں اردو زبان کو حضرت مولانا ندوی نے ہاند مت مٹک پکڑیا ہے وہیں پاکستان
میں قیصر احمد حضرت مولانا محمد چغتایہ لدھیانوی شہید قدس سرہ و شیخ الاسلام حضرت
مولانا مفتی محمد تقی عثمانی زید مجید و سہ جام مروی پر پکڑیا ہے۔“

”یہ اپنا پاکستان کے ان دو دیوبند و دانشمندانہ حضرات کی تھیں، وہ حضرت مولانا
ندوی قدس سرہ و کے ہارسہ میں لیا فرماتے ہیں، نعم! انھیں حضرت مولانا محمد یوسف
لدھیانوی شریعہ نور الدین مرادہ دیکھ رہے ہیں۔“

”پانچویں بزرگ جن کے کمالات، علوم و معارف، فضل و
احسان، روح و تقویٰ، دعوت و عزیمت، حق گوئی و سہ بائی،
لمعت اعلیٰ علی سر بلندی کے لئے کھٹے چھٹے سے زیادہ
متاثر ہو جن کی تہمت پر سب حد و شک آیا اور جن سے قاتلانہ
حقیقت ثابت ہوئی، وہ حضرات اقدس مولانا سید ابوالحسن
علی ندوی قدس سرہ وکے باسع صفات اور دیر شہسخت تھے۔“

(تغیرات ملکہ علامہ سید ۱۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہ تحریر فرماتے ہیں۔
 ”ان کی تحریروں میں علم و فکری فراوانی کے ساتھ بلا کا سوز و گداز
 ہے جو انسان کو متاثر کیے بغیر نہیں رہتا، خاص طور پر مغربی افکار
 کی ہورش نے ہمارے دور میں جو فکری گمراہیاں پیدا کی ہیں اور
 عالم اسلام کے مختلف حصوں میں جو خستے چگائے ہیں ان پر
 حضرت مولانا کی بڑی وسیع و عمیق نظر تھی اور انہوں نے اپنی تقریر
 و تحریر کے ذریعہ ان فتنوں کی تشخیص اور ان کے علاج کی نشان دہی
 اتنی سلاست فکر کے ساتھ اسے دلنشین انداز میں فرمائی ہے کہ عہد
 حاضر کے مصلحین میں شاید ہی کوئی دوسرا ان کا ہمسری کر سکے۔

(تخیر میات و فکر اسلام، جلد ۱، ص ۱۳۶)

زیر نظر کتاب ”خطبات علمی میاں“ کے مطالعہ سے ان حضرات کے ارشاد کی تصدیق
 ہوتی نظر آئے گی، کیونکہ مذکورہ خطبات میں حضرت مولانا ندوی قدس سرہ نے علم و فضل،
 ورع و تقویٰ، دعوت و عزیمت، دانش و ادب اور دیگر فضائل جن کے گوشوں پر روشنی ڈالی
 ہے وہ بڑی اہمیت کے حامل ہونے کے ساتھ بڑی عبرت کا سامان اپنے اندر رکھتے ہیں،
 علماء کرام و طلبہ علوم دینیہ کو ان کے مقاصد سے آگاہی، جدید چیلنجوں کے مقابل ان کی
 ذمہ داریوں کو واضح کیا ہے، اس سے عوام کو فقہ و حدیث، ادب و انشاء اور دعوت و عزیمت
 کو سمجھنے کا ایک بہترین موقع فراہم ہو گا اور یقیناً کسی خطیب کے خطبات کو کتابی شکل مل
 جانا اس کے تجربات، مشاہدات، حالات و واقعات اور اس کی علمی و فکری خدمات کا حسب
 بین حضرات کے لئے ایک تحفہ کی حیثیت رکھتا ہے، پھر جبکہ وہ قطیب مفسر و مفکر، مورش و
 محدث، رفیق و ادیب، روحی فکر کا حامل، اکابر امت کی شفقتوں کا مرکز، امت مسلمہ کا سرچشمہ
 ہو اور اپنے سینے میں سسکتی بھٹی، درختم خورہ، پریشان یوں و آرزو منوں سے چور چور انسانیت

کے لئے گھٹلے پھیلنے والا دل رکھتا ہو، جس کی تقریر میں جوش کے عنصر کے بجائے فکری و ذہن سازی کا عنصر غالب ہو تو یہ سونے پر سہاگہ ہے۔ درحقیقت حضرت مولانا ندوی کے یہ خطبات اسی کے حامل ہیں، قارئین جب اس کا مطالعہ کریں گے تو ان کے سامنے ایک نئی دنیا کے گوشے واضح ہوتے جائیں گے اور فاضی کے بندہ درجے پہنچتے جائیں گے۔

راقم الحروف کو حضرت مولانا ندویؒ کی پہلی زیرت بھیل کی عظیم ہدیہ درگاہ دارالعلوم ندوۃ اسلام چنچا پور سنسری میں ۳۰ ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ مطابق ۵ مئی ۱۹۹۴ء کو ہوئی، راقم الحروف ان دنوں اپنے اہل و عیال اور حیات میں زیر تعلیم تھا، دارالعلوم کے طلبہ میں حضرت مولانا کے نام کا کافی چرچا تھا طلبہ حضرت مولانا کا تذکرہ کیا کرتے تھے، اساتذہ بھی ان کے کافی مداح تھے، راقم رشک کرتا تھا کہ یہ شخصیت کیسی ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ نے کتنے فوائد عطا ہوگا۔ وہاں واقعی حضرت مولاناؒ مہربان و مہذب، فی الواقع ان کے مصداق نظر آتے تھے۔ ان باتوں کے پیش نظر جب مذکورہ تاریخ کو حضرت مولاناؒ کی تشریف آوری ہوئی تو آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا، یہ میری فائز سے پہلی ملاقات تھی، پہلی ملاقات: جس میں ان کی فخر شفیقت نے مجھ کو اپنا گرویدہ بنا لیا، گو یا وہ میری زندگی میں ایک تیز دھندل اور ایک سہروردہ بنا کی ہستی تھی، جس کی تلاش میں تھا اس کو میں نے پایا تھا (وہاں دارالعلوم میں حضرت مولاناؒ کا جو خطاب ہوا وہ خطبات مذکورہ "ندائیں دینیہ کی ضرورت" اور علوم دینیہ میں اختصاص کی اہمیت" کے عنوان سے موجود ہے) پاکستان میں جب چندہ العلوم الاسلامیہ علامہ بخاری ناؤن کراچی میں داخل ہوا تو حضرت مولاناؒ کی کتہ میں پڑھنا شروع کیں۔ خاص طور سے "مساذا حس العالم بقسطوط المسلمین" اور تاریخ و حکومت و عزیمت پڑھنے کے بعد آپ سے عقیدت محبت میں بدل گئی۔ ایک عرصہ سے میری تمنا تھی کہ عالم اسلام کی اس عظیم دینی درگاہ دارالعلوم ندوۃ العلماء، گود گھوں وہاں حضرت مولاناؒ کی زیارت سے اپنی روح کو سرشار کروں، چنانچہ بندہ اسے وطن واپسی کے موقع پر پائی روڈ ہندوستان روانہ ہوا جہاں دارالعلوم ندوۃ العلماء، حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا، مذکورہ تاریخ یعنی ۲۲ شعبان ۱۳۹۰ھ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ کے مہربان خانے میں آپ سے زیارت کا شرف حاصل ہوا،

مغرب کے بعد کا وقت تھا، آپ کی طبیعت ماسازن تھی، ملاقات بھی کم فرماتے تھے۔ راقم الحروف جب پہنچا اور آپ کو بتایا مکیا کہ بخوری ناؤن سے طالب علم آیا ہے تو شرف زیارت بخشا، حال احوال کے بعد جب ہمارے محسن جامعہ کے بانی محدث حضرت علامہ سید محمد یوسف بخوری نور اللہ مرقدہ کا ذکر فرمایا تو فرماتے تھے ”حضرت بخوری بہت بڑے عالم اور میرے صاحب دوست تھے۔“ راقم سیاہ کا راقم آپ کی وہ ٹوکے کے ساتھ رخصت ہو چکا تھا۔ وہ میرے دن صبح کی گاڑی سے بندہ کو لوٹنے دھن دیا، تھا بھی بہت توبہ ہے کہ کت یوں میں ہم نے جو کچھ اپنے اکابرین کے متعلق پڑھا تھا حضرت مولانا کی زیارت کے بعد بکھاپنے تمام اکابرین کی بھلائی میں نظر آئی، پھر جب آپ کے حنفیہ - حنفیہ حضرت مولانا عبداللہ انصاری ندید مجہد ۲۵ شعبان ۱۳۲۰ھ کو رستہ الحرجین کا ٹھنڈو کے پیمبر سالانہ اجلاس میں تشریف لائے، آپ نے راقم عاجز سے فرمایا ”رمضان میاں! رمضان رات بریلی میں تہ روز“ (حضرت مولانا مردہ کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ استغفار کرو) لیکن اپنے ساتھ تو ایسے اعزاز رکھ گئے تھے کہ راقم نے حضرت مولانا کا اور حضرت سے ملاقات کے ایک ماہ بعد ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۳ دسمبر ۱۹۹۹ء کو ہر نماز آخرت ہوئے اللہ و تعالیٰ راجعوں، صدیقی کیا تشریف ہوئی، صدیقی کے سرے احوال، واقعات اور تاریخ و حکومت و عزیمت کوئے دور ذہن سے سوچئے، بس ایک داعیہ تھا کہ حضرت مولانا ندوئی کے پیام کو عام کیا جائے اور اس سے لئے کوشش کی جے اس بات کے پیش نظر ان خطبات کی ترتیب کی گئی ہے تاکہ حضرت مولانا کے بیانات و خطبات سے استفادہ کیا جائے، ان کی پیکر جلد کا تصدیق، علمائے دین اور طلبہ ان علوم نہایت سے ہے جس میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے دین کو ان کی مسئولیات اور ذمہ داریوں سے خوب خوب آگاہ کیا ہے، علم اسلام کے نروں و انتشار کے موقع پر علمائے اسلام کی ذمہ داری کے احساسات کی کوتاہی اور تعمیر پر قلبی اذیت اور مددیں دینیہ و دفعہ مع ترتیل کی نزاکت و اہمیت نے شاید ان کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ اپنا سارا علمی اثاثہ ان اندویش پر تکلف، مختصراً جوہر پر اپنے عزیزوں کے سامنے رکھ دیں، جن تبارک و خدائیں ہمیں راہ نور و حق اور تحقیق و جستجو کے بعد پہنچتے تھے اس کا لب ساپ ان کے سامنے پیش کر دیا، جوہر و نور میں ان کے ازدواجی قدر و اہلی سجدہ کی اور ملت اسلامیہ نے ان سے

تیار کیا تو حقت قائم کر رکھی ہیں اسے واضح طور پر سمجھایا ہے، ساتھ ہی عالم کو بیدار چلنے والوں سے آگاہ کرتے ہوئے ان کا عمل بھی تجویز فرمادیا ہے جو ان علماء کو ہم کو اپنی پریشانیوں سے، احساس کمتری سے نکالنے میں معاون ہوگی، اسی طرح عالمان علوم نبوت کے حاملین کو موجودہ حالت میں صحیح معنوں میں تعلیم حاصل کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دی اور وہ صفات اور شرائط بیان کئے ہیں۔ کے بغیر ان کے مقاصد اعلیٰ کی تکمیل ناممکن ہے اور جو ان کی زندگی کیلئے مشعل راہ و رزادہ بن سکتے ہیں۔ ان خطبات کا مرکزی خیال اور بنیادی موضوع ایک ہی تھا کہ ایک طالب علم کی نگاہ کن بلند مقاصد پر پڑنی چاہئے اور محدود و محدود امور میں رو کر بھی وہ کیا پتہ میں سکتے ہیں اور دنیا کو کیا پیچھے رکھ سکتے ہیں؟ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے جو جو برکاتیں اس کے اندر ودیعت فرمائی ہیں اس کو برقی دے کر نہ رہنے دے کہ وہ کن علمی و روحانی پائندہ یوں پر اپنا پیش قدمی کر سکتے ہیں، آج کے اس مغربیت و لادینیت کے عالم کیر سیلاب میں عربی و اس کی طلبہ کی ذمہ داریاں پہلے سے بہت زیادہ ہے اس پر آشوب زمانہ تنہا ملت اسلامیہ کو ایسے افراد مطلوب ہیں جو ان کی صحیح رہنمائی کر سکیں، یہ وہ وہی طلبہ گرامر کہہ سکتے ہیں جو زندہ دل ہوں، چونکہ یہ دین مذہب ہے اور زندہ دل سے ہی قدیم رہ سکتا ہے، وہ ان کو بڑے ایمان و یقین سے لے کر اتفاق و کبریا سے ملے، روح اور اختیار اور بڑی کاوش اور ریاضت والے ہوں، چنانچہ طلبہ علوم دینیہ و اسلامیہ کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ وہ ان صفات جمیلہ اور اوصاف حمیدہ کو اپنے اندر پیدا کر لیں تاکہ وہ ان مدارس سے فارغ ہو کر نکلنے کے بعد امت اسلام کی اس حق طریقہ پر رہنمائی کر سکیں، اسلاف امت کی سب سے بڑی خصوصیت یہی تھی کہ وہ ان صفات کے حامل تھے، ان کے وہ دشمنوں ملی صدامیت موجود تھی جس کے نتیجے میں انہوں نے امت اسلامیہ کی صحیح رہنمائی کی اور یہ زمین کھنڈن میں آج ہم تک پہنچے ہے، اہل حق سول مارچ اللہ علیہ السلام ان موضوعات پر روشنی ڈال رہے ہیں چنانچہ رطبہ یثینا اپنی منزلت کو پہنچانے اور اپنے اندر ایک نئی قوت محسوس کر رہے ہیں اور اپنی اپنی پریشانیوں کو رفع کر رہے ہیں، مجھے یقین ہے کہ یہ خطبات قارئین کرام کے حق میں بھی مشعل راہ و سرسبز زندگی ثابت ہونے لگیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات میں سے دوسری اور تیسری جلد انشاء اللہ دیکھائی

ضمائم سے متعلق ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اسے کوہِ نبوت و حوصلہ اور توفیقِ عنایت فرماتے کہ بلند
 اس معادۂ زندگی کو اس طریق پر پہنچا، اسے ایسے اخلاقی فرض کو مد نظر رکھتے ہوئے میں ان
 تمام ہی حضرت کا یہ مد منظور ہندوں ہوں جنہوں نے اس کام میں میری ہر طرح سے مدد
 نہ نصیب ہو۔ یہ معاون عزیزان برادران رفیق خیرم موصوفی محمد رشید محمد اللہ اور محمد یارون
 عباسیہ، رفیق محترم موصوفی محمد انیسان بینہ شہر محمد اللہ (میرپور) کو لاہور سے مدد بھی تھی شہید
 رہے، میں ان کا فکرمجموع ہوں کہ انہوں نے قرآن کی پہرہ نگاہ کے مرحلے سے لے کر صحیح
 تا یہ تک معادۂ زندگی، اللہ تعالیٰ ان کو بڑے خیر عطا فرمائے اور دینِ حق میں فی خدمتِ حق
 نے قبول فرمائے۔ قارئینِ کرام سے اقسامِ سروں کا کہ جنہاں ان خطبات میں کوئی قصہ یا
 نہیں، چاہیں اس میں سب کی کمی نہیں کہ حضرت موانا کی کیونکہ خطبات میں غلطی کا رد
 ہونا غلط ہے غلطی نہیں بلکہ سب کی غلطی ہوتی ہے اور راقم کو مطلع فرمادیں کہ آئندہ
 ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو جائے اور اپنے دعاؤں میں مغفرت موانا کے ساتھ ساتھ میرے
 الدین میرے ساتھ اور ساتھیوں کو بھی یاد کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حفاظت سکے، آمین
 آمین و السلام کی نہایت اور طے لے لے قبول فرمائے آمین۔

نقید

راقم کا عزیز محمد رمضان میاں (نیپالی) رحمۃ اللہ علیہ

۰۶ جولائی ۱۴۲۲ھ

۱۴ اگست ۲۰۰۰ء

یہاں: حد

تیسریاں بار حق العلم اسلام یہ علامہ بخاری ناؤن گراچی پاکستان

سوانح حیات مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا سید ابوالحسن علی میاں حسینی ندوی نور اللہ مرقدہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی اساسی فکر، حضرت سید احمد شہید کی دینی تحریک، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی قسمت دین، حضرت مولانا محمود الحسن، یونیدی کی ترجمانی، حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کی دعوت علمی، حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی کے تہجد دین، حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی کی عالمی دعوت و فکر، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی حمیت و غیرت دینی، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی بیعت دارشاہ، حضرت مولانا اعطاء اللہ شاہ بخاری کے پیامِ درسی عقائد کا مجموعہ جو شخصیت بنتی ہے وہ مفکر اسلام، حضرت علامہ مولانا سید ابوالحسن علی میاں حسینی ندوی کی ذاتِ باہرکت ہے جن کے دمِ قدم سے ہر صغیر پاک و نہد یکے پورے عالم اسلام میں دعوتِ انِ اللہ کی فکر، بیدار ہوئی اور نواہیدہ انسانیت کے سامنے دین اسلام کی روشنی پیدا ہوئی، انہی کی ذاتِ باسعادت کے متعلق یہ چند سطور آپ کے حالات و خدمات کے حوالے سے قارئین کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔

والدیت:

● آپ کی والدیت ۶ محرم ۱۳۳۲ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۹۱۳ء بروز جمعہ بمقام تکلیف کلاں، رائے پریلی (یو پی) ہندوستان میں ہوئی۔

والدین:

● آپ کے والد کا نام، حکیم سید عبدالحی، اور والدہ کا نام خیر النساء تھا اور بہتر تخلص لکھتی

تھیں وہ ان کے سید محمد اعلیٰ (۱۳۵۹ھ) آپ کے بڑے بھائی اور علامہ اللہ نسیم بساویہ (۱۳۹۵ھ) اور علامہ العزیز تہی کی بڑی بہن تھیں۔ مولانا مرحوم کی والدہ محترمہ حافظہ قرآن تھیں اور آپ کی خالہ اور نانا زاد بہن و بھائی اور چھوٹے سب کی سب قرآن مجید حفظ کئے ہوئے تھیں۔ نو ماں کی عمر میں آپ کے والد (۱۳۵۹ھ) اور ۵۶ سال کی عمر میں آپ کی والدہ کا انتقال ہوا۔

ابتدائی تعلیم:

● آپ نے ابتدائی تعلیم والدہ محترمہ سے حاصل کی۔ اس کے بعد مولانا سید عزیز الرحمن دہلوی اور مولانا محمود علی سے قرآن مجید، اردو و فارسی پڑھی۔

عربی تعلیم:

● آپ نے باقاعدہ عربی تعلیم کہ آقا شیخ غلیل عرب محمد انصاری بنیانی سے اور ذاکر تخی الدین بلالی مراٹھی سے حاصل کی اور ان ہی کی تربیت میں عربی زبان و ادب کی تکمیل بھی کی۔

علم تفسیر:

● آپ نے شیخ غلیل عرب انصاری سے منتخب سورتوں کی تفسیر کا درس لیا اور مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی لاہوری (وفات ۲۳ فروری ۱۱۶۴ھ) سے ان کے تہذیب دینے نظام کے مطابق ۱۳۵۱ھ میں لاہور میں قیام کر کے پورے قرآن کریم کی تفسیر پڑھی۔

علوم شرقیہ:

● آپ نے ۱۹۲۲ء میں مکتبہ چٹوڑی دہلی کے علوم شرقیہ کے شعبہ میں داخلہ کیا۔ اس وقت حضرت مولانا مکتبہ چٹوڑی کے سب سے محرم طالب علم تھے۔ پھر یہ دہلی سے فاضل اور بی اے اسلامیات میں پاس کی۔

علم حدیث:

● آپ نے ۱۹۲۹ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے شیخ الحدیث حضرت مولانا حمید الحسن صاحب نے درس حدیث میں داخلہ طور سے شرکت کی۔ دوران سے مہینہ اور ستر دن دینی امور اور دینی ترمذی حروف جاری تھے۔

● ۱۹۳۲ء میں دارالعلوم دیوبند جانشین الاسلام مولانا حسین احمد مدنی سے علم حدیث کے اسباق سے استفادہ کیا اور آپ کے تفسیر، علوم قرآن کے اسباق میں بھی شرکت کی۔

علم فقہ:

● آپ نے دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا اعجاز علی امرودی صاحب سے علم فقہ کا درس لیا۔

علم تجوید:

● آپ نے تاجی امروہی صاحب سے روایت انھوں نے مولانا تجوید پڑھی۔

نکاح:

● آپ کی شادی نومبر ۱۹۳۳ء میں حقیقی مامی پلاٹا و بین سید احمد سعید صاحب کی صاحبزادی حضرت شادونیا مانجی کی پوتی کوہ جٹس عبد الرزاق صاحب (مدرسہ مصماہ الاسلام منظوم ترجمہ ثلثون اشعار) کی نواسی سے ہوئی اور مستحکم و فتح اللہ ریٹ دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا حیدر حسن خاں نے خطبہ نکاح پڑھا۔ آپ کی کوئی اصل اولاد نہیں ہے، مگر روحانی اعتبار سے دنیا میں آپ کے عقیدت مندوں کی تعداد لاکھوں ہی میں نہیں گزرتی ہے۔

فلسفہ:

● آپ نے سید الفت حضرت مولانا سید سلیمان ندوی سے فلسفہ پڑھا، اور سید صاحب کے مزاج شائروں کے اور ان کے علم و طرز فکر سے فیض حاصل کیا اور علامہ شبلی کے اسلوب طرز بیان کے نہ صرف قدرداں رہے بلکہ خوشترجم بھی تھے۔

سلوک و طریقت:

● آپ نے ۱۹۳۱ء میں ۱۱۰۰ احمد علی آبادوی کے شیخ مولانا غلام محمد بھادپوری سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ ۱۹۴۰ء میں اپنے شیخ کے اشارے پر مولانا عبدالرحیم رائے چرنی کے خلیفہ مولانا شاد جہد القادری سے پوری سے بیعت ہوئے۔

انگریزی تعلیم:

● آپ نے ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۵ء کے درمیان انگریزی زبان سیکھنے پر توجہ دی۔ جس

نے وقت و ضرورت پہنچا دیا۔ اس وقت منہ سے "و اما انما نلکے منہ" پڑ گئے۔

پسندیدگی:

● اس نے اس مہینے (۱۰۰۰) ہزار روپیہ (۱۰ لاکھ روپیہ) پتہ بچائے تھے۔
بعد ازاں بعد میں یہ ملک میں۔ تقی بیان پینے کا مہول تھا۔ چاہے کسی بیوی اور
"تقی سب" اور "تقی سب" تھی سب ہزار۔

معمولات:

● اس نے آخری ۱۰۰۰ میں آخری نماز سے پہلے دعا کی تھی مشغول رہتے اور بعد
نہیں کیا مہول تھا۔ تقی اس میں پیاری ضروری اور بے خوابی کی وجہ سے آرام فرماتے
تھے۔ اس سے یہ رہتے۔ اس سے پہلے ملک ناشتہ اور لوگوں سے ملنے کا معمول تھا۔ اس نے
بعد نماز چوتھے نماز سے تقی آن مجید اور پھر دو تین۔ وہ ان کے ساتھ لے گئے پڑھنے میں پینہ
جاتے اور نماز کے بعد پہلے ملک آتھیں۔ اس سے جوابات دیتے۔ بعد نماز ظہر
نہیں لکھتے۔ اس نے بعد نماز ۱۰۰۰ فرماتے اور بعد نماز سے پہلے بھی ایک کچھ
ملاقات اور کچھ تقی آن مجید پڑھنے کا معمول تھا۔

● اس کے بعد مہولوں سے ملاقات فرماتے اور مغرب کی نماز سے ہیں۔ اس سے پہلے
نماز کی تیاری بعد نماز مغرب۔ اندرون نماز ہوتے۔ اس کے بعد علی میں رہتے۔ اور آخری
روانگی سے تقی قبہستان یا آخر قاضی رہتے۔ مشرقی نماز کے بعد کچھ کھاتے۔ اولیٰ نے
نے بعد تھوڑی دیر ان کے ساتھ بیٹھے اس کے بعد تھوڑی دیر چلے۔ اس کے بعد تھوڑی
فرماتے اور اس سے پہلے۔ اس سے پہلے معمول تھا۔

ظرافت:

● حضرت مولانا کی طبیعت میں خشکی نہیں تھی، بلکہ طبع بہت قریف تھے، ایک مرتبہ انجنیر امتیاز صاحب جو نہ دو ٹوکیہ ضیاء العلوم اور تیندوا کی عمارتوں کی نگرانی کرتے ہیں حضرت کو یہ دہانے گئے، حضرت نے فرمایا آپ چھوڑ دیں، جہاں آپ کا ہاتھ ملے گا وہاں عمارت کھڑی ہو جاتی ہے، ایک مرتبہ حافظ حبیب الرحمن صاحب (مظہر مطہر دارالعلوم ندوۃ العلماء) کا دب مطبع ندویہ سے مطہر قدیمہ جاول ہو تو انہوں نے حضرت کو اس کی اطلاع دی آپ نے فرمایا کہ صرف ع۔ ع کا فرق ہے یعنی مطہر سے مطہر آئے ہیں۔

● حاجی عبدالرزاق صاحب (حضرت کے خادم خاص) کے ہرے میں ایک خط میں لکھا کہ یہ ہمارے زندگی کے ساتھی اور بڑھاپے کی لانگی ہیں۔ ایک مرتبہ آپ بیٹھے ہوئے تھے کہ نیند آنی لگی نے آپ کے کندھوں کے پاس سے ٹھٹھل پڑا اور کہا حضرت کھٹل تھا آپ نے ہر دستہ کہا کہ میرا نام بھی تو ملنی ہے۔

علمی و دعوتی زندگی:

● عربی میں سب سے پہلا مقالہ سید رشید رضا مصری کے مجلہ السنار میں ۱۳۲۸ھ میں شائع ہوا جو سید احمد شہید کی تحریک کے موضوع پر تھا۔ ۱۳۳۳ھ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں مدرس بنائے گئے اور تفسیر و حدیث اور ادب عربی تاریخ و منطق کا درس دیا۔

● ۱۳۳۹ھ میں، یعنی عراق سے واقفیت کے لئے ایک سفر کیا جس میں حضرت شاد عبداللہ اور رائے پورنی اور صحیح کبیر حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی سے تعارف حاصل ہوا، اور اسی وقت سے ان سے مستقل ربط و تعلق ہو گیا چنانچہ اول الذکر سے روحانی تربیت حاصل کی اور ثانی الذکر کی رہنمائی و سرپرستی میں تبلیغ و دعوت کا فریضہ انجام دیا، اور یہ تقصیر

تاکہ حیات تو ٹھہرے۔

● ۱۹۳۳ء میں انجمن تعمیرات اسلام کے نام سے ایک انجمن قائم کی جس میں قرآن کریم اور سنت نبویؐ کے دلائل کا جامعہ جاری کیا جو بے حد مقبول ہوا۔

● ۱۹۴۵ء میں ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی کے رکن کی حیثیت سے منتخب ہوئے۔

● ۱۹۵۱ء میں علامہ سیو سلیمان ندویؒ کی تحریر پر نہایت معتد تعلیم متلعن ہوئے۔

● ۱۹۵۱ء میں تحریک پیاسا انسانیت کی بنیاد ڈالی، چونکہ اخلاقی قہر میں بے دردی کے ساتھ پامال کی جارہی ہیں۔ خود غرضی، جسد خود پرستی کا جنون سب پر سوار ہے۔ انسان کی جان و مال عزت و آبرو کا احترام تیزی کے ساتھ رخصت ہو رہا ہے اسی فتنہ ان کو دور کرنے کے لئے تحریک پیاسا انسانیت کی بنیاد ڈالی گئی۔

● ۱۹۵۵ء میں علامہ سید حسرت احمدؒ کی وفات کے بعد باقاعدہ اتفاق سے تعلیم قرار

پائے۔

● ۱۹۵۹ء میں مجلس تحقیقات و نشریات اسلام قائم کی۔

● ۱۹۶۱ء میں زیارہ سبر فرائض علیٰ حسنی صاحب کی وفات کے بعد تاہم ندوۃ

العلماء منتخب ہوئے۔

● ۱۹۶۳ء میں پرموڈا، میسورہ میں کئی نیکو سر ویسے جو ملکہ ووالا خیرہ ملی

نسب، الخواتین کے نام سے شائع ہوئے جس کی تھی نہیں ملتی۔

اعزازات، مناعصب، تعلیمی اداروں اور تعلیمی مراکز کی رکنیت:

● ۱۹۶۱ء میں مینش کے محکمۃ العالیہ کے سرپرست مقرر ہوئے۔

● ۱۹۶۵ء میں۔ جناح انسٹیتیو کی تاسیس، قیام کے لئے سید جلسہ مکہ ٹورمہ میں

ہوا، جس میں جاناٹ، ملک، سعود، بن سید احمد یزید اور نیپا کے حاکم اور جس سٹیوٹی بھی شریک

تھے، اس جلسہ میں نظامت کے فرائض ۱۰۰ نامے انجام دیئے۔

- ۱۹۶۲ء میں علی جامعہ اسلامیہ ہند منورہ کی تاسیس و قیام کے وقت اس کی مجلس شوریٰ کے ممبر بنائے گئے، اور مجلس شری کے نائب رئیس اس منصب پر فائز رہے۔
- رابطہ انجمنوں الاسلامیہ (رابطہ مراکش) کی کانفرنس میں رابطہ عالم اسلامی کے سرکاری جنرل کی قیادت میں شریک ہوئے، پھر مدعو انجمن کے نمائندہ کے طور پر متعلقہ ممبر رہے۔

● ۱۹۸۰ء میں اردن کے مجمع ملت العربیہ کے رکن بنائے گئے۔

- ۱۹۸۱ء میں کشمیر یونیورسٹی کی طرف سے ادب میں پی ایچ ڈی کی اعزازی ڈگری عطا کی گئی۔

- ۱۹۸۳ء میں آکسفورڈ کے اسلام سینٹر کے قیام کے وقت ۳۰ حیات مصدق بنائے گئے۔

- ۱۹۸۴ء میں رابطہ ادب الاسلامیہ کے قیام کے وقت ۳۰ حیات مصدق بنائے گئے۔

- ۱۹۸۸ء میں سعودی وزارت تعلیم کی دعوت پر کھلیہ الشریعہ کے نصاب و نظام کی تیاری کے لئے ریاض شریف لے گئے اور اس موقع پر وہاں جمعۃ الیاس اور کھلیہ الشریعہ (تجربہ ساز تنظیم) کا کئی بار ملاقاتیں کی گئیں۔

- ۱۹۸۲ء میں مدعو العلماء سے عربی نکلنے والے پرچے "فتاویٰ" کی اورستہ میں دور ۱۹۸۵ء میں اردو پرچے المدعوہ کی ادارت میں شریک رہے اور ۱۹۸۸ء میں انجمن تعلیمات اسلام کی طرف سے "تقریر" کے نام سے اردو میں آج پرچہ کا ناشر بن گیا۔

- ۵۹-۱۹۵۸ء میں دمشق سے نکلنے والے پرچے "المسلمون" میں ادارے تجویز فرمائے۔ یہاں اردو "رد فو لا ابدا بکونہ" کتبہ میں کارروائیوں میں نیا صوفان اور اس کا

مقامِ بلند کے نام سے شائع ہوا۔ اس کے علاوہ استاذِ محبت المدین خطیب سے پرچہ ”افتح“ میں بھی بعض مقالات شائع ہوئے۔

● ۱۹۶۳ء میں نکھنہ سے ندائے ملت لکھنا شروع ہوا تو اس کی سرپرستی فرمائی اور

۱۹۵۵ء میں ندوہ سے عربی رسالہ ”البعث الاسلامی“ اور ۱۹۵۹ء میں نکھنہ والا عربی رسالہ ”الرفند“ نیز ۱۹۶۳ء سے نکھنہ والا اردو رسالہ ”عبرہ روزہ“ ”تغیر حیات“ ان تینوں رسالوں کے سرپرست اعلیٰ رہے۔

● ۱۹۸۰ء میں اسلامی دنیا میں نمایاں علمی و عملی خدمات کے اعتراف میں ۱۹۸۰ء کا شوال میں ایوارڈ آپ کو ۱۹۸۰ء کو ریاض میں منعقدہ ایک پروگرام تقریب میں دیا گیا۔ حکومتِ سعودیہ عرب کا یہ اعزاز دلا کا چالیس ہزار ریال نقد (بندوستانی رقم پچیس لاکھ روپے) اور ایک سند پر مشتمل تھا۔ حضرت مولانا مرحوم نے شوال میں ایوارڈ نصف رقم افغان پناہ گزینوں اور بقیہ نصف رقم مکہ مکرمہ کے دو دینی اداروں (ادارہ حفظ القرآن و مدرسہ صلیبیہ) کو برابر تقسیم کر دیا۔

● علامہ سید سلیمان ندوی کی سیرت النبی جلد ۸ پر مقدمہ حضرت مولانا نے لکھا تھا۔ کتاب جب پاکستان سے شائع ہوئی تو صدر ضیاء الحق مرحوم نے حضرت مولانا مرحوم کو ایک لاکھ روپے کا ایوارڈ دیا۔ حضرت مولانا مرحوم نے نصف رقم دلا مصلحتیں اعظم کڑھانہ نصف رقم علامہ سید سلیمان ندوی کی اہلیہ کو عطاء کر دی۔

● ۱۹۹۹ء میں دینی کے بین الاقوامی حسنِ قرأت کے عالمی مقابلہ کے موقع پر عالمِ اسلامی کی عظیم اسلامی شخصیت کا ایوارڈ ایک شاہکار تقریب میں پیش کیا گیا۔ یہ رقم بھی حضرت مولانا نے ہندوستان کے تمام دینی اداروں میں تقسیم کر دی جو تقریباً ایک کروڑ تیس لاکھ تھی۔

● ۱۹۹۹ء میں آئسنورڈ اسلامی سینٹر کی طرف سے تادیب و دعوت و عزیمت کے

شائع ہوئی) اسی سال لبنان کا سفر بھی کیا۔

● ۱۹۶۰ء میں بڑا ماکا، مغربی۔

● ۱۹۶۲ء میں کویت کا پہلا سفر کیا بعد میں کویت اور خلیجی ممالک کے متعدد مقامات پر گئے۔ اردن اور یمن کا - فرجی ہوا اور جلد بعد بحوثی خطاب ہوئے۔

● ۱۹۶۳ء میں یورپ کا پہلا سفر ہوا جس میں لندن، ایچس نکسبرج اور آکسفورڈ وغیرہ جانا ہوا اور ایتھنز کے اجلاس میں بھی گئے۔

● ۱۹۶۶ء میں مسجد اقصیٰ کا سفر ہوا۔

● ۱۹۶۷ء میں امریکہ کا پہلا سفر ہوا یہ دو ماہ ورس ڈین کا سفر تھا اس سفر میں امریکہ

کے مختلف شہروں میں جانا ہوا اور دعوتی و تبلیغی خطاب ہوئے اور انکھک آپریشن بھی کرایا۔

● ۱۹۶۷ء میں افغانستان، ایران، عراق اور لبنان (سراکش) کے لئے رابطہ عالم اسلامی کے وفد کی قیادت کی۔

● ۱۹۸۵ء میں یمن کا سفر ہوا۔

● ۱۹۸۷ء میں تاشقند و سرگندہ وغیرہ کا سفر ہوا۔ اردن کا سفر ۱۹۷۳ء تا ۱۹۸۴ء میں ہوا۔

● ایتھنز ۱۹۶۳ء، افغانستان ۱۹۷۳ء، متحدہ عرب امارات ۱۹۷۷ء، ۱۹۷۸ء۔

۱۹۸۳ء، ۱۹۸۸ء، ۱۹۹۲ء اور آخر میں ۱۹۹۹ء، ایتھنز امریکہ ۱۹۹۳ء، یورپ

۱۹۶۳ء، ۱۹۶۴ء، ۱۹۶۶ء، ۱۹۸۳ء، ۱۹۸۶ء، ۱۹۸۷ء، ۱۹۸۹ء، ۱۹۹۲ء، ۱۹۹۳ء، ایران ۱۹۷۳ء میں - فرجئے۔

پاکستان کا ۱۹۵۹ء، ۱۹۶۳ء، ۱۹۷۸ء، ۱۹۸۳ء، ۱۹۸۹ء میں سفر کیا

بھارت کا ۱۹۸۶ء میں سفر کیا۔

برطانیہ کا ۱۹۶۳ء اور ۱۹۹۵ء میں سفر کیا۔

برما کا ۱۹۶۰ء میں سفر کیا

طالبانِ علومِ نبوت کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں

یہ تقریر ۱۵۵۴ھ میں دراعلمیہ دینیہ میں طلبہ کے ایک جلسہ میں کی گئی تھی۔ اس تقریر میں دینی مدرسہ کا اہل منصب و مقام اور اس کے طلبہ و تلمذاء کی ذمہ داریاں بتائی گئی ہیں اور ان کو آقا و کبار کے ہونے کو ضرورتاً ان سے کس قدر کی توقعات رکھتے ہیں اور اس دور میں دین کی عظمت اور خدمت کے لئے ان کو کس قسم کے چاروں کی ضرورت ہے اور طالبانِ علومِ نبوت کو خدمتِ دین کیلئے خوب خوب ترغیب دینی گئی ہے جو ان کے دل میں علیہ ثابت ہو گا۔ انشاء اللہ۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد
الانبياء والمرسلين، وعلى آله واصحابه اجمعين، ومن تبعهم
باحسن وادعى بدعوتهم الى يوم الدين. اما بعد! فاعوذ بالله من
الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم. ومه اشرح لي
صمري ويسر لي امري واجعل عقدة من لساني يفتقها اقولی.

عزیزانِ مراۃ!

مجھے اس وقت آپ سے اس حیثیت سے گفتگو کرنی ہے کہ آپ دینی مدارس کے طالب علم ہیں اور مسلمان کا دیرینہ دہر اور آپ کا رفیق سفر و موضوع کی بہمت اور وقت کی نزاکت کا تحفظ ہے کہ میں آپ کے سامنے اپنی زندگی کے تجربے اور اپنے محد و مطالبہ کے نتائج پر لکھ رکھ دوں، اور زندگی کے سفر کی سب سے قیمتی اور عزیز و موافق آپ

کے سامنے پیش کر دیں۔ آپ نے مجھے کٹھنوں کا موقع دے کر عزت بخشی ہے، آپ نے مجھ پر اتنا دیا تھا، میں نے اس کی شکر ادا نہیں کی اور کوشش تو کی تھی کہ میں اس نعمت کا انشا عداوتوں اور اس تجویز سے اذیت لے کر اپورا ان وعدہ ٹھکانوں میں لے کر یہ وقت آپ نے دے کر قیمتی مٹاؤں میں ڈالا ہے۔ اور یہ ان لوگوں کا وقت ہے جن کی ساری تیس اور محنت انہیں اور رسول کے حساب سے ملنے چاہئیں۔

مدرسہ کیا ہے؟

۱۔ دستور العمل کو اس سے پہلے معلوم کرنا چاہئے کہ ایک دینی مدرسہ کا مقصد اور منہب کیا ہے؟ مدرسہ سب سے بڑی کارخانہ ہے، جہاں آدم نگر کی اور صراطِ ساری کا کام ہوتا ہے، یہاں ایسے کسبہ داری اور اسلام کے اپنی بنیاد دیتے ہیں، مدرسہ عالم اسلام کا بگٹی کھ (پورہ بانس) ہے جہاں اسلامی آبادی بلکہ اسلامی آبادی میں بگٹی کھ ہوتی ہے، مدرسہ دو درجہ کا ہے جہاں قلم و کلام اور ذہن و دماغ زچلے ہیں، مدرسہ دو درجہ کا ہے جہاں سے پوری کائنات کا احاطہ ہوتا ہے، اور پوری انسانی زندگی کی نگرانی کی جاتی ہے، جہاں کا فرمان پورے عالم پر نافذ ہے، عالم کا فرمان اس پر نافذ نہیں، مدرسہ کا تعلق اس قلم و کلام، انسانی قلم و کلام، انسانی قلم و کلام سے نہیں، کو اس کی قدامت کا شبہ و راس سے زوال کو غور و خوض، اس کا تعلق بہ اور راست بہت چھٹی سے ہے جو کہ نہیں ہے اور زندگی کو بدیدہمی اس کا تعلق اس انسانییت سے ہے جو یہ ہے جو اس زندگی سے ہے جو یہ وقت و اس اور اس ہے، مدرسہ کا قیامت کہ ہم جدیدی انسانوں سے ملتا ہے، وہ تجویزی نہیں ہے، یہاں بہت چھٹی کی اہلیت اور زندگی کا نمودار حرکت دے چکے ہیں۔

مدرسہ کی نوعیت و ادارہ کی بارگاہی

اساتذہ کی مدد سے لے لے اس سے بہ حاکمیت مل احتیاج اور قیام امتراض و

نہیں دیکھتے کہ وہ محض ایک دارالافتاء کی قلمی عہد کی یادگار ہے، اس میں اس کو دوسرے حق میں از حد حقیقت عرفی کے ساتھ اول سمجھتا ہوں، میں دوسرے کو برسرِ کمر سے بڑھ کر سحرانگہ طاقت، زندگی کی صلاحیت رکھنے والا اور حقیقت و ثبوت پر یزید سمجھتا ہوں، اس کا ایک سہرا نبوت محمدیؐ ہے، اور دوسرا اس زندگی سے وہ نبوت محمدیؐ کے چشمہ حیات سے پانی پیتا ہے اور زندگی کے ان نکست زاروں میں ڈالنا ہے، وہ اپنا کام چھوڑ دینے تو زندگی کے کھیت سوچ پھیل، اور انسانیت مر جھانے لگے، نہ نبوت محمدیؐ کا دریا یا باب ہونے والا ہے، انسانیت کی یہ سب بچنے والی ہے، وہ نبوت محمدیؐ کے چشمہ فیض سے نکل اور نکل رہے، نہ انسانیت کے کاسرگودائی کی طرف سے، مستغنا کا اظہار، نہ ہر سے انصاف، نہ قاسم، واللہ یعطی کی صدائے تکرر ہے تو اوپر سے ہل من حزید، ہل من مریدی فغان مسلسل، دوسرے سے بڑھ کر دنیا میں کون سا زندگی متحرک اور مسرور اور ہو سکتا ہے، زندگی کے مسائل بے شمار، زندگی کے تغیرات، شمار، زندگی کی خبر و تیر، شمار، زندگی کی غلطیاں، شمار، زندگی کی آخر میں، شمار، زندگی کے قریب و دیر، شمار، زندگی کے بے شمار، زندگی کی تنہا، شمار، زندگی کے کو صے، شمار، دوسرے سے بے شمار، زندگی کی رہنمائی اور دیکھیری کا ذرا بے قواسم فرصت کہاں، دنیا میں ہر روز، ہر گز اور ہر فرد کو راحت اور فراغت کا حق ہے، اس کو اپنے کام سے چھٹی میں نکلتی ہے، عمر دوسرے دیکھتی نہیں، دنیا میں ہر مسافر کے لئے قواسم ہے، لیکن اس مسافر کے لئے راحت حرام ہے، اور زندگی میں غم اور ہوسکون اور توقف ہو تو حرج نہیں کہ دوسرے بھی چلتے چلتے ہم نے لے لی، لیکن جب زندگی رواں اور رواں ہے تو دوسرے میں جو دوسرے کی غلطی کی گنجائش کہیں ہے، اس کو قدم قدم پر زندگی کا جائز لینا ہے، بدلے ہوئے حالات میں احکام دینے میں، اوقات دینے میں، جو نام ہے، وہ زندگی سے پیچھے رہ جائے یا تھک جائے، یا کسی منزل پر قیام کرے، یا اس کو کوئی مقام خوش آجائے تو زندگی کی رفاقت اور قیادت کون کرے۔۔۔ اور ان کی اور پیچھے

محمدی اسے کون سنائے۔ ہر رس کا غفلت، قیادت سے کنارہ کشی، کسی منزل پر قیام، خود کشی کا مترادف اور انسانیت کے ساتھ یوقائی کا ہم معنی ہے، اور کوئی خود شناس اور فرض آشنا ہر رس اس کا تصور نہیں کر سکتا۔

طلبہ و فضلاء کے مدارس کی ذمہ داریاں

دوستو! ہر رس کے طالب علم کی حیثیت سے آپ کا کام سب سے زیادہ نازک اور سب سے زیادہ عظیم ہے، میں نہیں جانتا کہ اس وقت دنیا کی کسی جماعت یا کسی گروہ کا کام اتنا نازک، وسیع اور اہم ہو، ان الفاظ پر دوبارہ غور کیجئے کہ آپ کا ایک ہر انبوت محمدی حقیقت سے ملا ہوا ہے، دوسرا ہر از زندگی سے، لیکن آپ کے کام کی نزاکت کی وجہ سے آپ کی عظمت کی دلیل ہے۔ نبوت محمدی سے وابستگی اور اتصال جہاں ایک بہت بڑی خوش نصیبی اور سرفرزی ہے وہاں ایک عظیم ذمہ داری بھی ہے، آپ کے پاس حقائق اور عقدہ کی سب سے بڑی دولت اور سب سے عظیم سرمایہ ہے، اس وابستگی سے آپ پر چند ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، آپ میں غیر حوازن یقین اور راسخ ایمان ہونا چاہئے، آپ میں یہ موصوفہ اور بہت ہونی چاہئے کہ ساری دنیا ملتی ہو، تو اس کے ایک نقطہ سے بھی دستبردار ہونے کے سوال پر غور نہ کر سکیں، آپ کے دلوں میں اس کی حمایت، نصرت کا جذبہ موجزن ہونا چاہئے، آپ کا دل اس بے بدل دہشت پر غرور اور شہر سے لبریز ہو، آپ کو اس کی صداقت، اس کی معنویت، اس کی ابدیت، اس کی ہر زمانہ میں صلاحیت اس کی بلندی و برتری اور اس کی مصومیت پر غیر متبدل یقین ہو، آپ اس کے مقابل ہر چیز کو پورے اطمینان کے ساتھ جاہلیت کی میراث سمجھتے ہوں۔ آپ جہاں احکام خداوندی اور تعلیمات اسلامی کو سن کر مسجفنا و اظفنا کریں، وہاں جاہلیت کے انکسار اور جاہلیت کے حبر و ادس کو مخاطب کر کے کہیں، کہ کفرونا یسگم و بند ایتسنا و تینکم الغداؤۃ و الیفضاء ابتدا حتی نوئموا باھ و خلفہ۔ آپ اسلام ہی کی رہنمائی اور اسوۃ محمدی کی

کی روشنی میں دنیا کی تجرت کا یقین رکھتے ہوں، اور آپ کا اس پر عقیدہ ہو کہ اس ضیقِ نوح میں سقینہ نوح صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور امامت ہے، آپ یقین کرتے ہوں کہ افرود اور قوم کی سرقراری اور سر بلندی کی شرط صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہے، اور یہ بالکل حقیقت ہے کہ:

محمد عربیؐ کہ آئندے ہر دہر است کبیلہ خاک و دش نیست خاک پر مراد
آپ علیہ السلام نبوتِ محکم کا لب لباب اور حقیقۃً الحقائق سمجھتے ہوں، آپ اس کے مقابلے میں تمام دنیا کی اہیات اور فلسفہ ماجدہ الطبیعیات اور قیاسات و روایات کو افسانہ و خرافات سے زیادہ وقعت دینے کے لئے تیار نہ ہوں، آپ کو حید کی حقیقت سے واقف اور اس پر مصر ہوں، اور شرک اور تمام دنیا کے علم انا عنانم کو خلود کیسے ہی پر جلال می اظہار حالت اور فلسفہ کی زبان میں بیان کیا گیا ہو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہوں، اور زُخْرُفِ السُّقُولِ غمور دُفَا سے زیادہ مرتبہ دینے کے لئے آمادہ ہوں آپ سنت کے اتباع کے حرم میں، اور خیر الہدٰی ہدٰی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین رکھتے ہوں، اور بدعات کے معزور و نامقبول ہونے پر آپ کو شرح صدر ہو، غرض آپ اعتقادی، فنی، فکری، قلبی، اخلاقی اور عملی حیثیت سے نبوت محمدیؐ کی جامعیت اور عملیت کے قائل اور اس کی عملی تفسیر ہوں۔

طلباء و فضلاء کا اختیار

دوستو! دنیا کے دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں آپ کا اختیار یہ ہے کہ ان حقائق پر دوسروں کا اجمالی ایمان کالی ہے مگر آپ کو اس پر پورا فنی اطمینان اور شرح صدر ہونا چاہئے، آپ کا صرف قائل ہونا کافی نہیں، اس کا داعی ہونا ضروری ہے، دوسروں کا یقین لازمی ہو تو کافی ہے، آپ کا یقین متعدی ہونا چاہئے، جو سنگزدہ، بڑاؤں انسانوں کو یقین سے لبریز کر دے، اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ آپ کا یہ سرور سر خوشی و

دعوت اور اسلامی انقلاب صرف پہنے صدر سے برپا نہیں کیا جاسکتا، آپ کو جن اسلاف کی طرف نسبت کا شرف حاصل ہے، وہ بھی ان دوقوں خصوصیتوں کے جامع تھے، آپ اگر حقیقی نیابت کے منصب بلند پر سر فراز ہوتا چاہتے ہیں، تو آپ کو اس جامعیت کی کوشش کرنی پڑے گی اس کے بغیر عم و فی سنی منافی کا غدی پھول ہیں، جن میں نہ خوشبو نہ تازگی، آج دنیا کے بازار میں کاغذی اور دلائی پھولوں کی کمی نہیں، ہم اور آپ اس میں کوئی قابل ذکر اضافہ نہیں کر سکتے، یہاں تو نبوت کے بارغ کے شاداب پھول چائیں، جو مشام جاں کو معطر کر دیں، اور جن کے سامنے دنیا کے پھول شرمنا جائیں۔ غرض الحق و بطل ما کانو یعملون۔

مدارس کا باطنی انحطاط

آپ برائے نام ہیں، کہنے والا بھی آپ ہی میں ہے، ہے۔ عرصہ سے ہمارے مدارس ان شاداب پھولوں سے خالی ہوتے جا رہے ہیں، ان اوصاف میں روز افزوں انحطاط ہے، ہم کو دل پر پتھر رکھ کر سنتا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ کہنے والے نے کہاں تک صحیح کہا ہے کہ:

انھا میں مدر و خانقاہ سے نازک

نہ زعمی نہ محبت نہ معرفت نہ نگاه

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے مدارس سے جس تعداد میں لوگ فارغ ہو کر نکلتے ہیں، کبھی اس تعداد میں نہیں نکلتے تھے، لیکن زندگی پر کوئی اثر نہیں ڈال رہے ہیں۔

انقلاب انگیز شخصیتیں

پہلے اسی ملک میں خوجہ معین الدین اجمیرئی یا سید علی ہمدانی کشمیری جیسا ایک فطری بے نوا آقا اور پورے کے پورے ملک کو اپنے قدب کی حرارت اور اپنے ایمان کے نور سے

پھر دہلی، حضرت مجدد الف ثانی نے حکومت مغلیہ میں انقلاب برپا کر دیا، انیسویں کی خاموشی
مساوی کا نتیجہ تھا کہ ہم ان کے تخت پر اورنگ زیب جیسے فقیر و معشر بادشاہ کو دیکھتے ہیں،
شاہ ولی اللہ صاحب نے اس عرصے میں غرض ملک کا رجحان بدل دیا اور پورے نظام فکر اور
نئی مہم تعمیر پر گہرا اثر ڈالا، مولانا محمد قاسم صاحب نے ایک نام نہاد پختون اور پشپاتی کے دور میں
ایک بڑا اسلامی قاعدہ تعمیر کر دیا، اور علوم شریعت کو ایک نئی زندگی بخشی دی، انہی سب کے عرصہ
میں مولانا محمد الیاس نے ایمان اور جنتی جدوجہد کی ایک نئی صورت پیش کر دی، غرض

ع جہاں رائے لہریوں کو ایک مرد خود کا ہے

تاریخ دار نے فضلہ، اس دور سے خلیفہ کی کیفیات سے عاری، اور اس قوت سے
محروم ہیں، جو لوگوں کو نئے سرے سے سوچنے اور بدل جانے پر مجبور کر دیتی تھی، زمانہ بڑا
حقیقت شناس ہے، وہ صرف بلند کی سانس مٹھکتا ہے، دماغ بلند دماغ سے سامنے
نہلتے ہیں، اور خدائی اور مردوں معبود اور کرم دلوں کا لوہا مانستے ہیں، ہمارے مدارس میں
دینی انضباط بھی روز بروز کم ہوتے ہیں، افسردہ مگر بھی روپہ ترقی، مقررین اور دانشمندان کی
سب بھی مٹی میں، مگر اقبال حضرت خد

انگوں میں سرور عشق نہیں، چروپ نہیں کا نور نہیں

مدارس کی افسردہ فضا

مدارس جو کبھی طاقت اور زندگی کا مرکز تھے، اور جہاں انقلاب آفریں شخصیتیں پیدا
ہوتی تھیں، وہ مابقی افسردہ کی اور احسن کھڑکی کا شکار ہیں، آج مدارس کی تعداد میں، ان
کے طلبہ کی تعداد میں، مدرس کی کتابوں کی تعداد میں، کتب کے مندرجات کی تعداد میں
وہی انقلاب کی تعداد میں بہت بڑا اضافہ ہے، مگر زندگی کی نہیں سست اور قلب کی جھڑکن کمر
ہے، کوئی احساس درد نہ کبھی بھی اس طرف نکل جاتا ہے تو اس کا دم گھٹنے لگتا ہے، اور وہ امر
بحر عالم کو دیکھ کر کہتا ہے۔۔۔

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں خطر اب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں قرائع، کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں

لیکن اب تو مدارس کے حق میں کسی طوفان سے آشنا ہونے کی دعا کرتے ہوئے بھی
دل دڑتا ہے، آج مدارس میں طوفان کے آثار نظر آتے ہیں، لیکن یہ باہر کے طوفان کے
تھپڑے اور وہیمیں ہیں جو مدارس کے در و دیوار سے ٹکراتی ہیں، یہ باہر کے ہنگاموں اور
سطحی اور عوامی تحریکات کی صدائے بازگشت ہے، جس میں ہمارے مدارس کے طلبہ کا مقام
عکس نقال یا کہ صوت کا ہے۔

دنیا کا امام تہذیب و پیروی کے مقام پر

یہ بڑا افسوس ناک منظر، اور بڑی دلخراش حقیقت ہے کہ جو تحریکیں اور دعوتیں، جو
ہنگامے اور شور، جو انتشار و اضطراب، جو تنظیمیں اور طریقہ امتحان آج عصری درجہ ہوں
اور دنیاوی تعلیم کا ہوں، نہیں مانتے قبول ہو رہے ہیں، اور پیش پا افتادہ لوگوں نے فرمودہ سمجھے جانے
لگے ہیں، وہ ہمارے مدارس میں اب باریاب ہو رہے ہیں اور جن کو زمانہ کا محاسب، اپنے
عصر کا امام اور خود صاحب دعوت اور صاحب مقام، دیکھنا چاہئے تھا، وہ لاڈلی درگاہوں کے
قیع اور مقدمہ ہونے پر فخر کر رہے ہیں۔

کر سکتے تھے جو اپنے زمانہ کی امامت
وہ کوئی دماغ اپنے زمانے کے ہیں چہ

”راجہ مدارس کا سب سے بڑا اقتدار سب سے بڑا داخلی طاغوت بڑھتا ہوا احساس
کتری ہے، جو تکنیکی طرح اس درخت کو کھٹکتا چلا جا رہا ہے، کسی ادارہ کو اثر یہ کمینہ کم
جائے تو پھر اس کی زندگی بحال ہے۔

احساس کتہری کیوں؟

عزیز! آپ اس میں کتہری کا کیوں شکار ہوئے؟ دوسروں کا احساس کتہری دینی کماؤری، ضعف عقیدہ، اور ضعف ایمان کی دلیل ہے، جس کے خاتمے بہت پیچیدہ اور دور رس ہیں، انبیاء کے تابعین اور علمائے نبوت کے حاکمین کو اپنی کتہری اور حقارت کا احساس بتواتر اس کے قویٰ یہ ہیں کہ وہ نبوت کے مقدم سے نا آشنا اور یقین سے غافل ہیں۔ آپ تو ان ہستیوں کے ہم فکین ہیں جن کے متعلق عارفِ روی نے یہاں طور پر کہا تھا :

نخستہ وارندہ کبر سے چو شہان

چاکری خواہند از اہل جہان

ابر جن کے متعلق سعدی کے الفاظ میں یہ کہا یا فکل صحیح ہوگا کہ :

شہان بے کلمہ خسروان بے کمراند

خود شناسی و خود داری

یہ سب عزیز! چاہے آپ کے پاس جو دولت ہے اس سے دنیا کا دامن خالی ہے، آپ کے دل میں ملوث نبوت ہیں، اور وہ حفاظت ہیں جو دنیا سے تم ہو چکے ہیں، اور جن کے تم کو دے سے آج عام میں اندھیرا ہے، اضطراب، انتشار، بے ثمر و فساد ہے، آپ اپنے ان گناہ، گناہوں، ان خفیہ دوسروں، ان خفیہ جیب و دامن پر نظر نہ کریں، آپ بالکل کہ آپ کا سینہ کن دوسروں سے گھرا ہوا ہے، آپ کے اندر کیس پر کافی مستور ہے۔

ہر نمود نظر کشید تجہی وہ منی سرخ

درینند تو وہ تہات نہاد اند

آپ یا دیکھیں، تمہاری ذات کا حقیقی نسان کے اندرون سے ہے، ماحول خارجی ہر جہتی دنیا سے بہت کم ہے، تمہارے ایک نفسیاتی کیفیت کا نام ہے، احساسِ حقارت کا

نتیجہ ہے انسان کے شک و شبہ، ضعف و تدبیب، اور خود شناسی کے فقدان کا انسان خود اپنے کو حقیر و بے مایہ سمجھتا ہے، اور اس کو دھوکہ دیتا ہے کہ لوگ اس کو حقیر سمجھتے ہیں اور دنیا میں وہ بے قیمت اور ذلیل ہے، حالانکہ یہ جفاوہ خود اپنے اوپر کرتا ہے، یاد رکھیے جو خود اپنی نگاہ میں ذلیل ہو جائے اس کو کوئی با عزت نہیں بنا سکتا، اور جو خود اپنے کو اپنی نظر سے گرا دے، کسی کو اس کی بالکل ضرورت نہیں کہ اس کو اپنے دل یا آنکھوں میں جگہ دے، جس کی محجبانہ خود اپنے یہاں نہیں ہے، اس کی محجبانہ کون و مکان میں نہیں ہے، یہ زمین بقدر دل منہتی اور پھیلتی ہے، اور اس کی وسعت محضی اور بڑھتی ہے، آدمی کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اس نے اپنے کو اپنے دل میں کیا مقام دیا ہے اور اس کا معاملہ خود اپنی ذات کے ساتھ کیا ہے، اگر کسی نے اپنے کو ذلیل و حقیر، مجبور بے بس، تہی دست و بے بضاعت اور دنیا کے بازار میں بے قیمت و بے ضرورت سمجھ لیا ہے تو اس کو دنیا سے کسی انصاف اور کسی اعزاز کی توقع نہیں کرنی چاہئے، حاتم طائی نے اسی حقیقت کو اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے۔

ولیسک اکرمھا فانک ان تھن

علیک فلن تلقی من الناس مکرھا

اپنی ذات کی خود عزت کر دو اس لئے کہ اگر تم اپنی نگاہ میں ذلیل اور بے وزن ہو جاؤ گے تو پھر دنیا میں تمہیں کوئی بھی عزت کرنے والا نہیں ملے گا۔

دوستو! مجھے یقین ہے کہ ہم حقیر نہیں، صرف احساسِ حقارت کے مرئیض ہیں، اور یہ احساسِ حقارت ہماری خود شناسی اور خود فراموشی پر مبنی ہے، اس کا علاج صرف یہ ہے کہ ہم اپنے مقام سے باخبر ہو جائیں اور اپنی دولت اور سرمایہ کا صحیح جائزہ لیں، دنیا کی تبدیلی، نگاہوں کی تبدیلی، سب ہماری نگاہ کی تبدیلی کے نتائج ہے، جس دن ہماری یہ نگاہ بدلی، دنیا بدل جائے گی، اور حقارت کا یہ مہیب سایہ جو ہمارے دل و دماغ پر مسلط ہے اور ہم کو ڈرا رہا ہے کافور ہو جائے گا، کہنے والے نے کچھ غلط نہیں کہا۔

اور اگر باخیر اپنی شرفیت سے ہو

تیری پہ انس و جن، تو ہے امیر انہو

ہماری قہلم اور معاملہ تاہن میں جس اشخاص نے اپنے مقام کو پہچان لیا، وہ جن کو اس کا احساس ہو گیا کہ اللہ نے ان لوگوں کی ہوت و ہی ہے اور جس منصب پر سرفراز کیا ہے، ان کو یہ سارا مدھر پست نظر آنے لگا، ان کو سلف و حق نہیں خرید سکیں، انہیں نے دنیا کی زندگی سے بڑی پیش کش میں نہر ہمیشہ زیر سب مسکرا کر کہا۔

برداریں، دام بر سر رخ و گردنہ

کہ مختار بلند است آشیانہ

انسانی تاریخ کی آبرو و جوارہاں فروشیوں اور خود فراموشیوں کی داستانوں سے، انداز ہے، انہیں نوہ آشنا و خدا شناس انسانوں سے دم سے ہے، انسانیت کا سرا نہیں کی بدوست اونچا ہے، جنہوں نے اپنا ہمیشہ لوتی رکھا۔

نرمذگی کی آبرو و خود ابروں کے دم سے قائم ہے

عزیزانِ مرامی! اس نرمذگی کے بقا و تسلسل کے لئے جس طرح غذا اور لباس کی ضرورت، مادی ساز و سامان کی ضرورت ہے، اور لوگوں نے اس کا ذمہ لیا ہے، وہی ضرورت زندگی کے فروغ اور وقار اور انسانیت کے شرف و اعتبار کے لئے بھی ضروری ہے کہ اس مادہ پرست کو تا وہ بین نہیائیں و تقاضا و تقاضہ خیرانہ خود داری اور دنیا کے انکار اور حقارت کا بھی اکتہار ہو جاوے، اور کسی کسی خوش سے یہ سدا بھی آتی رہے کہ انفسہ و نفسی بہ مال فعا انسانى الله خير مما اتاكم بلى نعم بہلہ و شکہ نفور خون۔ جس روز یہ سدا ہا کل بند ہو جائے گی، اور سارا دنیا یا ہم کی زندگی ختم ہو جائے گی، جہاں جو ہر اور اک معلقہ ایمان اور متاع ہم سب کسی نہ کسی واسطے نکلیں گے، اور انسان جمادات اور حیوانات کی طرح ازاں اور ازاں بخت نہیں گے، اس ان پیدیا رہنے کے قابل نہ رہے گی، اور انسانیت اپنی

آپ و تائب کھوے گی، اب اس کی ذمہ داری کہ انسانیت کی خود داری اور غمخیزوں کی سرداری کی شان قائم رہے، تنہا آپ کے سر ہے، اس کی توقع ان درگاہوں سے نہیں کی جاسکتی، جنہوں نے محدہ اور پیٹ کے نصب العین سے بلند ہونے کا دعویٰ خود بھی نہیں کیا، اس کی توقع تو آپ ہی سے ہو سکتی ہے، جن کے اسلاف میں امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ جیسے فیور اور خود شناس امام گزرے ہیں جن کو حکومت عباسیہ کئی قیمت پر خرید نہ سکی، امام غزالی جیسے عالمی رست جنہوں نے حرم خلافت کے اشارہ کے باوجود نظامیہ بلدہ کی صدر مدرس جو خلافت کے بعد سب سے بڑی اعزاز تھا قبول نہیں کی، حضرت مجدد الف ثانیؒ جیسے صاحب عزیمت جنہوں نے جہانگیر کے سامنے جھکنے پر گوالیار کی اسیری کو ترجیح دی، آپ کے اسلاف میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں بھی ہیں، جن کو بادشاہ دہلی نے پیغام بھیجا کہ اللہ نے اتنی بڑی سلطنت مجھے عطا کی ہے، آپ اس میں سے کچھ قبول فرمائیں، فرمایا اللہ تعالیٰ تو بہت اعلیٰ کو ستارۃ الدنیا تکمیل فرماتا ہے پھر ایک اعلیٰ میں سے ایک ولایت آپ کے حصے میں آئی ہے، وہ کتنی ہے کہ فقیر اس کی طرف طمع کا ہاتھ بڑھائے، نواب آصف جاہ نے ایک بار نہیں ہر گز روپیہ نہ لیا، آپ نے قبول نہیں فرمایا، نواب نے کہا لے کر تاجوں کو بانٹ دیجئے، فرمایا کہ مجھ کو اس کا سلیقہ نہیں، یہاں سے نکل کر بانٹنے چلے جائیے، مگر تک پہنچتے پہنچتے تقسیم ہو جائیگا، نہ ہو تو وہاں ہو جائے گا، آپ کے اسلاف میں سے حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی بھی تھے، نواب میر خاں دہلی ریاست ٹونک نے ان کی خانقاہ کے سالانہ مصارف کے لئے کچھ مقرر کرنا چاہا تو ان کو لکھ دیا گیا کہ۔

ما آبرائے فقر و قناعت نمی بریم

یا میر خاں بگوئے کہ روزی مقدر است

آپ کے اسلاف میں مولانا عبدالرحیم رامپوری جیسے مدرس گذرے ہیں، جنہوں

نے ریاست کے جس روپیہ بازوار کو بریلی کالج کے ڈھائی سو روپیہ کی سہائی پر اور لوہے ہتہ پر ہاسٹل کو ایک معزز پروفیسری پر یہ کہہ کر ترجیح دی کہ اگر تمہارے قیامت کے دن چو چھا تو میں کیا جواب دوں گا، آپ کے اسلاف کرام میں دراعظم دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی ذات گرامی ہے، جنہوں نے علی گڑھ کے ایک دیندار رئیس کی تحفہ میں جو غالباً اس روپیہ ماہوار سے زیادہ تھی، دو روپیہ ماہوار یہ کہہ کر بھی کرا دی کہ میں دو روپیہ اپنی والدہ صلیب کو دیا کرتا تھا ان کے انتقال کے بعد یہ روپیہ فاضل ہے اور میں قیامت کے دن اس کے حساب سے بچتا چاہتا ہوں، آپ کے اسلاف قریب میں دو ایشاد پیشہ مدرسین ہیں جنہوں نے اپنے مدارس کی چھوٹی چھوٹی تحفہ ہوں اور اپنے سہا تہ اور شیوخ کے قرب پر بڑی بڑی درکاروں کی بڑی بڑی پیشکشوں کو قربان کر دیا اور عمرات اور حج میں اپنی عمر بسر کر دی، آپ کو یقیناً یہ شعر پڑھنے کا حق ہے کہ ..

اولئک آبائی فحشیں بستہم

اذا جمعنا باجریر المجامع

یہ راستہ معاشی حوصلہ مند یوں کا نہیں

دوستو! آپ اس سے یہ خیال نہ فرمائیں کہ مجھے زمانہ کی تبدیلی، ضروریات کی زیادتی، ہمتوں اور قوی کی کمزوری، حالات کے اختلاف کا کوئی احساس نہیں اور میں آپ سے اس لئے نہیں مولانا عبد الرحیم اور مولانا محمد قاسم صاحب کے ایسا روزہ کا پورا سطر ایہ کر رہا ہوں لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ آپ کا راستہ بلاشبہ ایسا روحانیت، یا سرخی الہی نے آپ کے لئے پسند کیا ہے، وہ معاشی حوصلہ مند یوں اور دنیاوی سر بلند یوں کا راستہ نہیں، اس راستے پر توفیق کثرت فی سائر مجاہدین، هذا کاطع منہای پڑے گا، اس راستے پر تولا تملقن عینیک الی ما متعابہ ازواجہ منہم زہرة الحیاة الدنیا لفتہم قبہ و

روزی دھک خیر و اچھی کاستی پڑھنا ہی پڑے گا، لیکن اس کا انجام کیا ہے وہ بھی سن لیجئے وجعلناہم ائمة یهدون بامرنا لما صبروا و کانوا بایاتنا یوفون۔ مولانا روم نے اسی مقام کی خبر دی ہے کہ

معدو را تیزا سوئے دل فوام
۳ کہ بے پردہ زحق آید سلام

زمانہ کی بے بضاعتی و تشنہ لبی

آپ کو جو احمدی کس کس کی تکلیف دے رہا ہے، اس کی کچھ توجہ یہ ہے کہ آپ اپنے مقام سے واقف نہیں، میں نے اس کو تفصیل سے عرض کر دیا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ اس دنیا سے واقف نہیں، آپ کو معلوم نہیں کہ زمانہ کس قدر بے بضاعت و تشنہ لبی رہا، اور کس قدر تشنہ لب ہے، آپ اس زمانہ کو مرعوب اور لچلی ہوئی نظر سے دیکھتے ہیں، اس لئے کہ آپ اس سے نا آشنا ہیں، آپ اس کو قریب سے دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ کس وجہ سے یوالیہ ہے اور اس کو اپنے دیوالیہ پن کا شدت سے احساس ہو رہا ہے، اس کے سب سے کھولے ٹکے، اس کے سب سے رخاؤ گئے، اس کے سب سے تشنہ لب ثابت ہوئے، اس کے سب سے فلسفے اور نظام اس کے سب سے ازم ناما کامر ہے، اس کے سب سے خواب بے تعبیر رہے، آپ کے پاس تو سوتے محرمی کے عطا کئے ہوئے جو حقائق ہیں، ان کو اپنی کم نظری سے چھین کرتے ہوئے آپ شمرہ جے ہیں کہ زمانہ سائنس اور سیاسیات اور اقتصادیات کی ترقی کا ہے، لیکن دنیا کا حال یہ ہے کہ آج وہ انہیں کے لئے چربا و چرہ شرم بر لو ہے، آج قومیں ان لوگوں کے انتظار میں ہیں جو ان کو زندگی کا نیا راستہ بتائیں، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام نیا بت سنا کریں۔

ہم آبرو ان حضرات سر خود نہا وہ برکف

با میدان کہ روزے بٹکار خواہی آمد

اصل متاع علو منانیا

آپ جن باتوں کو مذکور کی سمجھتے ہیں اور جن کو آپ نے کوئی وقعت نہیں دی، میں نے ان سے ناگہانہ فاضلہاں کو ان پر سر دھتے دیکھا ہے، جب ان کے سامنے تجسیم کو بتائی ہوئی باتیں لی گئیں تو یہ مہوہ ہو کر جھپٹے نہیں بلکہ ہنسی سے خطاب کیا ہے۔ ہاں ان کے کان اس سے نہ آتے تھے، آپ دیکھنا کہ بازار میں اتنی کھال اور اتنی مٹھنوں سے بھرا ہے جتنے ہیں، پھر اس کا کیا فائدہ کہ وہ جھپٹا اعتنا و ردت الیہ کیا کریں آپ کے سامنے ان کے دیتی ہے، دیتی ہے، دیتی ہے، آپ سے امیدوار ہے کہ آپ انہیں علیہہ السلام کی اتنی ہونی اطلاعات اور کتابت سے بہرہ ور ہو جائیں، انہیں آئی جی ان کے سامنے نہ بٹھانے کے لئے تیار ہے، اس کے سامنے اب بھی اس نے سامنے سر نہوں ہیں، جیسے چھٹی صدی مسیحی کے مہوہ، ماحول میں سرنگوں تھے، دقتیں آپ کے پاس یہ نہ ہوں نے طبعیات و فطریات و فطریات پر نہ چند اور باتیں ہیں، اس کے مقابلے میں یورپ کے پورے مافکس اور تجربات و مشاہدات کی ایک دنیا ہے، یہ بھی دائرہ ہے کہ آپ آتی یورپ کو یہاں کی فاضلہ موقوفہ فلوں اور مقاربت کی و قیہ لچھوں۔ یہ مہوہ نہیں کر سکتے، ان کی زندگی ختم ہو گئی ہے، اور وہ اپنی طاقت کو بیلے ہیں لیکن آپ کے پاس یہ مہوہ ہمہ اسام سے لائے ہوئے جو مہوہ اور حقائق ہیں، یورپ و ایشیا اس سے اب بھی محروم ہے، اس کے پاس آپ کے علمی انگریزی مافیہ اور آپ کے علمی دائرے کا پتہ نہ چوہ جواب ہے لیکن انہیں علیہہ السلام کے تجربات کا جواب نہیں، آپ اپنی اہم قوت اور حقیقی قوت لے کر نہیں اور پورے اعتماد و یقین کے ساتھ زندگی کے میدان میں آئیں، اس میدان میں آپ کا کوئی حریف نہیں، آپ نے اس میں اپنی قوت کے جوہر امتداد اور پیچھا ہے، آپ کے پاس علم و حقیقت کو جو سرچشمہ ہے، آپ کو اس بات پر اسی سے نسبت نہ ملے گی حاصل ہے اس کے بعد آپ اس سے بڑھ کر جو

عجب کیا کر رہا پر دیں مرے فحش ہو جائیں
 کہ برقعہ اک صاحب دولتی بستم مر خورا
 دو دکانے نیل ختم ارشل مولائے کل جس نے
 شہار رنو کو بخشا فردہ غ ولدی سینا

علوم اسلامیہ کا زندگی سے ربط و تعلق اور اس کے لئے ہمارے اسلاف کی کوششیں

عزیزان گرامی! میں نے عرض کیا تھا کہ آپ کے تعلق کا ایک سر و نبوت محمدیؐ سے ملتا ہے، اس سے آپ پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، میں نے ابھی تک اسی کی تفصیل بیان کی ہے، اسی کے ساتھ یہ عرض کیا گیا تھا کہ آپ کا دوسرا ذمہ زندگی سے ملتا ہے، اب میں عرض کروں گا کہ اس کی کیا ذمہ داریاں اور تئاریاں ہیں، اور آپ اس کے حقوق و فرائض سے کس طرح عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔

عزیزو! اور دستو! نبوت نے جو علوم و حقائق اور جو اصول و ضوابط عطا کئے ہیں، ان میں ایک شوشہ اور ایک نقطہ کی ترمیم ممکن نہیں، آپ کے اسلاف کا یہ تجدیدی کارنامہ ہے کہ انہوں نے ان میں کوئی تحریف اور کوئی تبدیلی نہیں ہونے دی اور اس ذخیرے کو ہمارے ہاتھوں تک بے کم و کاست پہنچو دیا، لیکن اسی کے ساتھ اس حقیقت کو یاد رکھیے کہ ہمارے انھیں اسلاف نے ہر دور اور ہر عصر میں اس ذخیرے کو زندگی میں منتقل کرنے کی کوشش بھی جاری رکھی، انہوں نے اپنی ذہانت اور محنت سے اس ذخیرے کو ایک زندہ قابل عمل اور نمونہ پر ذخیرہ ثابت کیا، انہوں نے اس کی ایسی ترجمانی اور تشریح کی کہ ان کی معاصر تسلوں کے مانگوں نے اس کو بامعانی قبول اور مقبوم کر لیا، اور ان کو اپنے زمانہ اپنی عقلی سطح اور اس ذخیرے کے درمیان کوئی تفاوت اور فاصلہ محسوس نہیں ہوا، ان میں اصل

شریعت، مقاصد دین، اور منصوبات کے بارے میں پہاڑوں کی سی مستقامت، اور فولاد کی سی صلابت تھی، لیکن اس کی تعبیر و تشریح میں، اس کی توضیح و تفہیم میں شاخ و گل کی سی لچک اور رشک کی سی نرمی تھی، ان کا عمل دراصل میدانِ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی اس حکیمانہ ہدایت پر تھا، کہ کلمہوا الناس علی قدر عقولہم اہریدون ان یکذب اللہ ورسولہ۔ اس لئے انہوں نے ہر زمانہ کی عقلی سطح کے مطابق دین کی تشریح و ترجمانی کا فرض انجام دیا، اور اس زمانہ کی نفسیات و ضروریات کا لحاظ کیا، تیسری صدی میں ماسون و مستعم کی سرپرستی اور یونانی علوم کے اثرات سے معتزلہ و مانعوں پر چھائے تھے، اور عقلیت کے واحد نمائندہ تصور کئے جانے لگے تھے، معتزلہ زمانہ کا فیضان اور روشن خیالی کی علامت بنتا جا رہا تھا، اس وقت امام ابو الحسن اشعری نے معتزلہ کی اس عقلی اجارہ داری کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، اور شریعت و سنت کی حمایت و نصرت اور عقائد اہل سنت کا اثبات اسی زبان، انھیں اصطلاحات اور اسی اسلوب میں کرنا شروع کیا، جس کے مہارے معتزلہ نے اپنا علمی تفوق اور فنی سیادت قائم کی تھی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی مدت میں معتزلہ کا یہ عقلی ظلم ٹوٹ گیا، اور سنت و شریعت کے حلقوں میں جو احساس کمتری تیزی سے پھیلتا جا رہا تھا وہ دفعتاً رک گیا، ابو بکر بن امیر نے اس قول پر کہ ”معتزلہ نے بہت سراٹھایا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلہ کے لئے شیخ ابو الحسن اشعری کو پیدا کیا، انہوں نے اپنی ذہانت و استدلال سے ان کو بند کر دیا۔“ اس کا رتا مدہ کی بنا پر ابو بکر اسماعیلی جیسے بھرپور نے ان کو مجروح و ممت میں شمار کیا ہے۔

امام ابو الحسن اشعری کے بعد ان کے مکتب خیال کے علاوہ ان کے کام کو جاری رکھا، اور قاضی ابو بکر باقلانی، شیخ ابو الخضر اسلمی جیسے متکلم، اور علامہ ابو الخضر شیرازی اور امام الحرمین جیسے مدرس و استاد پیدا ہوئے جنہوں نے اہل سنت کا علمی تفوق قائم رکھا لیکن اس عرصہ میں یونان کا علمی ذخیرہ عربی میں منتقل ہو چکا تھا اور باطنیوں اور فلاسفہ نے مل کر

فلسفہ کو تقدیس و عصمت کا جامہ پہنا دیا تھا اور وہ عقلیت و حق کا معیار بن گیا تھا، اور ہر علم کلام کے حق میں جس کو سب سے زیادہ زمانہ شناس اور بیدار مغز ہو، چاہے تھا جو وہ عقیدہ سرایت کر گئی تھی، علماء کلام کو نہ صرف اس پر اصرار تھا کہ اشعری و ماتریدی عقائد کو تسلیم کیا جائے بلکہ اس پر بھی اصرار تھا کہ عقائد کو ثابت کرنے کے لئے بھی وہی مقدمات و دلائل اور وہی الفاظ و اصطلاحات استعمال کئے جائیں جو اشعرہ و ماتریدیہ نے استعمال کئے ہیں۔ حالانکہ زمانہ نئے دلائل اور نئے طرز استدلال اور نئے اجتہاد کا طالب تھا۔ امام ابو الحسن اشعری کا دور فلسفہ کا دور طفولیت تھا اور عالم اسلام میں اس کا نیا نیا قد و رف ہوا تھا، پانچویں صدی میں وہ اپنے شباب کو پہنچ چکا تھا اور زندگی میں اپنے بچے گزرا چکا تھا، اس وقت ایک نئی شخصیت، نئے اجتہاد، ناز و دباغ، در نئے علم کلام کی ضرورت تھی، اس کے لئے انتظام خداوندی نے امام غزالی کو تیار کیا، امام غزالی نے اپنی تصنیفات میں اصول و عقائد اسلامیہ پر نئے انداز سے گفتگو کی اور ان کے ثبوت کے لئے ایسے مقدمات و دلائل قائم کئے جو اس زمانہ کے لحاظ سے زیادہ موثر اور اپنے اثر کے لحاظ سے زیادہ دلنشین و دل پذیر تھے، ان کے استدلالی اور طریق بحث نے دین کا نیا وقار اور اس سنت کا نیا اعتبار قائم کر دیا، اور ہزاروں بے چین اور مضطرب دماغوں کے لئے وہ سکون و یرقان کا باعث ہوئے اگرچہ علم کلام کے حلقہ نے اس وقت ان کی اس اہم دینی خدمت کی داد نہیں دی بلکہ علم کلام کی پرانی لکیر سے بیٹنے کی بنا پر ان پر اعتراضات کئے جن کا جواب امام صاحب نے فی فصل الصوفیۃ بین الاسلام والبدعۃ میں دیا ہے، انہیں باآخر امام اسام نے ان کے اس مجددانہ کارنامہ کا اعتراف کیا، امام صاحب نے فلسفہ کا جواب دینے کے لئے اس کی ضرورت سمجھی کہ وہ فلسفہ کے اصلی مآخذوں کا براہ راست مطہد کریں اور اس پر ہی تنقید کرنے کا اشتہاق پیدا کر لیں، چنانچہ انہوں نے دو سال تک (کر) جیسا کہ المفسد من الضلال میں دیکھتے ہیں، فلاسفہ کے رسوم کا ہر مطالعہ کیا، اور باطنیہ کے عقائد و

خیالات سے واقفیت پیدا کی، پھر انہوں نے اول مفاہد الفلاسفہ، پھر تہذیبات الفلاسفہ، تھامس، تھامس، الفلاسفہ میں انہوں نے نیا کام یہ کیا کہ ابھی تک متکلمین اسلام کی طرف سے مدافعت، جواب دہی کیا کرتے تھے جو ہمیشہ سے ایک کمرور طریقہ ہے۔ امام غزالی نے پہلی بار فلسفہ کے شیش محل پر سنگ باری کی، ان کے اس تہذیب کا اثر یہ تھا کہ بقول مغربی مورخین فلسفہ سو برس تک فلسفہ کی عمارت ان کے حملہ سے متزلزل رہی اور تقریباً نوے سال کے بعد فلسفہ کے حلقہ نے ابن رشد کی کتاب تہذیبات الفلاسفہ کی صورت میں امام غزالی کی کتاب کا جواب پیش کیا۔

امام غزالی نے بعد اس کی ضرورت تھی کہ فلسفہ کی بنیادوں پر منظم حملہ ہو اور نفس فلسفہ کو اعتراضات کے تیروں سے چھلکی کر دیا جائے اور ثابت کیا جائے کہ فلسفہ کا سارا نظام قیاس آرائی اور بازیابی سے زیادہ نہیں، اس کے لئے فلسفہ سے بڑی گہری اور وسیع واقفیت، ایک بڑے فائدہ مند اور ایک بڑے جری اور خاتور قلم کی ضرورت تھی، اس کام کے لئے شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ بڑھے، جو ہر طرح اس کے لئے موزوں تھے، انہوں نے اپنے مختلف رسائل، بالخصوص اپنی تصنیف الرد علی المنطقیین میں فلسفہ اور اس کے پودے، نظام فکر کو بے اعتبار ثابت کر دیا، ان کی مجتہدانہ کتابیں اب بھی ذہن کو نئی غذا، قلوب کو نیا اعتماد اور فکر کو تازگی اور نشاط بخشی ہیں۔

ادھر فلسفہ اور عظیم کلام دونوں نے مل کر جو ایک عقلی ظاہریت اور علمی سلسلہ پیدا کر دیا تھا اور عالم اسلام میں اس کے اثر سے یہ غلط خیال پیدا ہو گیا تھا کہ صداقت، یقین حاصل کرنے کا راستہ صرف استدلال و فکر ہے، اس کے خلاف مولانا جلال الدین رومیؒ نے فلسفی جہاد کیا، ان کی زندہ و جاوید مشنوری و حقیقت ساقویں صدی کے عقلی بحران کے خلاف قلب و روح کی ایک دلکش صدائے احتجاج ہے، اور نہ صرف عظیم کلام کی ایک مجتہدانہ تصنیف ہے بلکہ نئے عظیم کلام اور نئے استدلال کی بنیاد ہے۔ انہوں نے عقائد و تحائف اسلام کے

ثبوت کے لئے نئے نئے دلائل اور نئی نئی مثالیں دی ہیں۔ جو بیک وقت قلب و دماغ دونوں کو متحرک کرتی ہیں اور دونوں کی سلوٹوں کو دھڑکتی ہوئی دلچسپی و جاذبیت سے جاتی ہیں، اس کتاب کی تاثیر ابھی تک باقی ہے اور فلسفہ زدہ حلقوں میں اب بھی اس کے تیرے خطرات ہیں۔

مولانا روم اور حافظ ابن عربیؒ کے بعد فلسفہ نے نئی کڑی دی، اب وہ تصوف و اخلاق کی سرحدوں میں بھی ٹھس آیا اور سیاست اور انتظام میں بھی دخل دینے لگا، اب اس کی تردید کے لئے تجربات ہیات کے مباحث اور علم کلام کی کاوش کافی نہ تھی، اب فلسفہ کے ہم گیر اثرات کا مقابلہ وہ کر سکتا تھا جو یونانی اہل ہیات کے ساتھ یونانوں کے علم اخلاق، مصر کی افلاطونیت جدیدہ اور اشرقی، ہندوستان کے جوت اور قرون وسطی کے سیاسی خیالات پر بھی، قد انظہر رکھتے ہو، اور فلسفہ و تصوف، علم اخلاق اور علم ایست اور اسلام کے معاشی اصول اور نظام مالیات پر بھی اس کا واحد وسیع اور نظر ثبوت ہو، اس موقع پر شاہ ولی اللہ کی شخصیت نمودار ہوتی ہے، جنہوں نے جوہ اللہ المباحذہ اور ازالۃ الخفاء ملاحظہ کر اسلام کی عظمت اور مدد اہل وقت کا نقشہ قائم کر دیا، ورنہ علمی حلقوں میں اسلام کی نئی علمی ساکھ، علوم اسلامیہ کی زندگی کا ثبوت اور طریقہ عناد کا قارقائے قائم کر دیا۔

۱۸۵۷ء میں انگریزی حکومت کے تسلط سے نئے نئے فتنوں نے سر اٹھایا، عیسائی مبلغین نے اسلام پر عنانید حملے شروع کر دیئے اور علماء اسلام کو دھوکہ دیا، پادریوں کا جواب دینے کے لئے لٹرائٹل ان کی تقاسیر اور ان کی تاریخ تدوین اور مسیحیت و اسلام کے مابین التفرع مسائل و مباحث کی بر اور است مطالعہ کی ضرورت تھی، اس موقع پر ملاحظہ علماء دینی کے ایک فرمولہ تار حمت اللہ صاحب کیرالوی حمیدان میں آئے اور انہوں نے اظہار الحق اور زلزالہ ہام عیسی کتابیں لکھ کر مسیحیت کی اشاعت میں ایک سنگ گراں دکھ دیا، یہ کتابیں ہندوستان سے لے کر مصر و ترکی تک اپنے موضوع پر بے غیر بھی جاتی

میں، اور ابھی تک ملتا جواب ہے۔

دوسری طرف آپوں نے جن کو حکومت وقت کی شہرہ طعنی تھی اسلامی عقائد و اہمیت پر نیا حملہ شروع فرمایا اور مصدقہ عالمہ قدس ذات و صفات، کلام الہی، میت بعد الموت اور کائنات قبلہ اور حیات نبوی پر عقلی اعتراضات کرنے شروع کئے۔ ان کے جواب میں تو قدیم کائنات و اس پر عروج و گدگد کر تھے، نہ قدیم مقدسات اور قدیم اسلوب موثر تھا، حضرت مولا محمد قاسم نانوتوی نے ان کے جواب کے لئے ایک نیا عظیم کلام تیار کر دیا۔ انہوں نے روزمرہ کی ہلکی زبان میں چھوٹی چھوٹی مثالوں اور عام فہم دلیلوں میں بڑے بڑے علمی مسائل سمجھائے اور بڑے بڑے مباحث کا فیصلہ کیا۔ تقریر دلپذیر جیت الاسلام، آب حیات اور قبلہ نما ان کی ذہانت و سماج فہم اور دقیقہ شناسی کا بہترین نمونہ ہیں، دوسری طرف اسی صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے شروع میں پنجاب میں ایک فتنہ کھڑا ہوا۔ یہ نبوت محمدی کے خلاف ایک سوچنا کھنکھتی بغوت تھی اور اسلام کے پورے اعتقادی اور علمی و فکری نظام کو ڈانٹا مٹ کرنے اور خدا نخواستہ اس کے سلب پر ایک نئی نبوت اور امامت کے قہر کی تعمیر کی کوشش تھی، اس کے مقابلہ میں چند مخلص و باایمان فکرمندان و مریدان میں آئے، جن میں مولانا سید محمد علی سولکیر، علامہ اقبال، مولانا سید نور شہید، علامہ اور کام سب سے زیادہ روشن ہیں۔

زندگی کی رفاقت اور زمانہ کے تقاضوں کی تکمیل

یہ ساری تفصیل اس لئے سنائی گئی کہ آپ اندازہ کر سکیں کہ علماء اسلام کی ذہانت اور جذبہ خدمت نے کسی منزل پر قیام اور تکیہ کا فقیر بننا گوارا نہیں کیا، انہوں نے علم کے چلنے پھرنے کو فلاح کا ساتھ دیا۔ ان کا ہاتھ زمانہ کی بغلی سے کبھی جدا نہیں ہوا، ان کی نگاہ زندگی سے بدلنے دوئے تیروں سے کبھی ہٹتی نہیں، انہوں نے اسلام کی خدمت کے لئے جس زمانہ میں جس چیز، جس طرز اور جس اسلوب کی ضرورت تھی، بلا تکلف اختیار کر لیا۔

انہوں نے اسلام سے وفاداری اور دین کی خدمت گزاری کا عہد کیا تھا انہوں نے کسی عرصے فکر کسی مطلب خیال اور کسی انداز فکر سے وابستگی کی قسم نہیں کھائی تھی، ہندوستان و عصر میں جب اسلام پر تھن و تہذیب اور تاریخ و ادب کی راہ سے حملے شروع ہوئے اور مغربی مصنفین اور مستشرقین نے اسلام کی مستند شخصیتوں اور اس کے معیار کی عہد پر اعتراضات کئے اور اسلام کے خدا و خالق کو ہکا بکا کرنا شکل میں پیش کیا تو جہ علماء دینی میں سے ایسے اہل قلم اور ادیب و مصنف آئے بڑھے جنہوں نے ان مضامین پر ایسی کتابیں لکھیں جو نہ صرف اسلامیات بلکہ اردو ادب میں بھی یادگار ہیں اور جنہوں نے جدید تعلیم یافتہ اصحاب میں سے ہزاروں کو نیا وطنیان اور دماغی مکمل عطا کیا اور نہ صرف ان کا مذہب دور ہوا بلکہ اسلام سے حقیقتی پیدا ہوئی۔ مولانا شبلی کی الفاروق، الجزیہ فی الاسلام کتب خانہ اسکندریہ اس سلسلہ کی کامیاب تصنیفات ہیں۔

نصاب تعلیم کے تغیرات

خود آپ کا نصاب تعلیم اس حقیقت کا گواہ ہے کہ علماء اسلام نے کسی ضرورت کے تسلیم کرنے اور کسی مفید و ناگزیر چیز کو قبول کرنے میں کبھی جس و پیش نہیں کیا یہ نصاب عہد بہ عہد تبدیلیوں اور مختلف علمی و عقلی رجحانات کا نمائندہ ہے، اس میں ہر دور میں اضافہ و ترمیم ہوتی رہی ہے، صرف یہ سو برس کا زمانہ ایسا ہے جس میں اس نصاب میں کم سے کم تبدیلی ہوئی ہے حالانکہ یہی زمانہ اپنی سیاسی و فنی تبدیلیوں کی بناء پر جو بڑا ضروری تبدیلیوں کا سب سے زیادہ مستحق و متقاضی تھا۔

دین کی نمائندگی کے لئے متنوع صلاحیتوں کی ضرورت

عزیز! اس عہد انقلاب میں دین کی نمائندگی و تعیسات اسلام کی ترجمانی اور نہ صرف ان کی تشریح و تفسیر بلکہ ان کی ہندی و برتری کا نقش قائم کرنے کے لئے بڑی وسیع

تیار ہوں اور ہوش مشغول صلاحتوں کی ضرورت ہے۔ آپ اسام کے سپاہی ہیں اور زندگی کے معرکے سے لئے تیار رہ رہے ہیں انکی فوجی تربیت کا ادارہ آپ کی تیار کرنے والی فوج کے لئے سب سے زیادہ نامور ہے۔ سب سے زیادہ خطرناک بارش اندھیم وجہ یہ اعلیٰ اور صحتی جنگ کی بحث ہے، سپاہی نے سے نہ کوئی پتھیر رقدیم ہے، جدید اس کو تو یہ لینا ہے کہ یہ ان جنگ کے لئے کون سا ہتھیار کارفر ہے اور کون سا طریق جنگ موزوں، تیار ہونے والے سپاہی کے لئے تعصب کی کوئی گنجائش نہیں، اس کے کسی خاص اصول سے روشنی ہے نہ کسی خاص جنگ سے، اس کو تو قریب ضروری سمجھ سے مسلح ہونا چاہئے۔ عرب شاعر نے بہت پہلے کہا تھا...

کل امری یسعی الی یوم الہیاج بما استعدا

نئی تحریکوں سے گہری اور ناقہ اندہ واقفیت کی ضرورت

مغربی انسانی رائے آپ کو نئے فتنوں سے واقف ہونا چاہئے، مگر سطحی واقفیت عدم واقفیت سے زیادہ مضر ہے۔ آج ہمارے مدارس میں فیشن کے طور پر بعض تحریکوں اور نظاموں کے نام لئے جاتے ہیں، لیکن ان کے متعلق بہت کم معلومات ہیں، ناقدانہ نظر اور تحقیق کا مطالعہ تو بڑی چیز ہے، ان کی ابتدائی حقیقت سے بھی واقفیت نہیں، ضرورت ہے کہ ماہرین فن اور ائمہ نقد و نظر کی نگرانی اور رہنمائی میں ان کا مطالعہ کیا جائے، ورنہ عدم کے اقدام کی برتری ثابت کی جائے، یہ کام مشکل ہے لیکن ضروری ہے، اگر یہ مدارس کے ہر شاگرد میں منتظم طریقہ پر نہ ہو تو وہ غیر منتظم طریقہ پر ہوگا۔

مطالعہ کی مشکلات و ذمہ داریاں

تجربے مدارس میں نئے مطالعہ کا رجحان بھی بڑھ رہا ہے، مگر مجھے اس کا افسوس ہے کہ نئے اساتذہ کی ذمہ داریاں وہاں ہیں، کوئی پیروی اور گہرائی نہیں ہے، عصری مطالعہ کا ادبی

اور عمر بے تکلف کہنا ہوں کہ وہ اس قدر آسان اور سہری کام نہیں، جتنے سمجھ لیں گے۔
اس کے لئے کہہ ہوں گے صحیح انتخاب و ترتیب پر پوری رہنمائی اور محنت سے شیرینی رفاقت
کی ضرورت ہے۔ پھر اس سے پہلے اس کی ضرورت ہے کہ ادراک تیار ہو جائے جو اس
مطالعہ سے فائدہ اٹھائے۔ مصوعات میں صحیح ترتیب و نظام قائم کر سکیں اور ان کو صحیح طور پر
استعمال کر سکیں، اگر یہ ذہنی صحیح تعلیم و تربیت اور مائتدہ کی محبت سے تیار ہو گیا تو وہ ہر
طرح کی پرچی چیزوں سے کام لے گا، وہ مصوعات کے مواد خام سے کارآمد مصنوعات اور
تعمیم بنائے گا، اور اب بتا رہے ہیں معلومات نامہ، یہاں تک کہ بہت سی غیر متعلق
چیزوں سے دین کی نصرت اور خدمت کا ایسا موثر اور تحریرات انبیز کام لے گا جو بعض
اوقات خاصہ دنیا کی چیزوں سے نہیں ملتا، اس وقت میں بین فرٹ و دم لیا
حاصل کیا سنا تھا للہ شاہیں کی حقیقت کا ظہور ہو گا، آریا نہیں ہے، دین کی دنیا میں
قلب و دماغ میں متکلم نہیں ہوئی ہیں، ان کی اور ذوق خاصہ ہے۔

ہرچہ کیر و مانی نہشت شود

کا صدق ہو گا۔

ملک کی زبان و ادب سے ربط و تعلق

اس موقع پر میں دو اور حقیقتوں کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

ایک حقیقت یہ ہے کہ کسی ملک میں دین کی خدمت و شجاعت اور وہاں کی زندگی پر
مؤثر انداز ہونے کے لئے ضروری ہے کہ دین کی خدمت کرنے والوں کو اس ملک کی زبان
و ادب کا صدق شہر ذوق ہو، اور وہ مذہق، عظیم اور معیار صحیح کے مطابق اس میں نگاہ و خیال
کرنے کی قدرت، پیشانی جاکتی زبان اور شکلات انداز زبان میں تصنیف و تقریر کی قابلیت
رہنے والوں، دین کی دعوت اس وقت بہت مؤثر ہو جاتی ہے جب اس میں دل و زبان اور
ایک بڑی کئی دور و دریا ایک لہری تھیانی حقیقت اور امر واقعہ ہے کہ خیال و عظیم اور انداز

اپنی قوم کو خطاب کرنے اور ان کے دل و دماغ میں نفوذ کرنے کے لئے بہترین زبان دینی گئی بقرآن مجید میں کہا گیا: **انما النولہ قرآنہ عربیاً لعلکم تعقلون** کہیں فرمایا گئے: **بللسان عربی** کہیں ارشاد ہوا: **وحا ارسلسنا من رسول الا بللسان قومہ** اہل فکر سمجھتے ہیں کہ زبان القوم سے مراد صرف اتنا ہی نہیں کہ وہ ان کو سمجھ سکا اور ان کو سمجھ سکتا ہو، بلکہ اپنے زمانہ کے اعلیٰ سے اعلیٰ لسانی اور ادبی معیار پر پورا اترتا، بلکہ سب سے فائق ہو، اس کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ اس کے بعد بھی فرمایا **لیتبین لہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** نے فرمایا **انما الفصح العربی**.

آپ جانتے ہیں کہ جن لوگوں نے اسلام کی تاریخ و اصلاح و تجدید میں کوئی بڑا کارنامہ انجام دیا اور مسلمانوں کے خیالات و رجحانات پر گہرا اثر ڈالا، وہ عموماً زبان و قسم کی طاقت رکھتے تھے اور ان کی تصنیفات یا تقریروں میں فصیح ادبیت اور بلاغت ہے، حضرت شیخ جیلانی کے سوا عداً آج بھی زور بہان اور خطابت کا نمونہ ہیں، امام ربانی کے مکتوبات اپنی ادبیت، زور اور طاقت، سلاست اور بے تکلفی میں ابوالفضل اور فیضی کے انشاء پردازوں سے کہیں بڑھے ہوئے ہیں، شاہ ولی اللہ صاحب کی جتے اللہ الباقی عربی انشاء اور علمی زبان کا ایسا نمونہ ہے کہ مقدمہ ابن خلدون کے بعد سے ان صدیوں میں اس سے بہتر نمونہ نظر نہیں آتا۔ شاہ صاحب کی فارسی میں بھی خاص حلاوت اور سلاست ہے، از قوت نغما، کے بعض نکلے ادبی شدہ پارے ہیں، یہ اس وقت کی باتیں ہیں جب عربی اور فارسی اس ملک میں مسلمانوں کی تعلیمی اور علمی زبان تھی اردو کے رواج کے بعد خود شاہ صاحب کے فرزندوں نے اردو میں تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا، شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ دہلی کی کھسالی زبان کا بہترین نمونہ ہے اور اپنی ادبی خوبیوں اور استثناء کی بناء پر اردو کے کلاسیکل ادب میں خاص و بجا رکھتا ہے، مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب کی اردو تصنیفات میں ایسی سلاست، سادگی اور برہنہ پائی جاتی ہے کہ دینی علمی مضامین اردو

ذوق پر ہر شخص کو لے پاتے، اس ملک میں عرصہ دراز تک زبان و لہجہ کی قیادت ملتان،
 حماہ کے ہاتھ میں رہی اور وہیں اس ملک کی ادبی و ہنسی کرتے رہے، خواجہ الغافل حسین
 حالی، مولوی نذیر احمد، اہوی، اور مولانا شبلی نعمانی اور ادیب کے معماروں میں شمار کئے
 جانے چاہئیں، علماء نے اپنی حاشیہ ذوق، سلاسل طبع علی غنیمتی اور انشاء پر داری، کئے ایسے
 نمونے چھوڑے ہیں جو اردو کا قیمتی سرمایہ ہیں، مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی رحمۃ
 اللہ علیہ کے مضامین اور مولانا سید عبدالحی باغلمندوۃ عسکرا کا تذکرہ گل رعنا اور تاریخِ پاک
 امارہ و سفر کا ایسا نمونہ ہے جس میں تاریخی ثقافت و مسرت اور ادبی باخسین اور ریاضت پسندوں
 - پسندوں، اور پادشہان، مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اردو کو اپنی علمی
 تحقیقات اور ادبی مضامین سے تراجم کر دیے۔ ان کی کتابیں اب بھی اور بہت دیر تک
 اندکھل میں غیر راور ادیب و دانش کا معیار رہتی جائیں گی۔ اسی طرح مولانا ابوالکلام آزاد کی
 تحریروں نے اردو کو ایک نئی طاقت اور نیا اسلوب بخشا، البتہ ان کے بحرِ حلال نے نیک
 وقت میں سما سے ہندوستان کو سکور کر لیا تھا، اب بھی ان کا ایک ایسا ادبی مقام ہے جو
 انہیں کے ساتھ خصوصاً سے سماؤں کی، سید زعفرانی اور زمانہ شناسی کا نتیجہ ہو سکا، حماہ پر
 اس ملک کی تعمیر و ترقی سے ملحدت اور اس کے رجحانات و جذبات سے بے خبری کا التزام
 نہیں لگایا جا سکا۔ انہوں نے اس ملک میں بھی جریدہ بخنے کی کوشش نہیں کی، انہیں
 ہر بے اسلامی ملک کی طرح دوزخ سے بے کاروائی سے بچھڑے نہیں، انہوں نے اپنی
 محنت اور ذہنی مقاصد کے لئے وہی زبان استعمال کی جو اس ملک میں رائج تھی اور جو ادبی
 محنتوں میں اثر رکھتی تھی، ہمیں ان روایات و قائم رکھنا چاہئے، اور اس مقصد کے لئے ان کی
 حفاظت کرنی چاہئے، ہم ان کو اب بھی دین کی مؤثر خدمت انجام دینا چاہتے ہیں اور اپنے
 عقائد و خیالات کو ہمہ ادوار تک پہنچانے چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی تصنیف و تقریر کے لئے
 خلقت و سنس زبان اور نیا اسلوب اختیار کرنا پڑے گا، اور اپنی تصنیفات و مضامین اور

تقریباً نو سو اپنی معیار پر انہی کے چار سو زبانوں میں کام کر رہا ہے۔ یہ نہایت کم ہے۔
خلاف ہے۔ ناموں کی روایات کے بلحاظ عربی کے میں سے ایک ہے۔

عربی زبان پر قدرت

اس کی وجہ یہ ہے کہ عربی زبان اس وقت ایک زندہ اور طاقتور زبان ہے۔ عرب ملکوں میں وہ اپنے پورے عرب میں اور شیبہ پر ہے۔ وہ تصنیف و تالیف، خطابت و تقریر، سیاست، معیشت، علم و فن، اور امور قانون کی زبان ہے۔ وہ پورے طور پر کھڑی ہے۔ تمام عربی علاقوں میں ایک قانونی یہ چلتی ہوئی ہے کہ قدیم عربی زبان آئیسہ حدیث و فقہ میں مذکور ہے اور وہ نہیں پائی نہیں جاتی۔ عربی کے نام سے بالکل ایک ہے۔ یہ زبان دنیا کی ہوتی ہے۔ اس میں زیادہ تر انگریزی، فرانسیسی کے عربی و فیصل الفاظ ہیں۔ اس علاقہ میں نے اور سے بہت سے عربی زبانوں کی عمر میں نے متوش اور یوں کہا ہے۔ آپ سب پر وقتاً درتیں تو میں پورے مشرق کے رسم و عرس کروں گا کہ یہ عربی کا نہیں دیکھ سکتی۔ اس وقت عربی زبان اسی عمر اور اسی قلم شرق وسط میں استعمال کرتے ہیں۔ وہ قرآن و حدیث اور ساری کتب اسلام کی زبان سے زیادہ سے زیادہ قریب ہے۔ نئی نئی کتابوں کے لئے نئی زبانوں نے عربی کے قدیم ذخیرہ و قرآن و حدیث سے الفاظ نکال لئے ہیں۔ اس سلسلے میں عربوں نے بڑا کام انجام دیا ہے، وہ حیرت انگیز بھی ہے۔ اور دنیا میں دیکھی نہیں۔ پرتو میں کے حصہ سے بعد سے جو عربی الفاظ عربی زبان میں داخل ہوئے تھے وہ ایک ایک کر کے اپنے اصل سے کٹے اور ان کی جگہ پر خالص عربی الفاظ رکھے گئے۔ اس وقت ان ملکوں کو لسانی اور لپی۔ دیار کا بلند ہو گیا ہے، اور صحت و شادمانی کے عربی کے خزانہ عامہ کے لئے اور کوئی وقت نہ ہو کر دیا ہے کہ اب عربی میں کام کرنے کے لئے بڑی تیارگی ہو رہی ہے۔ یہ ہے۔ اور یہ مدد میں جس انداز پر عربی زبان، ادب کی تعمیر ہو رہی ہے۔ اس لئے ہمارے ملک میں کوئی بھی خدمت یا دعوتی کام ناممکن ہے۔ اگر آپ

کونہی دنیا میں دین کی دعوت و تبلیغ کا کام تھا۔ دین سے یا بعد ہستان کی دینی دہمی
تحریرات کا تقاضا تھا۔ ان دنیاؤں کے لئے بڑے پیمانے پر تیاری کی ضرورت نہ تھی۔
اب بعد ہستان ان علوم کے علمائے بزرگ تھے، دنیا کی ریاست میں ترقی و ترقی و ترقی
بہت حاصل ہے اور یہ امر سے بڑھتی جا رہی ہے۔ ایک مہمان نے تھوڑے فاصلے سے دوڑ
نہی عام کا قلب اور اس کا حساب ہے۔ اور شرق وسط سے واپس آئے ہیں۔ اور دین اور
مہمانوں کی کج فہمی کے لئے کھانے سے عوام کے شرمناک کیا ہے۔ ان کے فتنے میں پنا
ہو گا۔ اس ملک کے فتنے میں ان نے اس پہلوانی عرق بھی پیا۔ یہ عوام میں خصوصی
توجہ کی ضرورت ہے۔ زبان واپس آئے اور تحریک چلی ہیں۔ ان کے لئے کھانے کی
توجہ اور دیا۔ ان کے لئے کھانے کی توجہ اور دیا۔ ان کے لئے کھانے کی توجہ اور دیا۔

عقائد صحیح کی حفاظت

اور توجہ اور دین اور دین کے لئے آپ کا بہت وقت لیا ہے۔

۱۰۔ یہ جو ادبیات اور ادبیات

اب آپ سے درخواست ہوتی ہے کہ آپ سے پہلے میں ایک تحریر پڑھنا چاہتا ہوں جو امر چ
آخر میں بھی پوری ہے۔ امر و امور میں کسی سے کچھ نہیں۔ آپ سے دور سے ملنے کا
سب سے بڑا کام یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کی دینی دین اور فتنے میں
ضرورت کی ہر وقت کے لئے کھانے کے لئے پڑھیں۔ ان کی انہوں نے بدعات اور امور
شعبہ ہر حالت کے لئے دین میں کچھ بدعات و مسائل سے کچھ نہیں کیا۔ آپ کے احوال
میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اور مولانا رشید احمد صاحب دہلوی رحمہ اللہ صاحب دہلوی
احمدیہ امت و تحریک شریعت کے لئے ہیں۔ انہوں نے سب پڑھا دیا۔ انہوں نے
احمدیہ شریعت اور ان بدعات کے ساتھ ریت نہیں پڑی۔ انہوں نے کھانے کے لئے
کے بعد سب کے لئے پڑھنا بدعات و عادات اور فتنے اور بدعات کا علاج کیا ہے۔

آپ زندانی کی طرح بی بی جہد قاضیہ ہے، آپ کے اسلاف شریعت کے بار میں اتنے فی ائیس رہے دور بین اور اتنے غیور، فتح ہوئے تھے کہ انہوں نے آخر وقت تک یہ دعائے کو رد جو انہیں دی، جو مسلمانوں کی زندگی کا جزو بنتی جاتی تھیں، انہوں نے کھسب اور شریعت کے لیے لاکھ لاکھ قرضوں کو انجام دینے اور ان کی تمام عداوتوں سے کوئی خوف اور کوئی بدعت نہ کر رکھا نہیں تھا، انہوں نے عوام کا عذاب و لوگوں کی مرگت و بھگت کے فتوے، عقائد، اے اور کافی سب کچھ گوارا کیا، مگر اپنے ملک کو جسکی پہچان ان کا تھی یہ جہاد حق انہوں کی تعداد میں ایک جہد جو زیادہ پیچیدہ، باوقار اور صاحب غلبہ ان بدعتوں کے متخذا ہے، اور یہ بدعت ابھی تک مسلمانوں کی زندگی میں مستند اور مسلم نہیں رہیں، بلکہ انہیں ان کی بدعت اور ان مخالفین کی بدعتیں نظر پڑ رہے اور ان کو راستی کی طرف سے جڑ سے خیر عطا فرمانے لے

آمال ان کی حد پر ششم افغانی کرے
میرزا نور علی صاحبی نمہانی کرے

انجمن میں ان کی مصیبت، انا کی فرست، انا کے کوئی تعلق اور ان کے رسول کی
 حکمت کی قدر آتی ہے کہ انہوں نے یہ فرض کس خوبی سے انجام دیا جس المومنین رجال
 بعدہ کا احاطہ اللہ عید حمداً علیہم اجمعین من تقصیر و جلد و اتھارہ۔

نکستہ چہتہ تو آپ سے یہ کہنا ہے کہ یہ آپ کا بڑا عزیز اور محبوب مراد ہے۔ انہوں نے اپنی جانوں کو دے دیا۔ نہ تو اس بات کی مخالفت کی ہے۔ انہوں نے اپنے خون سے اس کے رشتہ کو کو سینا ہے۔ اور جس کتاب کو یہ شہادت دے گا اس طرح کی برائی سے بچے گا۔

آفتاب و بحر و قارے بخون مار
قانون باغمانی سحر پوشی اند

مزید واضحی کے لیے اس سرکاری کوئی دستے کے اندر دکھایا جائے اور اسے ہر مقام پر سے زیادہ اس

سرمایہ کو عزیز رکھنا چاہئے۔ مجھے آپ سے دوستی نہ نکالت ہے، میرے دودھ منہ دل کو آپ سے لگے ہے کہ آپ اس سرمایہ سے پرچاند ہوتے جا رہے ہیں، آپ نے بزرگوں کی بہترین صلاحیتیں، اور ہر ایک ترین اوقات ان افقوں قدر کی طرف سے حمایت و مدافعت میں گزر رہے، آپ انہیں فی بدلت ایک بڑے درجہ میں مقبوط و مقشوب ہوئے، اور آپ کے ساتھ اب بھی یہ بات کلی ہوئی ہے، مگر اب آپ میں بہت سے ان کے نام اور کام سے بھی واقف نہیں، آپ میں سے کتنے مولا (امام معین شہید کے حالات اور کارناموں سے واقف ہیں؟ آپ میں سے کتنے بھائیوں نے صراطِ مستقیم اور تقویٰ الایمان پر بھی نپٹا؟ آپ میں سے کتنے بھائی توحید و سنت کی صحیح حقیقت سے واقف ہیں، وہ بتا سکتے ہیں کہ اہل جاہلیت کے ایمان باندہ کی حقیقت کیا تھی، اور قرآن نے کیوں ان کو شرک کہا، توحید کے کیا ماحجب ہیں، اور شرک کے کیا مظاہر ہیں، بدعت کی حاشیہ مانع ترفیع کیا ہے، اور اس نے کیا نقصانات ہیں، آپ کو ان سب مسائل پر تیار ہو، چاہئے تھا، اور آپ کا مطالعہ اور آپ کی بصیرت عوام سے اس بار و میں بہت ممتاز ہوئی چاہئے تھی، مگر مجھے فطرت ہے کہ آپ میں سے بہت سے بھائی ان چیزوں سے ہم کل نالی الذان، دلوں کے۔

نئے دور کے فتنے

اس کے ساتھ ایک دوسری حقیقت یہ ہے کہ اب نیا دور نئے فتنے لے رہا ہے، جاہلیت نئے روپ میں ظاہر ہو رہی ہے، پیسے اور بدعات کا معاوضہ تھا تو اب کھلی کھلی دشمنیت اور اسلام قہیدہ کا دور اور ہے، یہ حالات تمارے حماس مذہبی و تاریخی حیرت و بیانی اور ہمارے عقیدہ و توحید کو چیلنج کرتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جنہوں نے بدعات و رسوم کو کبھی گوارا نہیں کیا وہ ان شرکانہ رسوم و منہجہ برکوس طرح کو برا کرتے ہیں، اور ان کا رویہ اس بارہ میں کیا ہوتا ہے، ہم اپنے اسلام کے دینی مصلحت اور دینی شجاعت کے معترف ہیں، اور خدا اور خلق کے سامنے اس کی کوئی بھی دینے کے لئے تیار ہیں کہ انہوں نے باطل

کے ساتھ مردان نہیں تیرا کی، اور تیرا نہیں دھوکہ، اور کھٹکی بات ہے کہ تو رب بعدی
نہیں، نامک متعلق پیارا اب قائم لڑتی ہیں، اور ہم ہرگز نہیں لیتے نقد شہید و زیارت
ہیں۔

وہ جہد پید کی ذمہ داریاں

مردان اور فقہاء فقہاء برائی۔ نہ تو رب نے نہیں، اور کہ متحجب لیا ہے اس کی اس
اور یاں بہت برسی، مدنی ہیں، لیکن اس کا اہم اور اس کی سرفہ ہر یاں بھی بہت نہ ہو چکا
ہیں۔ ذمہ داریوں۔ تیرا جہاد و نہ تیرا غلط ہے مردان کا کام نہیں، یہ وقت باقی رہا
ہے اس کو تیرا ہی میں صرف لیتے، خدا نے آپ کو بھرتی میں مرلی و شوقی است، یہ ہے
نیکہ دینی ہمارے اور یہ بہت، اور وہ شوق ہے، زمانہ کی نزاکت اور اپنے کام میں شغف
نہیں، اور اپنے کو متعلق، اور یہ ہمارے تاکہ مرے سے قیمتی اور ہمارے بہت ہوں۔

عاطل منہیں، نہ وقت باز است

وقت بہت، اور کام باز است

و احرار دعوت ان الحسد لله رب العالمین

و السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک آزاد ملک میں علماء کی ذمہ داری اور ان کی مطلوبہ صفات

مفتی محمد امجد علی صاحب دہلوی نے ان کے ساتھ جو خط لکھا ہے اس میں
ان کے بارے میں لکھا ہے۔ مفتی محمد امجد علی صاحب دہلوی نے ان کے بارے میں
لکھا ہے۔ مفتی محمد امجد علی صاحب دہلوی نے ان کے بارے میں
لکھا ہے۔ مفتی محمد امجد علی صاحب دہلوی نے ان کے بارے میں

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد
الانبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه اجمعين ومن
تبعهم باحسان ودعى بدعوتهم الى بر ودين

نابھہ امیر سے تھیں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے بارے میں

میں اس وقت ایسا محسوس کر رہا ہوں کہ میں اپنے گھر میں رہوں اور اس گھر کے
بعض افراد ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے
بارے میں لکھا ہے کہ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے
بارے میں لکھا ہے کہ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے
بارے میں لکھا ہے کہ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے
بارے میں لکھا ہے کہ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے
بارے میں لکھا ہے کہ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے
بارے میں لکھا ہے کہ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے

مفتی محمد امجد علی صاحب دہلوی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے
بارے میں لکھا ہے کہ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے

رعایت یا سمری مشغولیت کے سواں سے مجھے دعوت: یہ مناسب و سمجھتے، لیکن بہت اچھا
 وہاں آپ نے یہ ذریعہ موقع مہیا کیا۔

سب میں بغیر کسی معذرت اور توسع کے کچھ حقیقتیں اور کچھ نکتے آپ کے سامنے
 رکھوں گا، جو میں نے اپنے گراہی کے قیام کے چاروں کے مطالعہ اور مشاہدہ سے اخذ کئے
 ہیں۔

سبکی اصطلاحات اور یہی تفصیلات اپنی جگہ پر ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ملت
 ہند یہ اسلام کے ملامت کی دو شاخیں ہیں۔ ایک شاخ کے لئے عقدر بخشی نے فیصلہ کیا کہ وہ
 ہندوستان میں رہے، تاکہ وہاں دعوت اسلامی کا فرض انجام دے۔ دوسرے مسلمانوں کے ملی
 تشخص کو برقرار رکھنے کی جدوجہد میں مشغول رہے، دوسرے حصہ کے لئے قدرت اسی
 نا فیسرہ ہوا کہ وہ اس ملک میں جہاں پہلے بھی مسلمان (الغیرت میں) تھے (یا کہ اسی
 راستے سے برصغیر میں آئے تھے) ملت کی تعلیم و تربیت کا فرض انجام دے۔ دوسرے علم اسلام
 کے لئے ایک آزاد اور ملی اسلامی ملک کا نمونہ پیش کرنے میں مدد اور ہمتا کی گئے۔

عروج ابن گرائی: دنیا کے صانع، مجتمعہ تعمیرات و انقلابات اور انسانی عزیمت کی
 فطرت کی ساری پرواز کوئی کتاب مستقل طور سے لکھی جائے تو غامبین انہی دو فرامات
 کی طویان سے جو جسے نطفہ ہیں ان میں ایک جملہ کو سب سے نمایاں اور ممتاز مقام دیا
 جائے گا اور اس کو آب زر سے لکھا جائے گا۔ یہ حصہ ایسا ہے جس نے حالات کی رفتار کو ایسا
 بدلتا ہے جس کی مثال ملل وادیاں کی تاریخ میں ملتی مشکل ہے۔ جزیرۃ العرب کے ایک
 حصہ میں اور بعض قبائل میں ارتداد کے سوا لکھا جائے۔ یہ ترک ترین حصہ تھا۔ کہ آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم کے دیہ سے تشریف لے جانے کے قریب ہی زمانہ میں اسلام کے قلب و ظہر
 میں ایک شگاف پیدا ہو رہا تھا۔ یہ بڑی آذک صورتحال تھی۔ ابھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ
 وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا ہے اور اس کو کچھ ہی مہینے گزرے ہیں کہ غریب جن کو ساری دنیا

میں: سلام پھیلانا تھا اور جن کو ایک امت مبعوث کی صرح اسلام کی دعوت دینی تھی، وہ خود ارتداد کے خطرے سے دو چار ہو رہے ہیں۔ ویسا بزرگ وقت پوری تاریخ اسلام میں (وہ ذات نبوی کے بعد سے اس وقت تک) نہیں آیا۔ اس وقت ملت ابوبکر صدیقؓ کی زبان سے ایک فقرہ نکلا: جس نے تاریخ کا رخ اور واقعات کا دھارا بدل دیا اور خطرہ کا کبرا اس طرح چھپت گیا جس طرح آفتاب کے نکلنے سے چھپت جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا (اور تاریخ نے) یہی طرح ان الفاظ کو تہ تک اور مانت سمجھ کر محفوظ کر لیا ہے) ”انفس الغیث والناحی“ کیا دین میں کوئی قطع و برید ہو سکتی ہے اور میں زندہ ہوں (ابوبکر زندہ)۔ اور پھر اللہ اور رسول اللہ کے دین میں کوئی قطع و برید ہو کوئی کٹر بیعت ہو، کوئی انتخاب کا مسئلہ ہو کسی دکن کو لیس گئے اور اس دکن کو چھوڑیں گئے۔ آپؐ کو معلوم ہے کہ اسی وقت منہ زکوٰۃ کا فتوہ نمودار ہوا تھا، مسئلہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ بھی کیا تھا اور ساتھ ساتھ ارتداد، پھینکنا شروع ہو گیا تھا، چند مقامات کا نام آتا ہے، مثلاً مدینہ طیبہ، جو اہل اور بعض مقامات کا کہ وہاں ارتداد کے اثرات نہیں پھیلے تھے، سونہ گویا چوراز برہۃ العرب ارتداد کی لپیٹ میں آ رہا تھا، اس وقت اللہ کے ایک بندے نے اپنی زبان سے یہ کیا۔ یہ تو الفاظ ہیں، لیکن الفاظ کے ساتھ جو دنی درد اور جوش تھا، اس کو تو تحریر میں نہیں آوا کیا جاسکتا۔ یہ ان کے دل کی آواز تھی اور ان کے جذبات کا نقطہ عروج تھا۔ جس طرح سے کوئی جام لبریز ہو جائے ہے قلعہ خٹک جانتا ہے، زمین پر قطرے گرتے ہیں وہ ان الفاظ کی ٹھکن میں ہیں۔

عزیز طلبہ! یہ مراداشت ہے جو امت کی طرف عمومیت سے اور ناسخین رسول اور خما، حقانین کی طرف خصوصیت سے منتقل ہوئی، یعنی ان کو سمجھنا چاہئے کہ ہمارے ہوتے ہوئے کسی ملک میں اسلام کا زوال کسی طرح سے قابل برداشت کیا جاسکتا، قابل تصور بھی نہیں۔ ہم کسی ملک میں موجود ہوں اور وہاں اسلام کا زوال ہو جائے۔ یہ بات ممکن نہیں۔ یہ احساس بنیاد ہے مارے اختلاف بات و رد وینی جدو بہد کی تاریخ تھی۔ آپؐ دعوت و عزیمت

کی تاریخ پڑھتے ہیں، امام احمد بن حنبل کے خلیفہ قرآن کے عقیدہ کے خلاف سرکلف ہو جاتے ہیں، امام ابوحنیفہ اشعری کے اعتزال کے مقابلہ میں صنف آراء بنو جانی میں۔ امام غزالی کے باطنیت اور مادیات کے متذیلہ اور اسلامی معاشرہ کے مختلف طبقات و عناصر کے دینی احتساب کے کارنامہ میں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے رد و افش میں، بعض کلامی مسائل کی تفتیح کی شکل میں، ہندوستان کے اس ایک تجدیدی کارنامہ میں جو تقریباً چار سو سال کی مدت پر پھیلا ہوا ہے اور جس کے اثرات ابھی تک زندہ ہیں شاہ ولی اللہ کی مصالحت اور مجددانہ دعوت میں، حضرت سید احمد شہید اور اکابر دیوبند کے اپنے اپنے وقت میں، اور رنگ میں اصلاحی و تربیتی جدوجہد اور اشاعت کتاب و سنت اور عقائد صحیحہ کی سرسری میں یہی احساس کام کر رہا تھا، جس کی ترجمانی صدیقی رضی اللہ عنہ نے کی تھی اور ہر دور کے ماسخین رسول کو یہ روشنی دکھائی تھی۔ ”وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً لِّى عَفْوَ نَعْلَمُ بِرَجْعَتِى“

علماء اپنا احتساب کریں

اس روشنی میں علماء اپنا احتساب کریں کہ انہوں نے اس ہمدرد کو کہاں تک اپنے اصول اور دستور العمل بنایا؟ وہ یہ دیکھیں کہ ان کے ہوتے ہوئے ان کے ملک میں اسلام یا اسلامی معاشرہ کے زوال کا کوئی جواز ہے؟ مسلمانوں کی پچھلی تاریخ میں ہمارے سامنے بڑی مہر خاک شلیں ہیں، جن ملکوں میں اسلام کا زوال ہوا، یاد ہاں دشمن اسلام طاقتیں غالب آئیں آپ اگر تحقیق کریں گے تو ان میں کچھ ایسی چیزیں پائیں گے جن سے اس دور میں سبق لیا جاسکتا ہے۔ ان میں ایک چیز تھی علماء کا شدید اختلاف اور دوسری چیز تھی کہ علماء کا عوام سے رابطہ نہیں تھا، ان کی شخصیتیں اتنی مؤثر نہیں رہ گئیں کہ عوام کے قلوب میں دین کا احترام اور علماء کا وقار قائم رکھتیں۔ وہ ملک جس نے خلیفہ بہاء الدین نقشبندی کو یہ فرمایا، جس نے خلیفہ عبد اللہ احرار کو پید کیا، وہ ملک طاقتور روحانی شخصیتوں

سے خالی نہ کیا تھا، وہ بیارنگی بہت جلد بوٹیہ تھا، ماویہ اسے اپنے حرم پر بھی۔ انہی تک
میں، غنا، انہیں باقی ہے اور یہ بڑے حکومت اسے دلہن کی ہے کہ دینے میں جس حرم دوست جمع
کی تھی، اس حرم کے ہونے پر یہی کے نظر آئے تھے، بھول ان کے عوام بھولے مر رہے
تھے، اور امیر بھلا کے کس میں یہ چیزیں تھیں۔ اسی طریقہ سے آپ اندر کی تاریخ میں
مریہ الزمرہ، اور قلعت الحمر کے تھیں، اسے پانچوں، خواب و خیال اور جن و جن کی باتیں
مضمون ہوتی ہیں۔ وہاں وہ بڑے گھر اسام کے زوال کا باعث ہوئے ہیں۔ ایک مہیار
زندگی کی بلندی اور زندگی کی دوست کا غنا، استغناء اور اس سے یہ کہ اشاعت، امام
اور عاشق کے واسطے بننے کے چاہے انہوں نے فطرت طبع، شعر و شاعری اور دیانت
و غیرہ پر ساری توجہ مرکوز کر دی تھی۔ تیسری بات یہ ہے کہ حاکم خاندان میں حکومت کے
لئے وہ کتنی شہر بنائی، یہاں پارلیمنٹ کا دو مہم تھیں ہے، اب اس کی جگہ یہی پارلیمنٹ
نے لے لی ہے، یہ تین گھر تھے، اندر کے زوال کے۔ اس پر اضافہ کئے اخلاقی زوال
کا) آپ اگر "مجمع سمرقند" کتاب پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ کیا خدائی زوال اور
خوفا پیدا ہو گیا تھا۔

چند خطروں کی نشاندہی

میں چند خطروں کی طرف نشاندہی کرتا ہوں۔ بعض مرتبہ باہر سے آنے والا اس چیز کو
دیکھتا اور محسوس کرتا ہے، وہ جو کہ میں رہنے والا محسوس نہیں کرتا ہے۔ آپ بروٹنی میں ہیں،
آکر کوئی شخص بہر اندہ میرے سے کہے گا تو اس کی کیفیت دوسری ہوگی اور بعض مرتبہ ایسا
ہوتا ہے کہ کوئی چیز بروٹنی دیکھتے رہتے رہتے رہنے سے اس کی نوعیت بدلتی ہے کہ اس
میں کوئی جہت نہیں معلوم ہوتی، اس میں کوئی کشش نہیں ہوتی، لیکن باہر سے آنے والا
اس کو فوراً محسوس کر لے گا۔ مثلاً یہاں اردو کے سائنس بورڈ کا مہم طور پر آئے ہوئے ہیں،
آپ کو تو بالکل نہیں محسوس ہوئے کہ انہیں ہم ہندوستانی دہلیہاں تیسرے دو امریکی

یہ ہمدانی نے نہ ہی بد مذہبوں کیلئے کیے عادی ہیں تو وہ ایک خوش فہمی میں ہیں کہ ان کے لیے اور نہیں ہے۔
 "ماشاء اللہ یہاں تو ہر طرف ایسی ہی بد مذہب آتی ہے، ایسے ہی بعض کے تختیاں لکھ کر
 دیے روئے چاؤں میں آویزاں کرتے ہیں، تو ان میں جو بچے ہیں انھی ہوتی ہیں ان کی غور سے پڑھتا
 ہے کچھ پڑھتا ہے، کچھ نہیں پڑھتا، کچھ نہ سنی دہرائی کا دعویٰ ہے اور نہ وہ سنی کا نہ بھیت ہے،
 قرأت کا، حقوں کا، اقل کا۔"

میں نے مارنے نہ بھرا، نہ بھڑکے نہ بھڑکے
 "مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام
 ہاں تھو، عام، اسلام پر رکھتے ہوں، تھر
 فاش ہے مجھ پہ ضمیر، ظلم نلی قام

ماں میں اتنا کہہ سکتے ہوں کہ میں بوجہ سے آ رہا ہوں، اس نے میری بات توجہ سے
 قابل ہے۔

اپنے اس تاریخی ماحول اور عالمِ اسلام سے قرینی واقفیت کی ہے، پر کہتا ہوں کہ
 انقلابی اور سیاسی اعتبار سے اس ملک کے لئے سخت خطرناک ہے۔ یہاں مذہبی گروہ ایک
 دوسرے سے دُشمنانہ رویوں میں بعض بخشیں جو بھی انداز میں ہو سکتی تھیں، ان کو
 غواہ بنے۔ لے آیا کیا ہے، ان کی بنیاد پر سختی سے کھینچا اور متواتر مخالفین بن گئے ہیں، یہ
 سخت خطرناک بات ہے۔ میں بھی اسی گروہ سے تعلق رکھتا ہوں جس سے آپ کا تعلق
 ہے۔ یہ ہے اس ماحول سے بالکل وہی ہے جو آپ کے ہیں اور صرف اس وقت نہیں بلکہ
 دورے بڑھ گئے تو وہ چند المیہ کی جس کی وجہ سے ہم کو کتنے کتنے غم پہلے اور سخت
 مشکلات اور سختیوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن امر میں کسی پر غصے کے نیچے سے نقل تھی تو پھر
 یہ کہ تمہیں کس پر قائم ہوں گی؟ کیا اردو یہ ثابت کرنے کی فکر میں ہے کہ پاکستان ہم نے
 بنوے اور امر اور پاکستان کو ثابت کیا ہے کہ ہمیں حق پر ہیں اور تمہارا کسی میں ملکہ پر اقلہ اور اقل

بدن چاہتے، اگر ٹوڑا جائے (معاف کیجئے گا میں کسی پر تکلم نہیں لگاتا) تو اس کے پیچھے سب جاہ کا جذبہ لگے گا۔ شام کے بارگاہوں نے حکم میں دین کو بچانے کے لئے بڑی قربانیاں دی ہیں اور ضرورت پڑی ہے تو اپنی غلطی تسلیم کر لی ہے اور وہ کہتے ہیں، جھٹ گئے ہیں اور نیچے اتر گئے ہیں، انہوں نے مدافعت دیا ہے کہ بھائی آپ نبی اور پیغمبر نہیں بنے ہو جاتے۔ شام کے بزرگوں نے حضرت شاد ولی اللہ صاحب کے ساتھ اور ان کے کتب گھر کے انوکھوں کی ہندوستان میں یہی روایت رہی ہے۔ آپ دوسرے غلطوں اور غلطی جگہوں میں اختلافی مسائل پر آزادی کے ساتھ گفتگو کیجئے، ان مسائل پر کتب میں لکھتے ہیں ملک کو ان پر شک کیجئے۔ جب کوئی ایسا محاذ قائم کیا جاتا ہے اور اس طرح کی دعوت دی جاتی ہے جس میں احساس برتری یا اعتبار برتری ہوتا ہے، تو اس کے مقابل دوسرا محاذ بن جاتا ہے اور وہاں سے صدا گئے ”ہم پورے من اٹھ کرے میرے“ بلند ہونے لگتی ہے۔ شام کے بزرگوں کا یہ راکم تو انبیاء کے ساتھ تھا، انہیں ہم نفس کے ساتھ تھا ”ایمان، اعتقاد“ کے ساتھ تھا، ان کی نیابت و قیادت کا دعویٰ تھا اور یہ کہ ہماری جماعت نبی نے سب سے پہلے بنایا ہے اور ہمیں سب بدھ ہیں۔ حضرت مجددیؑ کے مکتب کا یہ پڑھتے۔ حضرت شاد ولی اللہ کے مکتب کا یہ پڑھتے، ہندوستان کے اس دور میں سب مسلمانوں کے اعتقاد کا چراغ ٹھنک رہا تھا اور سب غلط فہمیوں کا دور رہی تھی۔ اس وقت انہوں نے احمد شاہ ابدالی، نواب احمد علی و شیر علی کو جو غلطواریاں تھیں، ان کو آپ پڑھنے والے میں یہ دور ہے، احمد شاہ ابدالی کو، شاد ولی اللہ صاحب نے ایک شخص ملایا ہے جس میں بتایا ہے کہ سلطان اس وقت نفس بے نیکی کی حالت میں ہیں اس میں انہوں نے گریہ و زاری بھرا رکھا ہے، جس سے ان کی ہر وسوسہ ختم ہو گیا اور انہیں چپکے سے۔

(میں رسول اللہ ﷺ کا، دل سے اللہ کے لئے ہندوستان کے مسلمانوں پر رحم کیجئے اور ایک مرتبہ فرمائیے) چنانچہ احمد شاہ ابدالی انہیں کی دعوت پر آئے اور انہوں نے مرہٹہ

طاقت کی ایسی کمر توڑی کہ آج تک وہ پورے طور پر نہیں اٹھ سکی۔ یہ شاہ ولی اللہ دہلوی ہی تھے اور ان کا اردو تھا، امران کی بصیرت تھی، جس نے ہندوستان کا نقشہ بدل دیا۔ آپ انہیں کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں۔ اس نسبت کا تقاضا ہے کہ ملت اور دین کے لئے جس بشار و قربانی کی ضرورت ہے، وہ پیش کیجئے اور صاف کہئے کہ اچھا بھائی تم ہی صحیح، تمہارا حق کارنامہ سب سے بڑا ہے، ہم سب مل کر اس ملک کو بچا لیں۔ وجودِ خطروں اور اندیشوں میں اس کی کیا گنجائش ہے کہ علماء اس طرح دست ڈریں یہاں ہوں، یہ بات میں اپنے عقائد کے پورے تحفظ کے ساتھ کہتا ہوں الحمد للہ ایک شوشے سے دست بردار ہونے کے لئے تیار نہیں، وہ عبادت کے مسائل میں، نہ اپنے عقائد کے حصول میں، کسی چیز میں کسی مفاد سمیت کے لئے میں تیار نہیں۔ ایک تو چٹا مل ہے، اور ایک یہ کہ اکھاڑا بنا دیا جانے، عوام کو قائلہ کار بنایا جائے اور سارے ملک کو میدانِ جنگ میں بدل دیا جائے۔ ایک کافر فرس ہو رہی ہے یا رسول اللہ کی ابراہیم کا نفرنس ہو رہی ہے محمد رسول اللہ کی یہ جیسے کی باتیں نہیں، اس موقع پر اقبال کا شعر مجھے یاد آ رہا ہے۔

کے خبر کہ سینے ڈبو چکی کتنے

فقید و صوفی شاعر کی ناخوش اندیشی

عوام الناس کے ساتھ علماء کا رابطہ

دوسری بات یہ ہے کہ عوام کے ساتھ آپ کا رابطہ ہو چاہئے۔ میں نے محسوس کیا کہ علماء کا عوام سے جو ربط ہونا چاہئے اس میں کمی ہے، بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ ہندوستان میں علماء کا عوام سے رابطہ یہاں سے زیادہ ہے۔ وہاں سیاسی میدان میں بھی، علمی ادبی دور تحقیقی میدان میں بھی علماء پیش پیش ہیں اور ان کا مقام تسلیم کیا جاتا ہے۔ وہاں کا اعلیٰ تعلیم یافتہ علماء سے متوحش نہیں ہے۔ ہمدردی و علمی مجلسوں میں جاتے ہیں اور الحمد للہ وہاں ہم کو عزت کے ساتھ سمجھا جاتا ہے، عوام سے آپ کا رابطہ بڑھنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ عوام آپ

کے ہاتھ سے نکل جائیں۔

علماء کی زندگی ممتاز ہو

تیسری بات جو عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ ہماری زندگی عوام کی زندگی سے ممتاز ہو، دیکھنے والا کھلی آنکھوں دیکھے کہ یہ دنیا کے طالب نہیں ہیں، ان کے یہاں مال و دولت معیار نہیں ہے۔ ہمارے کام زیادہ تر حسبہ نقد ہوں، جیسا کہ ہمارے اسلاف کا طریقہ رہا ہے جب تک ہمارے طبقہ علماء میں یہ اخلاقی امتیاز نہ ہوگا، ایسا رکامارہ نہ ہوگا، ان کی شخصیت موثر اور قابل احترام نہیں ہوگی، دل و دماغ میں دین کا گہرا اثر و فتور نہیں ہوگا۔ علماء کا وقار اس سے نہیں بڑھے گا کہ یہ مدرسہ اتنا بڑا ہے، وہ مدرسہ اتنا بڑا ہے، وہاں اتنے طالب علم پڑھتے ہیں اور وہاں کے جلسے اتنے کامیاب ہوتے ہیں۔ اس سے علماء کا وقار نہیں قائم ہوگا۔ علماء کا وقار قائم ہوتا ہے ذاتی نمونے سے عوام جب دیکھتے ہیں کہ یہ چیز ایسی ہے کہ اس پر جان دے دی جائے لیکن علماء اس کو ہاتھ لگانا بھی گناہ سمجھتے ہیں، وہ اس کو حاضر میں نہیں لاتے، ہم نے سمجھا ہے کہ دولت سب سے بڑی چیز ہے، ان کے یہاں دولت کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ جیسا کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے نواب صاحب ڈھاکہ کو جواب دیا تھا۔ نواب صاحب نے کہلویا کہ آپ مجھ سے مل لیں۔ حضرت نے کہنویا کہ نواب صاحب سے کہنا کہ آپ کے پاس جو چیز ”دولت“ ہے وہ میرے پاس بقدر ضرورت موجود ہے، لیکن میرے پاس جو چیز ہے وہ آپ کے پاس بقدر ضرورت بھی نہیں ہے۔ اس لئے آپ کو آنا چاہئے۔ مجھے آنے کی ضرورت نہیں۔

ایک واقعہ

ایک واقعہ آپ کو اور سن دوں، بڑا موثر ہے۔ شیخ سعید علیؒ ایک بزرگ عالم تھے، ایک دن دمشق کی ایک مسجد میں بیٹھ پڑھا رہے تھے، اس دن ان کے پاؤں میں کچھ تکلیف

تھی (یہ واقعہ اگرچہ میرا اور اس قابل نہیں کہ ماننے لگیں، انتہا کے طور پر کم نہیں سمجھتا
 تھیں آؤں بھی اگر یہ واقعہ مانے تو اس کا نتیجہ کچھ شایع ہوتا ہے) ہاں تو شیخ سعید دوس
 ا سے کہہ گئے۔ سب جانتے ہیں کہ مسجد میں جب اس کا یاد ہوتا ہے تو پشت قبر کی طرف
 ہوتی ہے اور سامنے طبعاً منہ ہوتا ہے جس کو سامنے سے کہہ رہے ہیں، اس کو تو دریافت ہے صاحب
 عمر نہیں سمجھتے، ابراہیم و شاہ جو محمد علی مدظلہ بانی مملکت خدیوہ یہ فرزند تھا اور بڑا جہاد
 عالم سپہ سالار تھا، اس کی دھڑل فطری ہوئی تھی اور جس سے کس کو پتہ تھے۔ وہ دروازہ
 کی طرف سے مسجد میں داخل ہوا۔ مشرت کے پاؤں میں تکلیف تھی اس کے دروازہ کی
 صرف پاؤں پھیلانے کے لئے تھے۔ جب وہ قریب آیا تو طالب علموں نے اٹھ کر کہہ
 دیے اور اس کے ساتھ خط لکھی۔ اسے بھی ہے اجلا اور پیرہ دار بھی ہیں۔ طالب علم سمجھے کہ
 مشرت کو بڑا تکلیف ہو، پاؤں میں لے لیں گے۔ کچھ کچھ بھی ادب ہوتا ہے شیخ نے ہاتھ
 جھٹک لیں کی پاؤں چھیلانے سے۔ وہ سامنے آئے اور کھڑا ہو گیا۔ مشرت نے سمجھا ہے۔
 طالب علموں نے اپنے پاس سے سمجھ گئے کہ اب جلاؤ حکم ہو کہ استاد کا قابل اتنا اہل
 اور پیرہوں پر نہ پڑے۔ وہ دیر تک کھڑا رہا۔ اس پر ایسا جلال طاری ہوا کہ کچھ ہوا
 نہیں، بہت مست ہوا اور چہ چہ یہ۔ بعد میں شیخ سعید صبی کے لئے اثر فیوں کا ایک تذکرہ
 لکھا۔ اہل الذکا اثر ایسا ہی کہتا ہے۔ سلام پہلو پایا اور چہ یہ قول فرمایا کہ بعد انہوں نے
 جواب میں کہ وہ جملہ سنی کے قابل ہے، میں تو کہتا ہوں کہ ایسے ایک جملہ پر مغزوں کے
 اس ایمان قربان کے جانتے ہیں۔ انہوں نے کہا اپنے ولی نعمت سے میرا سہرا ہے اور
 نیکو کہ وہ پاؤں چھیلاتا ہے وہ کہتا ہے پھیلاتا "السنی بعدہ و جملہ لا بعدہ" یہ
 بعد اسی طرح اعلیٰ ہے کہ اٹھتے ہاتھ چھیلانے ہوئے تو میں اس وقت پاؤں نہ پھیلاتا
 پاؤں میں لیتا، لیکن یہ راستہ ہے کہ میں ہاتھ پھیلاتا، والے اٹھتے تھا، جو پاؤں پھیلاتا
 ہے ہاتھ نہیں پھیلاتا ہے، یہ ترمیم، علم میں، دین کے خدو میں دوسریں دین میں،

چچا سو میں دودھ میں تھی۔ ہوتا چاہئے۔ اُن پر یہ جو ہر نہیں ہے تو میں صاف کہتا ہوں کہ آپ کی ساری ملکی قابلیت اور آپ کی ساری خط و بت جس میں آپ ممتاز ہیں (سیاسی جماعتوں میں بھی ایسے خطیب ہوں گے) سب بے اثر ہے۔ جب تک کہ آپ کا عملی نمونہ نہ ہو، اہل اقتدار یہ نہ سمجھیں کہ ماہِ نرید سے جاسکتے ہیں، علماء، پیشے کے غلام اور روت کے بندے نہیں ہیں، غلامِ رضیہ کے خلاف کوئی کام نہیں کر سکتے، غلام کی زندگی ہم سے زیادہ سادہ ہے، غلام ہم سے کم اوج کے مکانوں میں رہتے، کم درجہ کا کھانا کھاتے ہیں، اس کا اظہار ہونا چاہئے۔ ہمارے اسلاف نے اس کا اظہار کیا ہے، میں اپنے اساتذہ کی کئی واقعات سناتا ہوں کہ میں مدرسہ قاسم العلوم لاہور میں پڑھتا تھا، اور وہاں ہم لوگوں کے لئے کبھی کبھی پر تعلق کھانے پینے کے سہارے تھے اور چونکہ میرا قریبی تعلق تھا، مدرسہ کے چیتھے حضرت مولانا احمد علی صاحب کے قیام تھا ان کے صاحبزادے مولانا حبیب اللہ صاحب مرحوم سے میرا قریبی تعلق تھا، وہ ہمارے مدرسہ میں تھے مجھے معلوم ہوتا رہتا تھا کہ آج وہاں قافہ ہے وہیں پلاؤ کا ہے، کیا جگہ کہ چاول کی ایک کھیل وہاں پہنچ جائے۔

اس وقت اندھ تعالیٰ نے ہماری جماعت سے دین کی خدمت کا جو کام لیا ہے، وہ انہیں خدمت کا نتیجہ ہے، زہد، ایثار، قربانی کا بہت بڑا وضع اور اپنے خلاف بات میں رخصت کر لینا، دوسرے کو اپنے سے بہتر اور فاضل سمجھنا۔ ہماری جماعت کا یہ شعار بھی نہیں رہا ہے کہ "ہم چون کہ دیکھتے ہیں کہ ہم نے بڑے سے بڑوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بچہ سمجھتے تھے۔ مولانا مدنی سے جب کوئی بیعت کے لئے کہتا تو میں نے حضرت کو بعض اوقات یہ شعر پڑھتے سنا ہے۔

نہ فکرم نہ بڑب بزم نہ درخت سایہ دارم

در حیرتم کہ وہاں بچہ کا رکشت مارا

نہ پھول ہوں، نہ ٹھاس نہ میں بزم ہوں، مجھے حیرت ہے کہ وہاں نے مجھے کس کام

آپیل پیداکرنا ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اپنے سے شرمندہ ہیں وہی بڑے بڑے اسباب، لہذا شعور بڑا ہے۔

تخصیبات سے گریز کریں

تہذیبی، لسانی، تعصب، صوبائی تعصب بھی اس ملک کے لئے سخت خطرناک ہے۔ اسی تعصب نے ہندوؤں کو پستوں سے نکال دیا۔ اس لسانی، تعصب، صوبائی تعصب کے خلاف علم و کور سے کڑے چیلنج اور اس کے خلاف اسلام کے حکام بیان کرنے چاہئیں، حدیث میں آتا ہے:

"من تعذی علیکم بعداء النجاہلیۃ فاعضوہ بعن امہ
ولا تکبوا۔"

زبان نبوت جس پر اتنی جاری ہوتی تھی، جس سے قرآن مجید دنیا نے سنا، جس کے متعلق آتا ہے کہ آپ کی زبان سے کوئی نامز سب لفظ نہیں نکلتا تھا، پہلی مرتبہ اور آخری مرتبہ تحت ترین لفظ جو زبان نبوت سے نکلے ہیں وہ ہیں، کوئی شخص تمہارے لئے جاہلیت کا انحراف لگائے اور منافقان، برادری، قوم کی دہائی دے اور اس کو مبرا بھارتے تو اس کو اس کے باپ کی گالی دو، خالی کنایہ سے بھی کام نہ لو، اللہ اکبر! اللہ کے رسول جن کی زبان سے پھول جھڑتے تھے اور شہد مکتبہ تھا اور قرآن مجید جن کی زبان سے جاری ہوتا تھا "عسا ینطق عن الہوی ان هو الا وحی یوحی" اتنے سخت لفظ بولیں، مجھے یاد نہیں آپ نے کسی مسئلہ میں اتنے سخت لفظ استعمال کئے ہوں۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ پاکستان کے صوبوں میں جائیں اور خاص طور پر تمام صوبوں کے بچوں کو یہاں جائیں اور ان کو پڑھائیں اور ان کو ایسے عالم بنا لیں کہ خود خود ان کو اس نصیحت چاہیہ سے نفرت پیدا ہونے لگے، پھر ان کو اس صوبہ میں بھیجیں جس میں یہ لسانی، جنس افراطی تعصب پایا جاتا ہے۔

اس حمیت جاہلیہ نے ملکوں کو کنگز نے کنگز سے لڑ دیا اور کئی اسلامی سلطنتوں کا چراغ گل ہو گیا۔ یہ شخص ہے کہ آپ اپنی زبان کا چادو لوگوں کے دل و دماغ پر بندھ دیں اور اپنی علمی قابلیت کا مسکہ بھادیں، لیکن حقیقی احترام تعلیمی نمونہ، سیرت کی بلندی، زہد و استقامت، روحانیت اور اخلاق عالیہ سے پیدا ہوتا ہے علمی و فکری حیثیت سے بھی اخلاقی اور روحانی حیثیت سے بھی مؤثر شخصیتیں پیدا ہوتی چاہئیں۔ بہرے اکابر ایسے تھے، ہمارے اکابر ایسے تھے، ہر وقت اس کی رٹ لگانا اور اس کا وظیفہ پڑھنا کچھ کام نہیں دیتا، جس نے پچھلی مرتبہ یہیں جو تقریر کی تھی اس میں کہا تھا کہ کوئی ملت اور کوئی دعوت تاریخ سے نہیں چلتی، تحریک سے چلتی ہے۔ ہم پاکستان میں دعوت و مسلک، تاریخ سے چلانا چاہتے ہیں۔ لوگ کہہ دیں گے کہ نہ حسب سن چکے، بہت من چکے، سنتے سنتے طبیعت بھر گئی، آپ کے اکابر ایسے، ایسے تھے "پدرم سلطان بود، پدرم سلطان بود" بتائیے آپ کون ہیں؟ کاہن شروع کیجئے، تاریخ بہت سنائی جا چکی، کتابیں بہت لکھی گئیں، چورا کتب خانہ تیار ہے، اب حرکت اور عمل، جدوجہد و قربانی اور پرکشش و محرکین زندگی کی ضرورت ہے۔

وہی دیرینہ بیماری وہی ناگہمی دل کی

حالات اس کا وہی آپ نشاط انگیز ہے ساقی

والہو دعوتنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

یہ دین زندہ ہے اور زندوں سے قائم ہے

”یہ تحریر پاکستان کی تعمیر، یعنی دین کو وجودِ معلوم اور اسے ماحول
خوبی مانوں (موجودات) کی فراہمی میں کامیاب رہا کرتی ہے اور ان کو سب سے سائنس
کی بنیادیں میں جہاد کے ساتھ طلبہ اور طلبہ ان کے کامیاب سے ماحول طلب
کے خلاف ماحول کے ساتھ اور تحسین یافتہ ماحول سے تعلق پیدا کرنے کے ان
موجودات کی بھی ماحول سے تعلق۔ شریعت بھی یہ ماحول اور شریعت کا ماحول میں
قائم رہنے کے لیے چاہئے ہوئے ہے۔“

مزید طلبہ اور ضرورتیں:

دین کو زندہ و اشخاص کی ضرورت ہے

اس دین کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ اصول مقرر فرمایا ہے کہ اس کے لئے زندہ
اشخاص ہر وہ چیز ہو، جو اس کے کوئی وقت اس وقت تک ہر چیز ہو، جو اس کے لئے زندہ
در وقت نہیں سمجھا جاتا جب تک کہ وہ ہمارے ہونے میں کسی نئی چیزیں اور اس کے لئے شکوکے
نہ سمجھتے رہتے ہوں۔ یہ دین زندہ ہے اور زندہ انسانوں کے لئے ہے اور اس کو زندہ و اشخاص
کی ضرورت ہے، وہ دین میں اس کے لئے سمجھتے ہیں کہ انہوں نے روحانیت کے میدان میں علم
کے میدان میں ان کے میدان میں، قیامت کے میدان میں زندہ و اشخاص ہیں اور اس کے لئے
زندہ کے انسان زندہ و اشخاص سے متعلق ہوتا ہے، چرچوں کے لئے ان کے لئے ہوتا ہے اور چرچوں
سے چرچے چلنا چاہئے اور بہتے ہوئے چلنا چاہئے، اور ان کے لئے ماحول کے لئے چرچوں کے لئے

نے لئے ضروری ہے کہ وہ ذرا اشتکاس پیدا کرے۔ اس کا درخت عمر، اس کا درخت فکر، اس کا درخت صبر، اور اس کا درخت دعا و عبادت کے لئے رُک و بار ادا رہے۔ جسے نئے نئے کام آتے رہتے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ میری موت و رانِ رحمت کی طرف ہے جوئی نہیں کہہ سکتا ہے کہ اس نے اپنے کی طرف مردہ زمین کے لئے زیادہ سیات بخش ہیں یا حد کے۔

میں تاریخِ امت کا ربابوں سے شور اور تصنیف و تالیف کی نوا زیادہ تر کسی کوچہ میں گزری اور میں کہہ سکتا ہوں

میں گزری نے اسی اشدت کی سیاحت میں

میں سب بھی اس پر ختم ہو گئے ہیں کہ اسلام کے کارنامے، اسراف کا خلوص و صداقت، اسراف کا اطلاق مع اللہ اسلام کی اشتہارست اور اسراف کی قربانیاں، بعد کی نسلوں کے لئے بہترین سرمایہ میں اور وہ دینتِ زمینی کا پیچہ سو بیٹے وان ہیں مگر نے ہمیشہ کہا اور مانا ہے کہ یہ بزرگ نے اپنے لئے صرف ایک قوم کی ترقی کا طمع رکھا تھا، وہ اپنے تجربہ سے یہ سمجھتا تھا کہ اس پر نہیں اتنا کالی نہیں۔

فیض مردوں سے بھی حاصل ہو سکتا ہے مگر رہنمائی

زندوں ہی سے حاصل ہوتی ہے

جس کا رواج و تہذیب دنیا کی میرا آئین ہے جس نے تو میں اسلام کو مرتب کیا، جس کی رہنمائی (نہ نہیں اس بارے میں تاریخ میں ہم سب کے لئے کی سب سے پہلے دعوتِ اسلام کی ہے جس سے میرا آئین ہے یعنی "اور اعلوٰ مدۃ بعدہ ما" اور "اور اعلوٰ نہیں" کی دینی زبان سے قوشیدہ آپ مومنوں کے یہ تاریخ سے واقف ہے اور تاریخ سے اسلاف نہیں کہتے وہی زبان سے کہتے کہ اسلاف نے جو کچھ کیا اس کو محفوظ رکھنا

چاہے بچہ اور اسی آب و تاب کے ساتھ رہتا چاہے اور نئی نسلیں کو اس سے روشناس کرانے چاہئے اور موصوفہ ذمہ دار اسلام کے کام کے لئے بھی کرے چاہے جس سے نسلوں میں دین سے لئے خدا فیصلہ کر چکا ہے کہ یہ دین قیامت تک کے لئے ہے نہ کہ اس کو زندہ شناسائی ضرورت ہے اور دعائیت بھی زندہ انسانوں ہی سے قائم ہے، محققین صوفیہ کی اور مشائخ کی تحقیق بھی یہی ہے کہ تالیف و علم و طبع بھی زندہ انسانوں ہی سے حاصل کیا جاتا ہے اور زندہ انسانوں ہی سے اس کی تعلیم ہوتی ہے۔ ورنہ ایسے ایسے بلند مرتبہ لوگ نہ ہوتے جن سے انسان میں سے ایک جتنی قابلیتیں دیتے ہیں کہ زندگی میں جو کچھ انہوں نے زندگی میں حاصل کیا ہے، انہی ایک دہائی ایک دہائی میں ایک مرتبہ پیدا ہوا اور ایک مرتبہ مر گیا، اس لئے جن کا تعلق اس زندہ کائنات سے ہے، انہیں یہی علم ملتا ہے۔ وہ ان عقرب اور زندہ انسانوں کی رہنمائی نہیں کر سکتے، انہیں ان سے حاصل ہو سکتا ہے (فیض کے یہ طرز ہیں جس میں کفر و ایمان اس میں نہ ملتا تھا نہ ہونے والی زندہ انسانوں ہی سے حاصل ہوتی ہے، انکی نسل میں یہ پھر ہے، یہ سب مانے ہیں، مگر ان کے جوئے ہیں، وہ نہیں ہیں، انہیں زندہ ہونے والی نہیں ہیں جن کے قلوب سے اور جن کے استہاد قلوب سے، ان کے تعلق سے، ان کی اسیریت سے، ہم روشنی حاصل کریں، اس نسل کے ضائع ہوئے کائنات سے ہے۔

دین تازہ ہوتا رہے گا

حدیث صحیح میں ہے کہ:

”ان الله بعثت على راس كل ملة نبيا من بعده“

”لہذا لا اعد نمر دینہا“

اس کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مریض میں ایک نیا دیکھتا رہے گا جو اس دین کو

تازہ کرے گا اور تجدید کا فرض انجام دے گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس وقت تو وہ دین کو تازہ کر دے گا، پھر وہ سلسلہ ختم ہو جائے گا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عرصہ تک اس کا وجود رہے گا، من بعدد لہذہ الامۃ امر دینھا“ کا یہ مطلب نہیں کہ وہ آئے اور ہفتہ دو ہفتہ کے لئے دین کا چرچا ہو گیا، اور چلے گئے۔ ان میں سے کسی بھی بزرگ کا حال پڑھیں، کسی کا اثر سو بزرگ۔ نا اور بعض ایسے لوگ پیدا ہوئے جن کا اثر صدیوں تک رہا۔

ریلے اس پر ایک نچھائی گاڑی چلا کرتی تھی۔ (اور نہ اب بھی چلتی ہے) جس کو ٹرائی کہتے تھے، لوگ اس کو ٹھیلے تھے اور پھر اس پر بیٹھ جاتے تھے اور وہ چلتی اور چھلتی رہتی تھی، جب وہ رکتی تھی تو پھر اتر کر دھکا دیتے تھے اور بیٹھ جاتے تھے، اس سے لائن کا معائنہ ہوتا تھا، اس امت کی گاڑی کو بھی اسی طرح سمجھئے اور اس کو ٹھیلے والے اس امت کے علماء اور مشرک اور مجدد ہیں، یہ اس کو ٹھیل دیتے ہیں اور وہ خود اپنے پیروں پر چلتی ہے، یہ نہیں کہ اس کو چلائے، نہ ہی رہتے ہیں، گاڑی خود چلے گی اپنے پیروں پر، لیکن اس کو ٹھیلنے اور چلانے کے لئے زندہ انسانوں کی ضرورت ہے۔ وہ کوئی ٹیکنیکل چیز نہیں، زندہ انسان اس کو بڑھاتے ہیں، ٹھیلے ہیں اور وہ اپنے پیروں پر چلتی ہے کیونکہ ٹرائی کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے، پٹیوں میں اتنی ٹیکنائٹ وریٹیوں میں اتنی حرکت و سرعت اور چلنے کی اتنی صلاحیت ہو کہ وہ چل سکے اور آدمیوں کے ہاتھوں میں اتنی طاقت ہو کہ وہ اس کو ٹھیل سکیں، اور مسافر جو ٹھیلے ہوں وہ ایسے ہوں کہ ٹھیلے میں اور جم رہا نہیں، اس امت کی روایت یہ ہے کہ جب اس پر قفل اور بے عمل طاری ہوئے تو نفی ہے تو کوئی اللہ کا بندہ آتا ہے اور اس کو دھکا لگاتا ہے اور پھر وہ خود چلتی ہے اور کچھ دیر تک چلی جاتی ہے۔

میں مجدد الف ثانی، اور شہ ولی اللہ صاحب دہلوی کو اس دور کا مہر دیکھتا ہوں، میں

تجھتا ہوں کہ چوں کہیں بھی مہمورین ہے وہ جہاں کہیں بھی حالت کی دعوت ہے، جہاں کہیں بھی شرک و بدعت سے اہتساب کا بند پڑا اور اس سے نظر ہے، یہ ان دنیوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ لیکن ایلہ الیہا بھی انسان تھا جس نے اس زور سے دعوے دیا کہ امت کی ہارنی سرگرمیوں میں سوائے زور و جوش و جوشی ہے اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کتنا چھپ چھپا کر اور اللہ کا بندہ پیدا ہوا اور اس کے دھندلے اور سستے چلے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا چہرہ لٹا ہوا، حضرت مجدد الف ثانی کے سوا یہ دوسرے جہد پیدا ہوا اور ان کے کام کے اثرات تیر چھویں صدی کے بعد، میں ظاہر ہوئے، میرے کہتے کا مطلب یہ ہے کہ یہ فریضہ ہے تمام مدارس کا اور تمام جماعتوں کا، اس کا سہارا لیٹا کر لے رہیں۔

پاکستان کی سب سے بڑی ضرورت

میرے عزیز و اقارب میں نے دارالعلوم کورنی میں ایک بات کہی تھی کہ پاکستان کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ایسے علماء و ملک میں رہیں کہ وہ سب سے سخی ہو سکیں اور سب سے سخی کے سلی چل کر نکلیں اور اس میں دو شریعت کی مدد سے کتاب و سنت کی مدد سے، اصول فقہ اور فقہ کی مدد سے، رہنمائی کر سکیں، اس لئے جہاں اور چیزوں کی ضرورت ہے وہاں ایک بڑی ضرورت یہ ہے کہ ایسے قیصر علماء پیدا ہوں جیسے مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا محمد عابد عثمانی، مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا

دارودور علماء، جن سے تمام اس وقت تجھے یاد نہیں آئے، پھر اس کے بعد میں نے کہا کہ زمانہ اتنا تاریکی کا ہے کہ سب زمانہ کے فقہی اسکے دشمن اور زمانے کے چیلنج اسے شدید ہیں کہ حقیقت نہ دیت تھی، امام غزالی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی، لیکن آج یہ تمام غزالی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور انکسار شاہ ولی اللہ

یہاں امام ابوحنیفہ پیدا ہونے والا ہے، قریباً ۱۵۰ سال پہلے، اور آخر میں بدائع الصنائع کے مصنف، ابو بکر الرافعی کے مصنف اور فتاویٰ عالمگیری کے مصنف پیدا ہوئے، وہ کسی گامگشاہت پر نہ تھے، لیکن بعد میں بنائے گئے زمانہ کا وقت باطنی قریب ہے کہ ان کو کسی طرح پاک کیا جائے، کوئی آپ سے یہ پوچھنے آئے کہ فرمایا یہ مہارت کبھی میں نہیں آئی، یہ شعر کبھی میں نہیں آئی، اس کے معنی یہ تھے، آپ نہیں کہہ سکتے یہاں ایسے ایسے ادیب پیدا ہوئے جن کا جواب نہیں، مجدد القاب پر پائی پیدا ہوئے، ابو علی فارسی پیدا ہونے والا ہے، امام زکریا رازی پیدا ہوئے، جریر بن حازم پیدا ہوئے، وفاقہ بنی زہش پیدا ہوئے، اور زہد و ستار میں بھی ایک سے ایک بڑھ کر ہوئے ہیں، جو کہ گویا سب خلیفہ ہیں لیکن میں کتاب پر حملے جو ہم ہوں، خطاب منظم نظر میں بعد میں سے شعر کا مطلب بتائیے، قیصر بن ہاشم کا حال ہے، اس فن و ادبی آداب کا مجدد یا کہ ہمارے یہاں ایسے ایسے لوگ پیدا ہوئے ہیں، اس سے کام نہیں لیا جاتا۔

ہر شہر میں قہجر آدمی ہونے چاہئیں

ہر ملک میں جگہ بہ جگہ میں اپنے قہجر آدمی ہونے چاہئیں، جو طاقت پر نہ اتر سکیں، رہنمائی نہ کر سکیں، یہ نہ کر سکیں تو ہم ان کو کسی نہ کسی حوالہ دے سکیں، میں خود یہ کرتا رہتا ہوں، کوئی آدمی دیکھ کر پوچھتا ہے تو میں کہہ دیتا ہوں کہ ہمارے مدرسہ میں مفتی موجود ہیں ان سے پوچھو، ”الکسل میں داخل“ ہر فن کا شخص الگ الگ ہے، وہ وقت پڑھاتے ہیں، معاملہ ان کے حرام کے متعلق، امام احمد ربیع نے ایک جگہ لکھا ہے کہ انھوں نے سعی میں رمل و طہ و سجود کو یاد کیا ہے، اور بہت اب کے ساتھ کہتے ہیں کہ ان کو حج کرنے کا موقع نہیں ملا تو ان کو طواف اور زلی میں اتار دیا، یہ بات لکھ ہے، لیکن ہر چیز میں آپ اسلاف کے کارناموں کی تکرار نہ کرنا، نہ کرنا، انہیں کہہ دیتے کہ یہ قادی پیدا ہوئے تو اس کی مشابہت نہ کیے

کہ کوئی شخص اپنے سامنے اور پانی پیئے آئے اور کہہ کر پانی چلا دیتے تو آپ اس سے کہیں کہ دنیا میں ایسی ایسی سبتیں تھی ہیں اور ایسی ایسی آکسیں کر نہیں زیادہ تھیں، ایسے ایسے مشروبات ایچہ ہوئے ہیں، تو بہت ہی مشروبات کے نام لہئے سے اور اس میں جو تر قیاں آپ کے خلاف لے لیں اس سے کیا ہوتا ہے، اس کو پانی چاہئے آپ کو رو میں دیں یا نہ لے کو رو میں دیں۔ جب جائز اس کی یہاں بجھے۔

خلا پر کرنے کے لئے جانفشانیوں کی ضرورت ہے

علوم کو زوال بلکہ امتوں کا زوال سی طرح ہوا کہ جب کوئی کیا تو کوئی دوسرا اس کی تجدید لے والا نہیں رہا۔ غلط بات ہے جو نعتا ہے جند خانی۔ کئے چلے جاتا ہے۔ آپ نے کیا کیوں۔ یہ نکتہ کی بات نہیں دیندہ و ستان میں ہم کیا خلا محسوس کر رہے ہیں، کسی مدرسہ میں شیخ الحدیث کی ضرورت ہے، شیخ الحدیث نہیں مل رہا ہے، کہیں اصول فقہ پر جانے والا نہیں مل رہا ہے، یہ جو اند کے بندے یہاں آ گئے اور کچھ اللہ میاں کے یہاں چلے گئے، ایک نے انتقال کیا تو دوسرا منتقل ہو گیا، آہ و رنے حق میں عقیدہ ایک ہوا، مطلب یہ ہے کہ خلا پر ہونا چاہئے اور اس کے لئے جانفشانیوں کی ضرورت ہے، یہ کام بغیر جانفشانیوں کے نہیں ہو سکتا، اگر آپ چاہتے ہیں کہ حدیث کا جدید عالم پیدا ہو، فقہ کا کوئی جدید عالم پیدا ہو، تو اس کے لئے چاہی پانی کرنے کی ضرورت ہے، اور فسوس ہے کہ اب ہمارے مدارس میں اس کا روالہ نہیں رہا، سب کچھ بے نیکیں وہ محنت نہیں ہے، میں کہتا ہوں کہ مبالغہ سبھی مگر کسی درجہ میں نہ ہو کہ ہونا چاہئے، چرپ میں جو تر قیاں ہوئی ہیں اسی لئے سے ان میں بھی اتفریق ہے، میں نے واقعت سے ہے کہ بعض تحقیقی کام کرنے والوں کو اس کی خبر نہیں ہوئی کہ کب صبح ہوئی اور کب شام ہوئی، میرے جاننے والے ایک دوست جرمنی گئے تھے

انہوں نے کہا ایک مذہب سے پکا پھٹا کہ آپ نبی عام شروع کرتے ہیں، آپ کا یہ ادوار کب سے نکلتے ہیں؟ اس نے کہا ابھی بتاتا ہوں، وہ اندر آیا اور ایک آدمی سے پوچھا کہ میرا شعبہ کب سے نکلتا ہے اس نے بتایا، ”مے بچے تو آکر رہ دیا کرتے ہیں۔“ اس نے کہا کیوں آپ نے خود کیوں نہیں بتایا تو اس نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں میں اتنی صبح آپ بتا ہوں کہ مجھے محسوس نہیں رہتا اور میں حُرّیٰ نصی نہیں دیکھتا، کا سکا جوش اتنا نہ لب نہ رہے۔

میرے عزیز طلبہ! یہ انتشار وہ دور ہے، آج کل تو بڑی سمیت یہ ہے کہ آپ مایاں سے جائے، پچاس چیزیں آپ کو ایسی نظر آئیں گی جو انتشار پیدا کرنے والی ہوں گی۔ آپ ایسے حالات دیکھیں گے جو انتشار پیدا کرنے والے ہوں گے آپ ایسی تصویریں دیکھیں گے جو ساری دنیا کی تصویریں گے۔ اور اگر تکی و ریشٹن ہو رہا ہے تو سبحان اللہ! انفاق کہہ دیجئے اس زور کی خوبی یہ تھی کہ انتشار پیدا کرنے والی چیزیں تمہیں اور لوگوں میں ملتی استغراق تمام یہ سب ایک مغربی استاد نے بتایا کہ ایک صاحب مغرب (مراکش) میں قدامتہ ملی پر کتاب لکھ رہے تھے، ان کا دواں کا یہ محسوس تھا کہ وہ پہ کو وہ گھر جاتے تھے اور کھانا کھاتے تھے اور آتے تھے، ایک دن وہ گھر نہیں گئے تو لوگوں نے کہا آج آپ کھانے پر تشریف نہیں لائے، انہوں نے کہا کہ نہیں میں تو کیا تھا میں نے کھانا بھی کھایا، اب میں کو فکر ہوئی کہ کیا بات ہوئی، معلوم ہوا کہ مسئلہ سوچنے نہ نکلے، ایک لڑکا دروازہ کھلا تھا اس میں چھ کئے، دروازہ کھلتے مشفق اور مہذب تھے کہ انہوں نے کھانا کھایا اور ان کو بالکل محسوس نہیں ہونے دیا کہ ان کا گھر نہیں ہے، اس زمانہ میں ملو کی قدر تھی، ان کو شاید یہ معلوم تھا کہ وہ اس وقت نکلتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں، انہوں نے دستوں میں پھیلا، ہاتھ دھوئے، انہوں نے کھانا کھایا، ہاتھ پونچھ کر اپنی جگہ آئے۔ یہ

مجھے رہے کہ وہ اپنے گھر گئے تھے اور کھانا کھایا تھا۔

ایک واقعہ امام غزالی نے غائبانہ علوم میں لکھا ہے کہ امام شافعی قلیب مرتبہ امام احمد بن حنبل کے گھر آئے۔ اور مصائب کے بیچ کہتے ہیں کہ ہندو بھیستے تھے کہ ہمارے والد ہمارے بعد ماہر شافعی بنے۔ نئے دعا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ۔

”اے اللہ! محمد بن ادریس کو نذر و کھو دے مگر کھانہ کی عمر میں

برکت دے۔“

وہ بچے سوچتے تھے کہ ہمارے باپ امام وقت ہیں ان کے استاد کیسے ہوں گے جن کے لئے پیدا کرتے ہیں؟ تو ایک مرتبہ پوچھا کہ با جان! آپ س کے لئے دعا کرتے ہیں اور کیوں؟ انھوں نے کہا۔

”بابنی اند کالشمس النذیا والعافیۃ للیس“

ایک مرتبہ طبرستان آیا کہ امام شافعی تشریف لے آئے تو گھر والوں نے کبھی نہ گھر بیٹھے دوست بھی، بیانی خاطر، دوستی اور است کو جب دو کھانا کھائے اور باتیں کرنے بہتر پائیے تو انہوں نے سوچا کہ والد صاحب یہ وقت عبادت میں گزارتے ہیں، یہ تو ہمارے والد کے بھی استاد ہیں، میں تو چاہتا بھی نہیں، لہذا یہ دعا ہے کہ عبادت سرزنگ، چنانچہ انھوں نے گونا گوارہ بھی یہ دعا رات کو اٹھائے۔ وضو کریں گے، عبادت میں مشغول ہو جائیں گے لیکن صبح تک نہ سوتے۔ یہ ایسا ہی تھا کہ امام احمد بن حنبل آئے اور انھوں نے انھیں وہ دیکھے اور بے انھوں نے ہی کہ پڑھتے چلے گئے، اب تو ان کے پاؤں تلے کئی زمین لٹ گئی کہ یہ دعا قہراً یہ ہے: ”اللہ ما دیکھا تو دیکھا نہ دیکھا، یہ دعا ہے، یہ دعا ہے کہ انھوں نے اب یہ دعا میں اعتراض کرنے کا رواج نہیں تھا، اب وہ محسوس میں آ کر پڑھتے تھے، امام احمد بن حنبل سے امام شافعی نے کہا کہ ابو عبد اللہ دعا دیکھیں دعا دیکھیں تو آپ تم مجھے نہ کہنے تو انہوں نے حدیث کی طرف مبراہن پلا دی، میں نے

اس سے مسائل تنبیض کرنے شروع کئے، رات بھر مسائل استنباط کرتا رہا، مسائل کی ایک بڑی تعداد بیان کر کے فرمایا کہ اتنے مسائل استنباط کر چکا تھا کہ صبح ہو گئی، اسی لئے شاعر نے کہا ہے ۔

کار پا کاں را قیاس از خود ملکہ
گرچہ باشد دروشتن شیر، شیر

اگر بدگمانی کا دور ہو نہ تو دنہار میں چھاپ دیا جاتا کہ ایسے ایسے علماء ہیں جو بے وضو نماز پڑھ لیتے ہیں، بلکہ پڑھا بھی دیتے ہیں تعجب نہیں کہ انھوں نے نماز پڑھائی بھی ہو، بھلا ان کی موجودگی میں کون نماز پڑھاتا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اس خلا کو پُر فرمائے

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

دین و علم کا دائمی رشتہ

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید
الانبیاء والمرسلین، وعلی آلہ واصحابہ اجمعین،
ومن تبعهم بإحسان الی یوم الدین۔ اما بعد
وما کان المؤمنون لیفرزوا کفافةً فقلوا نعم من نحن
برقة منهم لیستفھوا فی الدین ولینبذوا قرمهم اذا
رغفوا انھم لغللھم یحذرون ۝

”اور یہ تو نہیں، بولنا کہ میں سب کے سب نکال آئیں تو یہیں
کیوں نہ گیا کہ ہر ایک جماعت میں چند اشخاص نکل پڑتے تاکہ
دین کا علم سمجھتے اور اس میں سمجھ پیدا کر کے اور جب اپنی قوم کی
طرف واپس ہوتے تو ان کو ڈر نہ آئے تاکہ وہ حذر کرتے۔“

(توبہ آیت ۱۲۲)

اسلام اور علم کا رابطہ

میرے عزیز بھائیو، اور دوستو!

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا اور علم کا چونی دامن کا ساتھ ہے۔ اسلام مگر کے بغیر نہیں رہ
سکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ علم بھی اسلام کے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔ لیکن کسی اور مجلس میں شرع و

اس نے سنا تھا کہ نبیؐ کی بات ہے، وہ علم علم ہی نہیں جو وحی کی سرپرستی اور حق کی رہنمائی بلند
وہی اور جو مروت کی انجی پڑ کر تہ چلے اور جس پر وحی کی مہر تصدیق ثبت نہ ہو۔ اور جو وہی
اللہ تبارک و تعالیٰ کے پیسے ہونے اور اس کی مازل کی ہوئی کتابوں کی سرپرستی میں، انہی
میں انگریزی میں اور ہندی میں نہ ہو وہ علم نہیں۔

میں نے کہ روایت نہ نمایہ جہالت است

اس وقت ہمارا آپ کا موضوع ہے کہ اسلام بغیر علم کے نہیں دو سکنا اس کی مثال
بالکل ایسی ہے کہ جیسے آپ پھیلی ہوئی سی سے نکال دیجئے تو اس کا ہم گھٹنے لگتا ہے اور ہر
جاتی ہے تو اس طریقہ سے اسلام کے نئے علم ضروری ہے خدا کی صحیح معرفت جو اس کی
ذات و صفات کی صحیح معرفت ہو۔ اس کا بدلے سے ساتھ کیا خلق ہے؟ بندوں کا اس کے
مستحق کیا عقلی ہونا چاہئے؟ ان کی کیا مقصد کیا ہے؟ آغاز کیا ہے؟ انجام کیا ہے؟ اللہ نہ کیا
ہے؟ اللہ نہ کیا ہے؟ ان کیوں سے آیا اور اس کو کہاں جانا ہے، اور پھر کیا ہوتا ہے اس
سب کا سرور و مسروری ہے؟ اس کے اسلام علم کو چاہتا ہے اور وہ علم ضروری قرار دیتا ہے۔

سبکی وحی میں علم و قلم کا تذکرہ

نبیؐ کی جو کتاب میں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر اس مازل ہوئی اور پھر اس
میں کے بعد آسمان زمین کا کوئی مرتبہ نہ رہا، تو اس کے بعد اس کے لئے کچھ نہیں ہے
نہ آسمان نے لئے کچھ دینے کے لئے، نہ زمین کے بعد وہ گھڑے ہوئے سنت ہیں،
نہ اس کے لئے یا انھوں نے یا انھوں نے اور انھوں نے انھوں نے انھوں نے انھوں نے
انھوں نے انھوں نے انھوں نے انھوں نے انھوں نے انھوں نے انھوں نے انھوں نے
سب سے پہلے یہ علم ہی ہے، اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد
اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد

میں نے کہ روایت نہ نمایہ جہالت است

ع کتب نہ چند مدت دتہ ست

لیکن آپ نے کتب خانے لئے دھوکے نہیں دیتے کتب خانے بنائے، اونی کتب خانے دے دیں کو دھونا چاہئے تھا لیکن دھوکے بھرنے پھر کیا دیا؟ فوراً یقین دیا، اللہ کی معرفت مٹا فرمائی، انسان کو انسان بنادیا، امر جاہل انسان بلکہ شیوان حضرت انسان کو بنایا کا معلم بنادیا۔ بقول امیر۔

جو نہ تھے خود راو پر فیروں کے ہادی بن گئے
نہ نظر تھی جس نے مردوں کو مسیح کر دیا

تعلیم و تعلم کی ضرورت اور اس کا مقام

دنیا کی کوئی قوم علم سے مستغنی ہو سکتی ہے کہہ سکتی ہے کہ ہمارا کوئی نقصان نہیں، انہی کوئی نقصان دہ سبب نہیں، ضرورتی نہیں ہے کہ ہم پڑھیں اور پڑھنا نہیں۔ بچوں کی تعلیم کا انتظام کر لیں لیکن روئے زمین پر قریب مت تک سیمان کہیں بھی آباد ہوں وہ چاہے تمامات و قدس ہوں، چاہے جزیرۃ العرب ہو، چاہے یورپ و امریکہ، داچ ہے ہندوستان کی سر زمین، ہواشیر، دو قصبہ، دو ویرات ہو جہاں مسلمانوں کے چار گھر بھی آباد ہوں بلکہ یہاں چار مسلمان بھی پائے جاتے ہیں وہاں ان کے لئے ضرورتی ہے کہ "افسرا" کا سامان کریں۔ وہ اس کی تعمیل کریں کہ پڑھو، یہ کام بظاہر ان کے قریب سے زیادہ ضروری ہے اور آپ کی دکانوں سے زیادہ ضروری ہے، یہ کارخانوں سے زیادہ ضروری ہے اس میں سے کسی چیز کے لئے نقد قرضی نے اپنے نیا کو ماسور نہیں فرمایا، یہ نہیں فرمایا کہ تجارت کرو، کہہ کہ یہ بہت بڑی حدقت ہے، دس من حق کو غائب کرنے کے لئے خوب پیسہ پیدا کرو، خوب دولت جمع کرو، اپنی امت کو سبق سکھائی، یہ نہیں نہیں فرمایا۔ فرمایا تو یہ فرمایا "افسرا" (پڑھو) آپ نے کچھ کہ علم کا یہ مقام ہوا؟

اچھا پھر وہ علم جو مناجات اللہ حاصل ہوتا ہے، ایک ہم لدنی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہی

کا پسہ کھول دیتا ہے اور اسے علوم کا کنجینہ بنا دیتا ہے ان کی زبان سے نکلتی جاتی ہے، یہ سرائیکھوں پر، ہم ان کو اپنے سے ہزار درجہ افضل مانتے ہیں۔ ان کو سہیہ پڑ جائے تو ہم سمجھیں کہ ہم آئی بنی جو نہیں گئے، لیکن ”بالقرآن“ اپنی جگہ پر رہے گا۔ ان حضرات کو بھی ضرورت ہے کہ وہ مسئلہ چوتھیں عالموں سے بڑے بڑے صاحب اور اک و صاحب کشف بھی نماز کا مسئلہ پوچھتے ہیں۔

یہ ”افقوا“ کا مسئلہ ایسا ہے کہ نئی نئی سے شروع ہو کر آخری آئی تک (یعنی جو لفظا سے پڑھا ہے) جاری رہے گا۔ نئے ہی دنیا میں انقلابات آئیں سلفتنیں بدلیں، تہذیبیں بدل جائیں۔ اور انقلاب غصیم برپا ہو جائے۔ زبان بدل جائے، تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رہے گا۔

حفاظت قرآن کا مفہوم

اللہ تعالیٰ نے کسی کتاب اور کسی زبان کی حفاظت کی گارنٹی نہیں لی۔ قرآن کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے تو حفاظت کا مطلب یہ تو نہیں ہوتا کہ بس کتاب رہے نہ کوئی اس کو سمجھے نہ سمجھائے۔ اس کے لئے سمجھنے سمجھانے والے بھی ہونے چاہئیں، اور وہ کتاب الفاظ میں ہے تو زبان بھی بولی جا رہی ہے۔ الفاظ بغیر زبان کے نہیں رہتے۔ اس لئے عربی زبان بھی رہے ہی کتنی زبانیں مست نہیں، لیکن شریعت الہی کی زبان عربی اپنی جگہ پر ہے اور اس کا علم اپنی جگہ پر ہے تو ہر جگہ کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے یہاں متدور ہجرت دینی تعلیم کا انتظام کریں، ہر جگہ مسائل بنانے والے نہ صرف یہ کہ موجود ہوں بلکہ ان کا سلسلہ جاری رہے یہ بھی مسلمانوں کے ذمہ فرض ہے۔ یہ اس کا سلسلہ ضروری ہے یہ کوئی شہ قیہ تعریف بھی کا نہیں ہے یہ خالص دینی ضرورت ہے، میں پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ مساجد کے بعد ضروری چیز یہی ہے اور حج پوچھے تو مساجد کی پشت بناو بھی یہی ہے اس میں اگر مدثر نہ ہوئے تو آپ کا امام کہاں سے ملیں گے؟ اور اگر ایسا مامہل کئے جو میں

نماز پڑھاویں تو بعد پڑھانے کے لئے اس سے زیادہ کچھ شرائط ہیں اس کے کچھ اور احکام ہیں پھر اس کے بعد مسائل کے لئے آپ کہاں جائیں گے، مسجدوں میں ہی تو جائیں گے، مہ صاحب سے پوچھئے امام صاحب کو کوئی علم نہیں ہے بس تھوڑی سی سورتیں یاد کر میں اور نماز پڑھانا آگیا تو یہ مدارس و حقیقت مساجد کے بھی حافظ ہیں اور مساجد کو بھی مدد دینا چاہتے ہیں۔

فصلائے مدارس کا فرض

میں نے آپ کے سامنے شروع میں آیت پڑھی تھی وما كان الغوثونون لينفروا مخالفة لية تيمم ہو سکتا، یعنی ایک غیر ممکن سی چیز ہے غیر ضعیفی چیز ہے کہ سب مسلمان سب کام چھوڑ چھوڑ کر دین سیکھنے نکل جائیں، نہ دکان پر کوئی بیٹھنے والا ہو، نہ کوئی خرید و فروخت کرنے والا، نہ کوئی ضرورت پوری کرنے والا، معلوم ہوا سارا شہر چلا گیا مدرسہ کا طالب علم بن کر، یہ ہونے والی بات نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ایسی بات نہیں کہتا، اس کا منکلف قرار دیتا ہے نہ اس کا مطالبہ کرتا ہے، فرماتا ہے کہ یہ تیرے نہیں سکتا کہ تمام مومنین سب کے سب شہر چھوڑ کر باہر چلے جائیں۔ "فَلَوْ لَا فُغِرَ مِنْ كُلِّ قَرْيَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ" پھر ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ہر جماعت میں سے کچھ لوگ اس کے لئے تیار ہو جائیں کہ وہ دین سیکھیں، لِيَنْفَقَهُوا فِي سَبِيلِ الدِّينِ دین کی سمجھ حاصل کریں، یعنی وہ دین کے احکام و مسائل کا علم حاصل کریں۔ "وَلِيَسْتَرْوُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ" جا کر اپنی اپنی بستیوں میں بہایت کا کام کریں، دخل وارشاد کا کام کریں۔ اور ان کو حضرات سے مہلکات سے بچائیں، شرک کے مہلکات سے، کفر کے مہلکات سے، ان عقائد سے، ان رسوم سے، ان اعمال سے کہ جن سے آدمی بالکل اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور بخش و اوقات دو اسلام کی مرحد پار کر جاتا ہے اور مسلمانوں میں اس کا شائبہ نہیں رہتا، بعض چیزوں سے ایمان چلا جاتا ہے بالکل آدمی نے گویا ارتداد اختیار کر لیا، "لِيَسْتَرْوُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ"

ہم کریں کہ وہ پتھر دکھ دیں۔ لیکن آپ کا کام ٹھہر نہیں جاتا، بلکہ سچ پوچھتے تو اس سے شروع ہوتا ہے اب آپ کی ذمہ داری ہے کہ اس مدرسہ کو ترقی دیں، باقی مشورہ کا معاملہ ہے استادوں کا مسئلہ ہے کتابوں کا مسئلہ ہے، انصاف کا مسئلہ ہے کبھی جلسوں میں آنے جانے کا مسئلہ ہے اس کے لئے ہم حاضر ہیں۔ آپ کو شکر گزار ہونا چاہئے کہ ایک بہت بڑی مصیبت سے ایک قومی و ملکی کوتاہی سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بال بال بچالیا مگر یہ مدرسہ نہ ہوتا تو خدا کے یہاں پریش ہوئی۔

سرکاری اسکولوں میں پڑھنے والے بچوں کے لئے دینی تعلیم کا انتظام

اسی طریقہ سے آپ یہ بھی یاد رکھیں کہ بچوں کو خدا اس مدرسہ میں نہ پڑھتے ہوں اسکولوں میں پڑھتے ہوں، ان کی بقدر ضرورت دینی تعلیم کا انتظام آپ کے ذمہ فرض ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا

(الصحرہ ۶)

”اے ایمان والو! اپنی جانوں کو اور اپنے گھروالوں کو جو تہیاب سے

ذمہ ہیں ان سب کو آگ سے بچاؤ۔“

یہ آپ کا فرض ہے آپ ان کے لئے صبح و شام کوئی انتظام کریں۔ کوئی ٹیوٹر رکھیں، کسی مولوی صاحب کی خدمات حاصل کریں، بہر حال ان کے دین و ایمان کی حفاظت کے لئے آپ کو کچھ سامان کرنا چاہئے۔ ایسی ہی کچھ چیزیں اور ہیں مثلاً اس ملک میں موجودہ دور میں اور اس جمہوری ملک میں ہر ایک ایسے ملک میں جہاں جمہوریت میں نہیں ہیں بہت سی تحریکیں ہیں، جہاں تہذیبیاں جلدی جلدی ہوتی ہیں، بہت سے چیلنج سامنے آتے ہیں اس ملک میں اس طرح بھراپنے دین کو بھی بچا سکتے ہیں اور اپنی عزت کو بھی بچا

نکلتے ہیں اور اپنی جوانوں کو بھی بچہ نکلتے ہیں اس نے اپنے خلی جنے میں ایسی میں جن کو آپ کو اختیار کرنا ہوگا اور ان پر عمل کرنا ہوگا لیکن اس وقت نماز میں فی قصم کے متعلق سے کہتے ہیں کہ اس حد کو کوئی ویساں کو تکمیل کی منزل تک پہنچانا اس کے مسئلہ کو جو چار نماز اور اس کو اس قابل نہ کرنا کہ یہ آپ کے چارے جو ان کا اس پورے نواں کا ایک مرتبہ درجہ بن جائے یہ سب کی آمد دینی ہے۔

فی صریح سے اپنے بچوں کو نہ رکھنا اور دینے کی تعلیم یہ اور سیرت اور سی پ کرنا اور دینی مصلحتوں سے متعلق کرنا اور کفر و بدعت کا فرق اور حدیث اور کفر کا فرق بتا کر دینی ہے۔

ایسی صورت ہے جو واقعہ حضرت میں ان کو اپنے دین کے لئے بھی اور دینی بہت بات کر ترقی دینے کے لئے بھی اور دینی عام پیہ کرنے کے لئے بھی تبلیغی ہے، صحت سے تعلق رکھتا ہوا اس کے ساتھ ہے میں شریعت ہونا اور اس کو اوقات دینا اور دینی تہذیب پر مبنی ہے بہت ضروری ہے اور ان کے ملک میں جیسا کہ ہندوستان ہے جو اپنے دور میں میں میں ہمیں خدا نے یہ آئی ہے ان کی پند کی ان کو بھی چھٹی اور آجی مارا گیا۔ وقت جو عمارت بننے کی طرارت ہے اور اس میں بہت وسیع نظر رکھنے کی ضرورت ہے اور کورامش کے عمارت کا ہے۔ جائز دینے کی ضرورت ہے نہ کہ کسی کے دھارے سے ایک ہونا خطرناک ہے اور مسلمان ماحول سے اس کے اور اپنے خول میں رہنے اور اپنی خیالی دنیا میں رہنے کے۔ جو کچھ ہوتا ہے ہوتا ہے اپنے زمرہ کو نہ روزہ کرتے ہیں اس صحت آپ ملک میں نہیں رو سکتے اس ملک میں بہ وقت حالات کو دیکھتے ہیں اور اپنے خاص روزناموں کی باتوں پر دھیماں دیتے ہیں جن کو صرف اس سے دلچسپی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جس العام سے مقرر فرمایا اور جو اوقات ہمارے سپرد کی وہ ہم کو دیکھیں اور اس کو لے کر ہم دنیا سے جائیں اور مخرج ہوں اور میں کو صرف اس بات سے دلچسپی ہے ان کے مشغلوں کو آپ

ہائیں وہ فور سے تھیں۔ اس ملک میں بیعت اپنی آنکھیں کھلی رکھیں اور دیکھتے رہیں کہ کیا دور پہ ہے، کیا چیز ایسی پیدا ہو رہی ہے کہ جس سے ہم کو بھی اور ان کو بھی رہ گئے تو جہاد کی آئندہ نسلوں کو مسلمان رہنا مشکل ہو جائے۔ اس کا براہِ جائزہ لیجئے رہنا چاہئے۔
 ان الفاظ پر منتہی رہا: وہ اللہ تعالیٰ ہم سے انہوں کو دین کی قدر دانی نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

دعوتِ ایمان اور پیامِ انسانیت

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید
الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ومن
تعلمہم فاحسنہم ودعویٰ بدعوتہم الی یوم الدین . اما بعد

دعوت کی خاصیت

دوستو اور ایمانوی! آج میں آپ کی خدمت میں رو ہا تھا عرض کروں گا۔ ایک بات ہے
یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس نسلِ انبیاء میں خاصیتیں پیدا کی ہیں اور وہ ہزاروں
بلکہ شاید لاکھوں برسوں سے چلی آرہی ہیں، زمانہ میں آتے آتے غلطیوں کے
چراغ گل ہو گئے۔ جیسے ہیں کہ ایک زمانہ میں نیک عربی کا کوئی وجود تھا یہ بھی کہا جاتا ہے
کہ نیک شام اور ہندوستان کی سرحد ایک تھی، مصر اور ہندوستان کی تہذیب میں جو مماثلت
پائی جاتی ہے ان کے عقائد میں یکساں مزاج تک میں جو اشتراک ہے اس سے لوگوں نے
تعمدہ کیا ہے کہ کسی زمانہ میں مصر و ہندوستان قریب تھے اور یہ قریب تھانے جو یہاں سے
وہاں تک چلے گیا تھا۔ یہ سب انقلابات ہوئے لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء میں جو
خصوصیات بخشی تھیں وہ آج تک چلی آرہی ہیں، پانی آگ ایک ہی چیز ہے، آگ جلاتی ہے،
شعلہ اور زہریلی جتنی باتیں ہیں وہ کوہِ قمر، مہرِ لہری ہیں، ہر دی کرتی نے وہی اوصاف ہیں
اور انسانوں کو کھانے کی ضرورت ہزاروں لاکھوں برس سے ہے، لحد ہمیشہ سے پایا جاتا
ہے، انسان کے لئے اس لئے، حائل میں جو چیزیں رکھ دی گئی ہیں ان سے اس کا تعلق

بہت قدیم ہے، اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے اخلاق میں، اعمال میں اور معنویات میں تاثیر رکھی ہے، ایمان میں اس نے جو اپنے تعلق کی صفت رکھی ہے اپنی یاد میں، اپنے ذکر اور اپنی عبادت میں، توبہ میں جو خصوصیت رکھی ہے وہ لکھوں برس سے ہے اور اگر ابھی دنیا کے مقدس ترین لوگ برس باقی رہتا ہے تو یہ خاصیت رہے گی۔

تاریخ کی کسی ایک شہادت سے ہمیں معلوم ہوتا کہ ان اخلاق، اعمال اور عقائد کی نہ صیت کسی زمانہ میں کچھ اور تھی، تاریخ تو کیا بتاتی کوئی صحیفہ آسمانی بتاتا کہ توحید میں جو نہ صیت ہے وہ کبھی خرب میں تھی جو نیک اعمال میں خاصیت ہے کبھی بد اعمالی میں تھی، جو ہمدردی میں خاصیت ہے وہ کبھی بے وردی میں تھی، جو عدل میں خاصیت ہے وہ کبھی ظلم میں تھی کوئی آسمانی صحیفہ یہ نہیں بتاتا، تو ریت ہو، انجیل ہو، محض ابراہیم ہوں، زبور ہو اور پھر آخری صحیفہ قرآن مجید ہو، سب یہ بتاتے ہیں کہ ایمان میں توحید میں، نیک اعمال میں، عبادات میں، اعمال میں، انصاف میں، ہمدردی میں، محبت میں یہ ہے، سب یہ حقیر اشیاء جو جھگڑوں سے سسلی جاسکتی ہیں، پیروں سے روند کر جاسکتی ہیں جنہیں استعمال کر کے انسان نہایت خراب حالت میں پہنچا سکتا ہے جن کو جانور چمے جاتے ہیں، کھا جاتے ہیں، جن کو پانی بہا لے جاتا ہے ان میں یہ خاصیت ہے تو وہ چیزیں جو خدا سے اور اس کی ذات عالی سے تعلق رکھتی ہیں ان میں یہ نہ صیت کیوں نہ ہوگی۔

صفات میں تغیر پیدا کیجئے

میرے دوستو! بزرگو! اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ: ۱۔ اس اور آپ کے لئے دنیا میں نجات کا، عزت کا اور حفاظت کا راستہ اس کے سوا نہیں ہے کہ ہم خدا کے خفیہوں کی تعلیمات پر چلیں اور اپنے اندر وہ صفات پیدا کریں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

”اور ان جہاد الہم العالیوں پر ان جہادنا لہم
المنصوروں۔“

”بے شک تمام اسی لشکر غالب آئے وہاں ہے شہرِ ہر۔
نی شہر کی مدد کی جائے گی۔“

و غلات پر کھریں بولوں کو کھینچتے ہیں، جو دشمنوں کو دوست بناتے ہیں، ہر۔
نہر گئی، ہمدردی پیدا ہو۔ ہے وقتِ خدمت کا جہاد پہ پیدا ہو، ہر۔ ہے نذرانہ دینا انہوں نے یہ
اور، ہے ہم اپنے اللہ سے جہاد نکال دیں، کیونکہ کمال دیں، جو دشمنی کو نکال دیں، ہر۔
نہر پائید ہو جائے، ہم مال و دولت کے پرستار نہ ہوں، ہم نوکریوں اور آسامیوں کے
عبادت گزار نہ ہوں، ہم عرواق و نقوشِ احاطت و ریدہ اور لفظِ ار کے پیروی اور تمام نہ
ہوں، ہم ابنِ الوقت اور موقع سے ہمیں انہیں۔ پر جو بن دینے لینے والے نہ ہوں،
و غلات پر کھریں ہمدردی پیدا ہو، لیں گے تو ہر۔ سے عالم کی کیفیت بدل جائے گی اور ہم
نہ ان کے محبوب بنیں ہر۔ میں گئے اور پھر آسمان سے صاعقے آئے گی کہ کھجائے فلان بندہ سے
جو بگڑے ہوئے ہیں۔ ہر۔ اس سے بڑھ کر کوئی شمشیر، اس سے بڑھ کر کوئی تہ تیغییر سے
نے کر دیا، اللہ تک اور ولیا، اللہ سے لے کر ہم مسلمانوں تک نہ بھی تھی اور نہ بھی ہوئی،
دنی سیاسی رہنما ہوئی، کیا کیا قصی و رات گھر آپ لوگوں سے بہتر مشورہ نہیں دے سکتا اور کسی
کے مشورے آپ کو فائدہ نہیں ہو سکتا جو آپ کو فائدہ اٹھانے والے تھے ہر۔ کے ہوتے راستہ
یہ چلنے سے ہے یہ ہر۔ بہت دقیق ہے اور اس کثرت میں اتنا اختیار ہے اور اس میں اتنی
چیزیں تھیں ان کا کیا پتہ نہیں کہ آپ ان کو سیٹ بھی نہیں ملتے، آپ ایک شہر کی ایک حد
کی بھی اکائیوں کو نہیں سمجھتے، ہر۔ میں اگر آپ وحدت پیدا کریں، اس
کثرت میں آرام و راحت و احد نہ آپ کا تعلق پیدا ہو جائے اور اس کو آپ اپنا نہیں تو
پھر سارا عالم آپ کا بن جائے گا۔ صفات میں یہ سب تک تغیر نہ ہوگا حالت میں تغیر نہ آئے

ہوں، جب ایرانیوں نے یہ منظر دیکھا تو کہا وہاں آئندہ، دیوان آئندہ یہ تو دیوتا ہے ہیں دیوتا ہے ہیں۔

دوسرا واقعہ حضرت معتمد بن نافع کا ہے جب وہ قیردان گئے اور وہاں چھاؤنی ڈالنے کا ارادہ کیا کہ وہاں سے بیٹھ کر سارے شمالی و مغربی افریقہ کو فتح کریں اور جس دن کو پسند آئی تو لوگوں نے کہا یہ جلد مناسب نہیں ہے، شیر پھٹے، بھیڑ بٹے بہت ہیں جو بھی جانور رہے ہوں، شیر کا نہ تو خاص صبر پر لیا اور بھی جانور رہے ہوں گے، تو کہا آپ یہاں چھاؤنی نہ بنائیں آج سے۔ معقول بات تھی اور معمولی بات تھی، اللہ کی بڑی زمین پرانی ہوئی تھی لیکن صحابہ کرامؓ کا ذہن ہی اور تمام حالات کے سامنے پیرائے نہیں ہوتے تھے، حالات کو اپنے موافق بناتے تھے، انہیں نے کہا ہم تو جو اللہ کا پیغام لے کر آئے ہیں چلے جائیں اور یہ شیر اور پھٹے رہیں؟ رہتا تو اسے چاہئے جس کی ضرورت ہو، اس لئے یہ تو انہی بات ہوئی کہ ہم کہیں یہ جلد مناسب نہیں ہے آگے چلو، اور شیر کون سا مفید کام کر رہے ہیں، یہ کون سا اللہ کا پیغام پہنچا رہے ہیں، یہ بھیڑ بٹے کون سے منید ہیں اس لئے ہم نہیں جائیں گے، ان کو جانا چاہئے یہ نہ کہ انہوں نے ایک آدمی کو بلایا، یہ ایک تاریخی واقعہ ہے، افسانہ نہیں ہے اور عرب ایرانیوں اور ہندوستانیوں کی طرح تاریخ میں افسانہ لکھنے کے بالکل عادی نہیں ہیں، تاریخ بالکل سچی لکھتے ہیں جیسی تو حدیث مکتوبہ رقی، تو انہوں نے ایک آدمی کو بلایا اور کہا، کھو سلطان کرد کہ شیر و اور چیتا! ہے، بھیڑیو! اسے تین دو واہم رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں، ہم یہاں چھاؤنی بنانا چاہتے ہیں، ہم یہاں بیٹھ کر اللہ کا پیغام پہنچانا چاہتے ہیں، اور اللہ کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں جن کو اپنی جان پیار تھی فلاں وقت تک مہلت ہے چل جائے اور اگر وہ رہے گا تو ان کی جان کی خیر نہیں، لوگوں نے کہا واللہ العظیم ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ چیت بھاگا چلا جا رہا ہے، اور اتار تکی ماہ اپنے بچے کو گود میں لئے، اے ہے، بغل میں ابائے ہوئی ہے اور بھگتی چلی جا رہی

تو اخلاق پر نئے کی ضرورت ہے۔ یعنی یہ کہ آپ دعوت لے کر نکلائے ہیں اور اپنے
 درمیان بھی داعی نہیں، مسلمانوں کو آپ تبلیغ کریں تاکہ آپ کی بات کا مسلمانوں میں
 وزن ہو اور آپ مسلمانوں پر اثر انداز ہو سکیں اور مسلمانوں میں اسلام کی رو پیچھے
 رہنے کی رو چلے۔ ان کے اخلاق درست ہوں، مہموند نہیں، تو چلتے تو مسلمانوں میں
 ضرورت ہے پھر مسلمانوں کو ضرورت ہے کہ بجائے ملکی انداز میں تبلیغ کرنے اور اس
 طرح دعوت دینے کے کہ آدمی مسلمان نہ ہو جاوے، اپنے اخلاق سے ان کے قلب میں ہمارے
 دل میں جگہ پیدا کرنی چاہئے اور بعد از یہ کہ ہم جس ملک میں رہتے ہیں وہ ملک
 آپ نہ جائے۔

طفلاً نہ ذہنیت

اب مسلمانوں کی ذہنیت ایسی ہو گئی ہے کہ کوئی سیلاب بھی آ جاتا ہے تو خوش ہو
 جاتے ہیں چلو اچھو! دوا چھنی ملے! پڑھنی ہو ٹھیک ہے، کہیں آگ لگ جاتی ہے تو خوش ہو
 جاتے ہیں اور اب ایسی ذہنیت پست ہوئی کہ اگر ٹرکسٹ میں، باہکی میں ملک کی ٹیم ہار
 جائے تو خوش ہو گئے ہیں اور کسی اسماعیلی ملک کی ٹیم جیت جائے تو خوش ہو گئے ہیں، یہ
 بالکل خلاف ذہنیت ہے، اس سے کام نہیں چلے گا، سچے بھروسے آپ کے اندر پیدا ہوئی
 چاہئے کہ ہم جس ملک میں رہتے ہیں اس سے ہمیں بھروسہ ہو، دیکھئے اگر آج ہمارے
 خلاف کریم نے اس ملک کو نہ بنایا ہوتا، نہ ملو رہا ہوتا تو آج ہم اس ملک کو دکھانے کے
 قریب نہ ہوتے، اس لئے قریموں کو ہم نے دکھایا آپ ہماری نمائش کو دیکھنے والے انھوں میں
 بہترین نمائش ہال، بہت ہاں دیکھئے کہ اس ملک کو ہمارے بزرگوں نے کیا دیا ہے اور اس
 ملک کو کیا سامان مل رہا، امرین کے اندر یہ جہ نہ ہوتا اور ہمیشہ ان کا ذکر مصائب سے
 خوش ہونے کا ہوتا، کبچے امنت ہو اس سرزمین پر وہاں جانے یہ ملک، ہمارے ساتھ یہ
 انصافی ہوئی ہے، ذہن انصافی ہوئی ہے تو جگہ بھی نہ ہوتا، ہمیں انہوں نے اس ملک کو اپنے

ملک سمجھا، اور اس ملک کی حقوق کو اللہ کی مخلوق سمجھ، الخلق عیال اللہ، مخلوق ہنہ کا کبر ہے، اس کو ذوب نے سے بچانے کی کوشش کی، اللہ کا پیغام پہنچایا اس کو انسان بننے کی کوشش کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ محبوب بن گئے، ہر عزیز بن گئے آنکھوں کا تار این گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنا محبوب بنائے۔ اسی پر استغنا کرتا ہوں۔

وَأَعُوذُ بِكَ يَا اللَّهُ مِنَ الْعَمَلِ وَسَبِّ الْعَالَمِينَ.

دعوت کا کام بنی اور مسلمانوں کی اصل قدر و قیمت سمجھنا

معاذ اللہ! یہ دعوت کی مثالیں صرف اس لئے دی گئی ہیں کہ ہم اس کی عظمت و اہمیت کو سمجھ سکیں۔ یہ دعوت کی مثالیں صرف اس لئے دی گئی ہیں کہ ہم اس کی عظمت و اہمیت کو سمجھ سکیں۔ یہ دعوت کی مثالیں صرف اس لئے دی گئی ہیں کہ ہم اس کی عظمت و اہمیت کو سمجھ سکیں۔

الحمد لله رب العالمين و بصوفه و بسلاطه علي ب.
لا يبيدوا و انهم سيبين و علي آله و اصحابه و صحبين و هم
تدعيم باحسان و دعوى بدعوى نعيم انبي مؤيد ابدان
ما بعد احوذ ما بعد من انشيطان و حبه نعيم اظه
انهم حصن النرجس و انهم مكنه امة بدعوى انبي النجوم
و يامعرون ما نفعو و انهم مكنه من النجوم

معاذ اللہ! یہ دعوت کی مثالیں صرف اس لئے دی گئی ہیں کہ ہم اس کی عظمت و اہمیت کو سمجھ سکیں۔ یہ دعوت کی مثالیں صرف اس لئے دی گئی ہیں کہ ہم اس کی عظمت و اہمیت کو سمجھ سکیں۔ یہ دعوت کی مثالیں صرف اس لئے دی گئی ہیں کہ ہم اس کی عظمت و اہمیت کو سمجھ سکیں۔

[illegible][illegible]

وہ انہیں ان کے تہ کریموں میں اپنی شکل آزمائش کے واقعات تاریخ میں نظر نہیں آتے پھر وہ بھی آزمائش میں وقت کیوں نہ ہوا۔

بنا بسبی کسی از دی فی انبیاء انی الذبحک فانظر ما
 دات یی^۶

‘‘*My father is a Jew.*’’

ان انگریزوں نے فریوٹک پورچر اور میں خواب میں، کہتے ہیں کہ میں تم، (پاور لکھی) کونج کونج ہوں سوچتے ہی جانی لو۔
تمہاری بہار ہے نہ؟

ہزاروں میں اس کی مثال ملتی مشکل ہے اور ان دنوں کا تذکرہ کر کے کیا سہہ تعویٰ نے
 اشارہ کر دیا ہے کہ وائی کو یہ مئے پیش آسکتے ہیں تو اسلامی جہد کا، اسلامی
 کامیابیوں کا، اور جو انقلاب اسلام لایا ہے اور جو کردار اس کے سپرد کیا ہے یہ اور جو علماء
 امت مسلمہ پر کرتی ہے ان سب کو الحمد للہ دعوت پر ہے امت بسبب تک دعوت سے
 غافل رہے گی دنیا میں غیر کی امید ہے اور دنیا میں خیر چھپے ہوئے، اور خداوند استیلاست انہیں
 دعوت سے مستغنی اور زد و پیش اور بے تعلقی ہو گئی تو دنیا بھر میں پناہ جانے کی اس لئے
 ضرورت ہے کہ دعوت نے اپنی مگوئی کو زندہ کیا جائے اور جیسے کہ شیخ محمد صالح المنجد نے رستم کے کہہ
 تھا: اب رستم نے پوچھا تھا کہ والدی جہاد مکہ (تم اس فرض سے آنے سو)۔ تم نے اس
 سوال کے دوسرے جواب دیئے تھے، اور رستم تو قیامت تھا۔ اس کو یہ جواب دیا جائے کہ یہ
 دُنیا ٹٹلے گا جس سے پیش اور بے غی اور ہمہ جہاں کا قتلے اور یہ ہے تجھے اور شخص جس
 رہتے تھے اونٹ کا گوشت کھاتے تھے اور اس کا دودھ پیتے تھے وہ کچھ دوسرے بھاری لکڑی
 اوقات قحطی اور ایام حق لینے کے لئے آتے ہیں لیا یہ سب آپ ہی نے لے لیا ہے اس بھی
 دوسرے صدی مانا جائے بنا باطل رستم اس کے لئے تیار تھا کہ اگر وہ کہیں تو ان کو جو پیدا ہوا اور
 غصہ ہی صبر و حیا ہے بن کر دیا جائے اور ان سے بے رحمی ملے، ہمارا کا بھی غلط نہیں
 رہے گا، سب لوگ واپس چلے جائیں گے، اچھا ہم قبیلہ زنجینہ مقدسہ میں ہیں اور عرب کو
 اتنا ملے گا، اور تمہارا، تو ان کو بھی افس کر کے قی کو شش کی چالے گی۔ رستم نے سوال اسی
 بنا پر نہیں تھا اور تم کہتے ہیں وہ ۵۵۵ھ قیسری امید میں رہا ہوگا کہ جو سب اس سے کہا
 ہے مگر کہ بعد ازاں مرنے لے یہاں پہنچا ہے۔ کہے ظہم ہے کہ آپ ایک ایک ایک
 اکھنڈ کو پی پائیں اور ہم بھونے رہیں یہ دیکھیں، اتنے کہ اب رستم شکست لہ کر ہما کا
 ہے تو اپنے ساتھ ایک بار۔ بارہی ایک بار لکھنے، ایک ہزار بار لے پائے نہ تے
 اور بھی لکھتا اور ان کے کیا حق کہہ سکتے تھے؟ اس سب کی حکمران پر بہت مشہور اور بار

[illegible]

والله اعلم بالصواب: ليبلغ الله الصالحين
أبو عبد الله محمد بن أبي نصر

المجمل، المصنوع في مصر، في سنة ١٩٢٠

۱۰۰۰

یہ تمام باتیں ہماری کتابوں میں درج ہیں۔ ان کے بارے میں پتہ چلے گا کہ ان کے بارے میں کیا ہے۔

اندرمجموعه فضاهاى \mathcal{H}_1 و \mathcal{H}_2 به گونه اى تعريف مى كنيم كه $\mathcal{H}_1 \cap \mathcal{H}_2 = \{0\}$ و $\mathcal{H}_1 + \mathcal{H}_2 = \mathcal{H}$ و \mathcal{H}_1 و \mathcal{H}_2 را فضاهاى \mathcal{H} مى ناميم.

• 2474

”سجھواند قلمبے تیار ہے، سچو یا تباہی کے لیے جسے چاہے“

... اس لیے کہ یہ ہے کہ ہر ایک کے لئے ایک ہی چیز ہے جس سے وہ اپنے آپ کو محفوظ رکھتا ہے۔

• • •

[illegible]

حضرت سید نے یہودیوں سے آپ کو نکال کر اسلام کے بدلے

— ۱۰۰ —

نے قتلوں کے مقابلہ کی صلاحیت پیدا کرنے والی چیز تفریق پر مبنی اور ثانوی وجہ میں تھیں، ندوۃ العلماء کی تحریک کی بنیاد ہی اس پر ہے کہ عہد کے مطابق اور دنیاویوں کے مطابق ٹوٹ تیار کئے جائیں اور تعالیٰ قبول فرمائے اور یہاں ایسے راہی پیدا ہوں، ہم جلا مشین اور دلا مانا۔ یہ سیمان نہ مٹی کی پیرت الٹیں چھین کو اور سیدنا صاحب نے ”خطبات مدرّسہ“ کو مہملہ ٹائپل کی کتاب ”القاروق“ کو نور دار مصنفین کے کام کو یہاں تک کہ ندوۃ العلماء کے نصاب کو بھی دعوت کا جزو سمجھتے ہیں جب ان کتابوں کا ذکر آگیا تو ہم عرض کرتے ہیں کہ جب ہم نے یہ سوال اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کے پاس بھیجا کہ آپ کی محسن کتاب کیا ہیں؟ ان کو کھینچے تو میان، شیر احمد نے لکھا کہ جب میں آکھ ندوۃ میں پڑھتا تھا تو نئی بار مجھ پر الجھنے کے حملے ہوئے۔ جب بھی ملے وہ ”تو“ القاروق“ میرے سامنے آکر کمر بڑی ہو جاتی تھی کہ جس کی یہ پیرت ہے اور اس پر نہیں ہو سکتا یہ سارا مٹی کا مہ جو پھجھ ہوا ہے وار مصنفین ندوۃ العلماء یا ان سے استفادہ کرنے والوں کے ذریعہ یا عہد کے ذریعہ ہوا، ہوران سب کی قدر و شہرت کے دعوت ہے۔

والآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

مدار و مدار کے متعلق سائنس دانوں کی ہر کہنے پر

یہ کہنے ہیں کہ مداروں کی شکل گول ہے۔ لیکن اگر ہم اسے دیکھیں تو
 وہ ایک چمکدار خط ہے۔ یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔

یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔ یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔
 یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔ یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔
 یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔ یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔

یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔ یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔
 یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔ یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔
 یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔ یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔
 یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔ یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔

یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔

یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔ یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔
 یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔ یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔
 یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔ یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔
 یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔ یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔

یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔

یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔ یہ خط زمین کے گرد گزرتا ہے۔

ہونے لگے، لوگوں میں خونِ محمد ہونے لگا تو قسبات نے نیا خون عطا کیا۔ آپ نے نہ صرف سلطنتِ مغلیہ کے دار الخلافہ بلکہ مرکزِ علم و سلوک و جذبہٴ جہادِ دہلی کو مہلت سے اتنا بڑا تحفہ عطا کیا، جتنا وہ دہلی الٰہی، اس سے بڑھ کر تحفہ اور کچھ ہو سکتا ہے۔ جس طرح لکھنؤ کو سہائی کے ایک قصبہ نے خانوادہٴ علاء فرنگی محل عطا کیا ایسے ہی جب بغداد میں اصفہانِ مال پیدا ہوا، جسکوست کے شہر نے قومی کو محکم محل کر دیا، اور سوائے حصولِ منصب کے کوئی مقصد لوگوں کے سامنے نہیں رہا، تو ایران کے ایک قصبہ جیلان نے سیدنا عبدالقادر جیلانی کا تحفہ دیا جس نے پردے نامہ اسلام کو عشقِ الٰہی کے سوز سے بھر دیا، جس کی لہریں افریقہ تک پہنچیں، ایسے ہی ایران کے ایک معمولی قصبہ نے امام غزالی جیسا مفکر عطا کیا، انقرض قسبات نے پردہ دور میں دورِ انکسار کو ایسے چمکتا ہوا دھلکا ہوا، نیا خون عطا کیا جس نے پورے پورے ملکوں کو گرم کر دیا، بہت سے لوگ اس کو بھول جاتے ہیں کہ یہ نیا خون کس نے عطا کیا، بڑے بڑے شہروں کی تاریخ سامنے آ جاتی ہے اور وہ اثر بن جاتی ہے، جہاں ایسے مردمِ غیر قصبوں میں جائز یہ احساس ہوتا ہے کہ یہاں کیسے کیسے باکمال پیدا ہوئے، خدا کی دین (عطا) کی بھی کوئی حد نہیں اس کی قدرت کی وسعت معلوم ہوتی ہے وہاں یہ ذہن بھی جاتا ہے جو نفسیاتی رد عمل بھی ہے کہ اب ایسے لوگ پیدا نہیں ہو سکتے اور خدا مردے سے زندہ کو پیدا کرنے کی جو خدا کی قوت ہے (بہ خروج الحی من المیت) اس کو بھول کر ذہن کے کسی حوش میں یہ بات ضرور آتی ہے کہ اب تو اس تاویخ اور لون کے کارناموں کو چھوٹا چاہئے اور اپنے معاش میں لگتا چاہئے تو آپ کے سامنے مہلت کا جو تاریخی تعارف درپا گیا ہے اس نے مجھے آمادہ کیا کہ میں یہ آیت پڑھ کر سناؤں۔ تَحْلًا تَسْفُ هُوَلَاءَ وَهَؤُلَاءَ مِنْ عَطَاءٍ وَتَبْكُ وَهَذَا كَانَ عَطَاءٌ وَتَبْكُ مَحْظُورًا۔ ہم ان کو بھی بھر بھر کر دیتے ہیں، اور ان کو بھی ہولاء و ہولاء اور دیتے رہیں گے۔ آپ جانتے ہیں کہ مضارح کا یہ حال اور مستقبل دونوں کے معنی دیتا ہے یعنی یوں کہنا کہ ہم

دیتے ہیں "صحیح نہیں۔ اور" دیں گے" یہ بھی صحیح نہیں صحیح ترجمہ یہ ہے کہ "دیتے رہیں گے" تمہارے رب کی دین میں کوئی ریشہک ہی نہیں ہے کہ اب اگر وہ دیا تو انتظار کروانے کا برس کا ہمارے رب کی عطا میں کوئی روشن نہیں ہے، کیونکہ اس کی بخشش لامحدود ہے و ما کان عطاء و بک محظورا۔

اکبر! آپادی مرحوم نے کہا تھا۔

اللہ کی راہ اب تک ہے کھلی، عمار و نشان بھی قائم ہیں

اللہ کے بندوں نے نیکن اس راہ پر چلنا چھوڑ دیا

لیکن اس کی کچھ شرائط ہیں، صحت بلند ہو، اخلاص وسی ہو، اللہ تعالیٰ نے کوشش کی بھی جا بجا تاکید کیا ہے، اللہ تعالیٰ کسی کوشش کرنے والے کی کوشش کو بھی ضائع نہیں کرتا تو یہ ملت تو محبوب ہے۔

رحمت للعالمین ﷺ کی ملت ہے، کیونکہ یہ تو اشرف الامم ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کو انسانیت بھی عزیز ہے۔ اپنی پیدا کی ہوئی دنیا بھی عزیز ہے، جس ماحول کا ہمارے لئے انتخاب کیا گیا ہے یا ہمارا جس ماحول کے لئے انتخاب کیا گیا ہے اس کے ساتھ ہمارا جوڑ ہو، اور ہم اس فضا میں اپنی افادیت ثابت کریں۔ ہمارے اکابر مجدد و الف ثانی ہوں یا شاہ ولی اللہ ہوں، یا شاہ عبدالقدور ہوں، انہوں نے زمانے کی بخش پہچانی، انہوں نے دیکھا کہ زمانے کو روحانیت کی ضرورت ہے۔ علم صحیح کی ضرورت ہے، توحید خاص کی، عہدوں اور انسانیت سے بلند ہو کر اعمال میں روح پیدا کرنے کی ضرورت ہے طلب رضا، انہی کی ضرورت ہے ایسے ہی انہوں نے دیکھا کہ اس وقت انسانیت کسی چیز کی پیاسی ہے، آواز نذر درختے کا استحقاق کھوئی چلی جا رہی ہے۔ اس سے جو مظالم سرزد ہو رہے ہیں، اس سے جو حق تلفیاں ہو رہی ہیں، اس سے جو خون انساناں نرزاں مستاور ضائع ہو رہا ہے اور پانی کی حرج بہہ رہا ہے، کہیں اللہ تعالیٰ نسل انسانی

ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ عورتوں نے پوچھا کہ ممکن اس میں درد ہے؟ چھ پینٹ میں تکلیف ہے؟ بولیں کہ کچھ نہیں پھر مزید اسرار پر بتایا کہ میں بچہ سوتا ہوا چھوڑ آئی تھی اس سے کچھ فاصلہ پر دیا سلائی رکھی ہوئی ہے، اگر وہ بچہ جو گم کیا اور جس کو وہاں تک گیا اور دیا سلائی سے تیل نکال لی، پھر اپنے کپڑوں میں آگ لگانی تو کیا ہوگا؟ عورتوں نے پوچھا کہ بچے کی عمر کیا ہے؟ بولی "اڑھائی سال کا ہے" سب نے کہا کہ بوش کی باتیں کر دو، وہ اتنا چھوٹا بچہ چار پالی سے کیسے اترے گا؟ اور پھر چل کر وہاں تک جائے گا؟ اور جا کر وہ یہی ایک کام کرے گا؟ جواب دیا کہ تم برا بچہ ہو تو جانتیں؟ میرا بچہ ہے اس لئے مجھے ڈر ہے۔

حضرات میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آفتِ دومے ماں بہ آپ کے دل میں یہ خیال پیدا کیوں نہیں ہوتا کہ اگر ہم نے بچہ کو جگہ نماز نہ سکھائی، توحید کا سبق یاد نہ کرایا، اگر انہیں علیہ السلام کی بت بخشی نہ سمجھائی تو کل وہ مشرک اٹھے گا یہاں تو بالکل فطرت نہیں، بلکہ شہادت میں وہاں تو ایسا اور ورثہ کا اندیشہ تھا، میں ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ ایک لڑکا احوال کی سڑک پر سائیکل پر جا رہا ہے اور آگے گہری کھڑکی ہے۔ وہ کھائی بندہ وہ بیٹا کی ہے۔ بت پرستی ہے، مسلمانوں کے دلوں سے شرک و بت پرستی کی طرف سے ایسے گھن آتا ضروری ہے جیسے پختہ پیو شباب سے بلکہ اس سے زیادہ گھن آتا ضروری ہے۔ یہ گھبرو، یہ نفقہ، یہ دہشت دور ہوتی جا رہی ہے، حالانکہ ایک مسلمان کو سب سے زیادہ خطرہ اس بات کا ہونا تھا کہ کل وہ شرک کا عقائد لے کر نہ آئے۔ مجھے۔ حضرت خضر علیہ السلام کا ایک بچہ کو قتل کر دینے کا، اتنے تشویش نہیں ہے اس پر غل بن نہیں ہو سکتا، مگر یہ قصہ قرآن میں قیامت تک پڑھا جائے گا۔ اس کا مقصد و افادیت یہ ہے کہ مسلمان سمجھے کہ خاندان کے لئے قتل نہ ہوتا، بچہ قتل نہ ہوتا ہے، اس قصہ کو قرآن نے جبکہ اسی تا کہ معلوم ہو کہ یہ خطرہ کتنا بڑا تھا، کسی بات تو یہ ہے کہ آئندہ مسلمانوں کو کھلی ہوئی بت پرستی سے شرک کا عقائد سے بچانے کے لئے اپنے گھٹے ٹیک دیتے، ہر عمل کو کشش کر دے، لیجئے، مسلمانوں میں پڑھنے والے بچوں کے لئے خالی وقتوں میں پرائیوٹ کلاسز کا انتظام کرانے، یا ان کو

ہزاروں مکاتب ہیں انھیں انراہیکے، یہ مدارس و مکاتب آج، دینی و پڑھائی باقی ہیں، سائنس کا نظم رکھتے ہیں۔ ان مدارس میں چل رہی ہے تو ہم زندہ ہیں اور ان کا پورا چلنے، چلنے کو مانوس کر میں لیتا مگر انہی اشتعال انگیز دہائی تو کسی وقت پر گامی ہے۔ اس لئے کہ سکتی ہے۔ امرائیں، کچھ زمانے کے پیروں پر مانگوا رہی کے آج رہو اور جوتے رہے، اور کہتے رہے کہ نہ ہم میں خلاقی آباد، نہ انہی میں ہم بھی و حیرت خلاف اسی صریح یہ بھی جس طرح ہم جموت پڑتے ہیں اسی صریح یہ بھی، تو ہم صرف اپنے لئے ہی نہیں، بلکہ اسلام کے باقی رکھنے کے لئے بھی اس ملک میں خطرہ پیدا کر رہے ہیں۔ ہمارے اکابر جو طریقہ پر انہیں، امتین تک اسلام کو پیسلا ہے جسے لکھتے رہے صرف روپائی کام نہیں، بلکہ اس میں کردار بھی شامل تھا، جنہیں دیکھ کر خود بخود غیر مسلموں میں جذبہ پیدا ہوتا تھا کہ اسلام کو قبول کریں، مسلم پر مسئلہ لامتناہی لڑائی ہی لئے لڑی گئی تھی کہ عاتقی تعلقات میراث، مطابق مذہب، سب اسلامی طریقہ پر ہوں جس کے لئے سب مطالعہ کرنے والے علماء اپنے کمر میں لے لیں، امر میدان میں آئیں، اپنے عاتقی کو انہی بھی حفاظت کرتی ہے، اپنے ہی شخص کی بھی حفاظت کرتی ہے۔ اس کا قریب ترین ارادہ یہ دینی مدارس و مکاتب ہیں، دوسرا کام یہ کرنا ہے کہ یہ نئی جو پانی، ہوا، انسانوں، درمحول و درنظر میں آتی ہے سے دور کریں، اس کو تحریف کر نہیں، اور نہ ہی چیز کا موقع باقی نہ رہے گا۔

حضرات "ایم اسٹیمٹ کی تحریک" یہ ایک چہارہ دیواری ہے، یہ ایک حصہ رہا اس میں بیٹھ کر آپ قرآن شریف پڑھیں، مسجد بنائیے، نماز پڑھیں، خدا نخواستہ یہ ٹوٹ گئی تو خدا ہمیں اس دن کے لئے زندہ نہ رکھے۔ جب یہ مسکن چہارہ دیواری کے اندر آج کے ادارہ میں، مساجد سب فطرت میں پڑ جائیں۔

میں ہمدانی صورت اس حد میں نہیں تھا کہ اتنا بھی مکرہ نہیں، آپ حضرات کے غلوں، مرتدوں اور سکون نے اتنا ہمدانی، اللہ عسی کی توفیق بخشے

و آج ذغوا من الخصة لله رب العالمین

مدارس دینیہ کی ضرورت اور علوم دینیہ میں اخلاص و اختصاص کی اہمیت!

۳۱ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو خلیفہ برطانیہ نے ایک خط لکھا کہ اسلام حضرت محمد ﷺ اور اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات پر مبنی ہو۔
 ۱۔ احیاء علوم دینیہ اور احیاء علوم اسلامیہ کی ضرورت ہے۔
 ۲۔ احیاء علوم دینیہ اور احیاء علوم اسلامیہ کی ضرورت ہے۔
 ۳۔ احیاء علوم دینیہ اور احیاء علوم اسلامیہ کی ضرورت ہے۔
 ۴۔ احیاء علوم دینیہ اور احیاء علوم اسلامیہ کی ضرورت ہے۔
 ۵۔ احیاء علوم دینیہ اور احیاء علوم اسلامیہ کی ضرورت ہے۔
 ۶۔ احیاء علوم دینیہ اور احیاء علوم اسلامیہ کی ضرورت ہے۔
 ۷۔ احیاء علوم دینیہ اور احیاء علوم اسلامیہ کی ضرورت ہے۔
 ۸۔ احیاء علوم دینیہ اور احیاء علوم اسلامیہ کی ضرورت ہے۔
 ۹۔ احیاء علوم دینیہ اور احیاء علوم اسلامیہ کی ضرورت ہے۔
 ۱۰۔ احیاء علوم دینیہ اور احیاء علوم اسلامیہ کی ضرورت ہے۔

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد
 المرسلين وخاتم النبيين محمد وآله وصحبه
 اجمعين ومن تبعهم باحسان ودعا يدعوهم الى يوم
 الدين اما بعد!

میرے عزیز! ایک ہی علم، دینی و فقیہی خاندان کے فرزند اور فقیہ زادہ...

موقع پر مجھے یہ بات یاد دلائی کہ یہ شہر یا تو رہا ہے جو حسبِ حال ہے، شاعر کہتا ہے

فألو انصر اسان اقصیٰ ما یو ادبنا

نہ الفضول ففقد جتنا عوام سنا

شاعر کہتا ہے کہ ہمیں ہمیں سے تعجب تھا انہوں نے کہا تمہارے یہاں کہاں اور سب آسکو گئے؟ ہر بھرا سامان میں رہتے ہیں تم کہاں رہتے ہو۔ خرامان بہت دور ہے، انہوں نے آخری سرے پر واقع ہے، پھر واپس جانے کا بھی مسئلہ ہے تو میں نے یہ سچے ہر بھرا سامان لئے۔

یہاں لی سرزمین میں تو اپنی نظروں کی حیثیت سے اور دوسرائی کے خلاف۔ تو کوئی ایسے نوہ قاف پر گزرتا، واقع ہے نیک اپنی سرود کی اور نیاد کی وہاں سے میرے لئے اس وقت یہاں کا سفر نہ بہت مشکل تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات مقدر تھی اور اس کا وقت مقرر تھا کہ میں آؤں۔

اتھراٹ کراچی آئے بہت خوشی ہے، میں آپ سے بلا تکلف بات چوں کہ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں دارِ اعظمِ مدوچہ اصحاب کے عہدہ ساتھ سے خطاب کر رہا ہوں۔ ایک سی نما دعا ہے اور جہاں تک آپ کا اور ہمارے یہاں کے رہنے والے مسلمان بھائیوں کا تعلق ہے۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں لکھنؤ میں کھڑا ہوں، یاروے کی پے وٹمن میں ہوں اور ان سے خطاب کر رہا ہوں، مجھے کوئی ایندیزیت محسوس نہیں ہوتی ہے۔

تفصیل کے ساتھ سپانہ مدائن یہاں کے حالات پیش کئے گئے ہیں، وہ تفصیل بہت دل کشا ہے اس کا ترجمہ تھا اور ہے کہ میں بھی تفصیل کے ساتھ یہاں آؤں، لیکن میں اس وقت اس حال میں نہیں ہوں۔ میں آپ کے سامنے چند نامہ در کی باتیں نہختا ہوں۔

پہلی بات تو مجھے اپنے دل سے ہی ہے، دیکھئے دنیا میں ہمیشہ سے جب سے کہ دنیا

معاذ اللہ! یہ اور چیز کی ہشتی مارچ نہ مارے۔ اس نے محض وہ ہے اس سے محسوس ہوتا ہے کہ ہر ذرہ
 اس کی ہمت پر قائم ہے۔ اس کی ہمت پر قائم ہے اور اس کی ہمت پر قائم ہے اس میں۔
 کسی زمانہ کی خصوصیت ہے کہ کسی ملک کی خصوصیت ہے۔ یہی اصل و نسب کی خصوصیت
 ہے کہ خاندان و آبادی کی آمدنی و اخراجات کی اختلاف کی۔ اس طریقہ سے خوشید و عیسیٰ
 ہے تو وہ اپنے والدین کی ہے۔ انھوں نے اس کی رہائی اور اس کی رشتہ کی ہے۔
 اس کی رہائی کی رہائی ہے۔ چنانچہ اس کی رہائی ہے۔ یہ سب چیزیں خود
 اپنی قیمت و مال کی رہائی میں اور اپنے وجود کو نکالتی ہیں۔ اس کے لئے کسی سند کی بھی
 قیمت میں ضرورت نہیں۔ میں اپنے طالب علموں سے کہوں گا کہ آپ ہمت کریں۔ میں
 تو سب میں آپ کو رہنے دے گا۔ اور اس کو رہنے دے گا۔ لیکن کسی ایک فن کو آپ اپنے
 موضوع میں ان میں اختیار پیدا کریں۔ اگر آپ نے یہاں اختیار پیدا کیا تو آپ
 یقیناً جائے گا۔ اس کی رہائی کی آمد و بار و بار رہے۔ اس کے لئے اس کی
 مثال میں ہیں۔ میں اس میں اس کا اور اس میں اپنی خود ساختگی نہیں تو اپنے خاندان کی یا
 اپنے بھی سرکار اور اعلیٰ و اعلیٰ کی تعریف۔ انھوں نے جو اپنی ہی تعریف ہوتی ہے۔ یہ
 سنت اس کے لئے و اس نے بعد لسنے اللہ شہید لا۔ و اس نے بعد لسنے اللہ شہید لا۔
 تاکید کے ساتھ بیان کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی سنت ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔
 کسی قسم کا تھیر نہیں پاؤ گے۔ یہاں تبدیلیاں پھر کہاں گھوٹا۔ کوئی اس میں تبدیلی کچھ
 الٹ پھیر نہیں پاؤ گے۔

آپ کسی ایک فن میں اختیار پیدا کریں

ایک بات تو آپ سے کہتا ہوں جو میں بڑے بڑے پروفیسر کے مدرسوں میں کہتا رہا
 ہوں کہ آپ کسی فن میں اختیار پیدا کریں اور اس میں ایک جملہ جو میری زبان سے آکر نکلا
 ہے اس کو اس نے دیکھنے کے طور پر یاد رکھا ہے وہ یہ کہ آپ ان خاص و خاص میں پیدا

نہ کریں، جہاں تک اللہ کا واسطہ ہے اس میں خصوصیت ہو، اس میں اللہ کی رضا کی نیت ہو، اللہ کی رضا کی نیت ہو، اللہ کا واسطہ ہے، یعنی ہو، اور قرآن و حدیث پر جو رہے ہیں ہم اللہ کی تعلیم و اسرار پر ہیں تاکہ ہم اللہ کو پہچانیں اور اس سے رسول کو جانیں اور اس کے علوم کو سمجھیں اور دوسروں کو سمجھائیں اور اس کے مطابق عمل کریں۔

اخلاص و اختصاص کی اہمیت

پہلی بات تو یہ ہے۔ اخلاص و مرنی بات یہ کہ اختصاص ہو، یعنی کسی ایک فن میں دوسروں کے مقابلے میں امتیاز حاصل ہو اس کی صرف انہی باتیں جو اہل کمال ہیں، پہنچانے والے ہیں، ہمیں نہ یہ اس فن میں بہت بڑھ ہوا ہے، مثلاً گلوں سے بڑھ ہوا ہے ایک طرف تو غائب علموں سے یہ کہوں گا کہ اختصاص و اختصاص پسند آئیں اور اپنی نیت متعین کریں، صرف اللہ کی رضا کی نیت ہو، باقی چیزیں خود بخود پیدا ہوں گی، یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے، خود بخود حاصل ہوں گی اور دوسرے یہ کہ کسی خاص فن میں کسی ایک چیز میں کم سے کم ایک چیز میں (اور اللہ توفیق اور ہمت سے تو اس سے زیادہ میں) اختصاص سے کوئی امتیاز دوسروں سے نہ بہت بدل آیا ہے لیکن اس بارے میں کچھ نہیں بدلا، آج بھی جن لوگوں نے کوئی امتیاز پیدا کر لیا ہے، انہوں نے اپنا امتیاز منسوب کیا ہے، انہوں نے اللہ سے منسوب کیا ہے، تعلیم کر لیا ہے، اگر دوسرے بھٹک گئی ہیں اور لوگ ان کے قدموں پر چڑھتے ہیں ان کی خوشامدی کرتے ہیں، ان کو سر پر بٹھا کر آنکھوں میں چھو دے کر لے جاتا جاتے ہیں، ایک بات تو یہ ہے اس میں نہ تو نیل کی خصوصیت ہے، اندر نہ کی کوئی خصوصیت ہے، آج ہم نے لوگوں کے ہاں پڑھتے ہیں ان کے نام کے ساتھ شیشیں دیکھتے ہیں آٹا اٹھنے اچھے پائے نعلوں کو نہیں معلوم کہ حسبِ ہدایہ مرغینانی کہاں کے رہنے والے ہیں کوئی تہریزی ہیں اور کوئی محشری ہیں کوئی سفاکی ہیں اب جغرافیہ میں جانی جانی کتابیں تصنیف ہو گئی ہیں، اس سے پتہ چلتا ہے تو یہ نیپاں کی، ہندوستان کی یا

[illegible]

پہلے طے کیا کہ آپ کی طرف سے کیا جاتا ہے اور کیا نہیں جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کے لئے ایک اور طریقہ کار بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اس کے لئے ایک اور طریقہ کار بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اس کے لئے ایک اور طریقہ کار بیان کیا گیا ہے۔

کی طرف کے تھے یا کہاں کے تھے؟ وہ شیخ عبد اللہ الحیاط ہندوستانی تھے لیکن اپنے علم کی وجہ سے ان کو ترم کا امام بنایا گیا، اور ایسی کئی مثالیں دے سکتا ہوں، بڑے بڑے مصنفین کے ساتھ کیا کیا کاموا ہے بعض تو حجاز میں یعنی پتھروڑنے والے، ہم نے بھی ان کی زیارت کی ہے، قدوری ایک بہت بڑے فقیہ ہیں جن کی کتاب فقہ کے ضروری حساب میں داخل ہے، شروہ میں وہ قدوری تھے یعنی باغیاں بناتے تھے کئی کئی، اور قدوری کہلاتے تھے انہوں نے کتاب لکھی اور وہ کتاب مقبول ہوئی اس کتاب نے منوالہ اپنے کو اور مصنف کو بھی، طالب علموں سے یہ بات مختصر کہتا ہوں کہ آپ محنت بیجئے اور اخلاص و انتہاس پیدا کیجئے، آپ بھی چمکیں گے اور اپنے ملک کو بھی چمائیں گے اور آپ کی روشنی اور ننگ پھیلے گی۔

اب ہم اپنے ان بھائیوں سے جو مدر سے طالب علمی کا تعلق نہیں رکھتے ہیں اپنے دینی جذبہ اور دین کے شوق میں آئے ہیں کہہ ہوں کہ آپ ایسے ملک میں ہیں کہ اگر آپ اس ملک کے رہنے والوں کے دل جیت لیں اور ان کو اسلام کی طرف راہل کر لیں اور ان کے دلوں میں ایمان کا بیج ڈال دیں تو آپ نے صرف اسلام کی بلکہ انسانیت کی خدمت کر دیں گے کیونکہ یہ ملک اسلام سے نا آشنا ہے، ابھی ہمارے عزیز بھائی نے جو اس ملک پر ایک تاریخی روشنی ڈالی ہے یہاں کیسے کیسے لوگ ہوئے ہیں، ان میں رام جی کا نام آیا ہے اور جودھ جی کا نام آیا اور پھمن جی کا نام آیا ہے لیکن یہاں کسی سید، جیلانی کا نام نہیں آیا، خیر ان کا ہونا آسان کام نہیں، کسی بزرگ کا کسی مرشد کا، کسی فقیہ کا اور کسی مفسر کا نام نہیں آیا تو آپ یہ کوشش کریں کہ آپ اپنے اصحاب اور اپنے سیرکڑ سے زندگی کا ایسا نمونہ پیش کریں کہ یہ لوگ اسلام کی طرف راہل ہوں اور وہ اسلام کا مطالعہ کریں اور آئیں مددگاروں میں کہ ہمیں آپ بتائیں کہ اسلام کی کیا خصوصیات اور کیا تعلیمات ہیں؟ نیپالی زبان میں ہو، انگریزی زبان ہو یا ہندی میں، ہم سمجھیں کہ کیا بات ہے کہ لوگ اسے

مختلف ہیں۔ میں نے آکسفورڈ میں (جو انگلستان کا بہت بڑا علمی و تعلیمی مرکز ہے) تقریری، وہاں کے لوگوں کے سامنے ہندوستان کا ایک واقعہ بیان کیا کہ جب ہندوستان کے عجاہدین نے پشاور فتح کیا اور اس میں کئی مہینے ممکن ہے کئی مہینے گزر گئے وہاں ایک دن ایک پنھان نے ایک ہندوستانی کا ہاتھ پکڑا (دورھ کا یا کہیں کا رہنے والا ہوگا) اور کہنے لگا میاں ویک بات پوچھتا ہوں صحیح جواب دینا، کیا تم ہندوستانیوں کی دور کی نظر کچھ خراب ہوتی ہے، کمزور ہوتی ہے، دور کی چیز تم دیکھ نہیں سکتے۔ اس نے کہا نہیں، ہم خوب دیکھتے ہیں۔ کہا نہیں! کوئی بات ہے ضرور، ہندوستانیوں کی دور کی نظر کمزور ہے، اس ہندوستانی نے کہا یہ تو آپ بتلائیے کہ یہ پوچھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی یہ بات تو ہر ایک پوچھتا نہیں یہ کوئی ایسی پوچھنے والی بات بھی نہیں ہے، آپ پوچھ کیوں رہے ہیں۔ ہم بھی اتنی دیکھتے ہیں جتنا آپ دیکھتے ہیں، مگر آپ پوچھ کیوں رہے ہیں؟

پنھان نے کہا پوچھنے کی وجہ یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ تم لوگ مہینوں سے گھر سے نکلے ہوئے ہو اپنے گھر کو، بیوی بچوں کو چھوڑے ہوئے ہو، اور تندرست ہو۔۔۔ ماشاء اللہ ٹھیک ہو، ہم نے تم میں سے کسی کو کسی ناختم عورت کو دور سے دیکھتے ہوئے نہیں دیکھا، تمہاری نگاہیں ہمیشہ نیچی رہتی ہیں ایک آدمی کا معاملہ ہو تو آسمان ہے سارے کے سارے کیوں اظہار تھا کر نہیں دیکھتے، عورتوں کو اور لڑکیوں کو، لوگ جانتے ہیں کہ پشاور میں صوبہ سرحد میں خوبصورتی زیادہ ہے یعنی وہاں بہت سی کشش بھی ہے کہ آدمی دیکھے اور اس کے اندر اس کا خیال پیدا ہو، شوق پیدا ہو تو ہم نے سوچا کہ وہ چار ذہد ہو سکتے ہیں عاہد ہو سکتے ہیں بڑے محتاط متقی ہو سکتے ہیں لیکن فوج میں تو لوگ عام طور پر ذہد نہیں ہوتے جو ان ہوتے ہیں، بٹے کتے ہوتے ہیں، بٹے کتے لوگ پھر اپنے گھر سے دور، کوئی اپنی بیوی سے اور رو برس سے مل نہیں کوئی چار برس سے مل نہیں کوئی چھ مہینے سے نہیں ملا اور جو ان بھی ہیں کبھی تو یہ نظر اٹھا کر دیکھتے کہ یہاں کی عورتیں کیسی ہوتی ہیں، دیکھنے ہی سے

چہ اپنی آستین لہر لیتے، غطف لیتے تو ہم سمجھے کہ یہ کوئی اتقویٰ اور بڑی بات نہیں بلکہ ان کی دور کی نظر ہی نہیں۔

ہندوستانی نے دو لب دیا کہ نہیں! الحمد للہ، ہماری دور کی نظر خوب کام کرتی ہے، ہم دور کی چیز صاف دیکھتے ہیں لیکن یہ ہمارے نام کی تربیت کا نتیجہ ہے، فرقان مجیدی کی آیت پر عمل ہے واللہ تعالیٰ اعلم، ثابت

اعوذُ بالله من الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ قُلْ يُنْفَخُ مِيزَانٌ بَعْضُهَا
مِنْ أَنْصَارِهِمْ وَيُحْفَظُوا أَلْفَوْحُهُمْ

” (اے ایمان سے سپرد و کار اپنی ٹکا ہوں کو بچا رکھیں اور اپنی شرم

گاہوں کی حفاظت کریں، مفت و صیارت کے ساتھ رہیں گا۔“

مٹنے والوں کو بڑا تعجب ہوا، انہوں نے وہاں ہندوستان کے لوگوں سے کہا کہ آپ یہ نمونہ
دعا میں لوگوں کو یہ شوق پیدا ہوا کہ یہ چیز کہاں سے آئی، یہ لوگ تھ جھوڑے ہوئے اسے
دوس سے یہاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، کوئی بی اے میرا پڑھ رہا ہے کوئی بی ایس کر رہا
پڑھ رہا ہے کوئی ایم ایس کی میں پڑھ رہا ہے کسی کو چارویس ہوئے کسی کو پچھترس ہوئے اور
یہاں بہت خرچ ہوتا ہے ہندوستان جانے میں اور ان میں سے اکثر کی شادی نہیں ہوئی
اور یہاں کی لہند بڑا اپنی خوبصورتی میں مشہور ہیں، ساری دنیا میں اور کوا ہندوستان میں
نوٹ بڑی عجائی ہوئی بڑے شوق کی نگاہوں سے ان کو دیکھتے تھے یہاں کیوں نہیں دیکھتے
النا کے ہندو یہ سوال پیدا ہوا اور پھر وہ سمجھیں کہ یہ اسلام کا فیض ہے یہ اسلام کی تربیت کا
فیض ہے۔

میں آپ نے کہا ہوں کہ ایک بات تو یہ ہے کہ آپ اس شہر میں چلیں، پھر میں
دو کامیں کھولیں، ملازمت کریں، بلیں چلیں اور دو درہنے کی ضرورت نہیں اتین آپ اپنا
اٹھار ثابت کریں، یہاں کی اس سرزمین پر سول پیدا ہو کہ یہ کون سے لوگ ہیں، یہ کوئی

ہے احتیاطی نہیں کرتے یہ کسی ماحرم کو نہیں دیکھتے یہ وہ ہیں کہ اگر ملازمت کرتے ہیں تو جی ویٹھادی اور وفاداری کے ساتھ کرتے ہیں پھر یہ گرے پڑے لوگوں کو بہاداریتے ہیں، یہ غریبوں اور کمزوروں پر زیادتی نہیں کرتے، یہ کیرکڑ آپ کو دکھانا چاہتے۔

مجھے امید نہیں کہ اس کے بعد آپ سے ملنے اور کہنے سننے کا موقع ملے گا اور ملے گا تو کب ملے گا؟ ہم آپ کو پھر جمع ہوں گے یا نہیں ہوں گے اس لئے میں یہ دو تین باتیں آپ سے کہنا چاہتا ہوں ایک بات تو یہ کہ آپ اپنی زندگی کا نقشہ اپنی زندگی کا طرزِ زیسا بنائیں کہ لوگوں کے اندر سوال پیدا ہو، تجسس پیدا ہو کہ کبھی پوچھنا چاہئے کہ یہ بات ان میں کہاں سے آئی؟ یہی بات تھی جس کی وجہ سے اندر دیشیا مسلمان ہو گیا۔ پورا کاپورا ملک مسلمان ہو گیا، موہنجن دھڑ کہتے ہیں کہ وہاں کوئی اسلامی فوج نہیں پہنچی، یہ بات مانی ہوئی ہے سارے تھی طور پر نیکن پورا کاپورا ملک پہلے سو فیصد ہی مسلمان تھا اب وہاں کچھ شامت اٹھان سے، آج کلک متوں کی خرابی سے، کچھ امریکہ اور برطانیہ کی سازش سے کہیں کہیں جیسا نیت پھیل رہی ہے، ایک بات تو یہ کہ آپ اپنے اخلاق سے اپنی ایمانداری سے، اپنی سچائی سے اپنی شرافت سے ثابت کریں کہ۔ آپ کوئی درموت کوئی اور ماڈل اور کوئی اور پائزہ ہیں۔

مکاتب و مدارس کی ضرورت

دوسری بات یہ کہ مکاتب اور مدارس قائم کیجئے کوئی ہستی کوئی کاؤں ایسا نہ ہو جہاں کوئی مکتب اور مدرسہ نہ ہو، جہاں کوئی تعلیم نہ دی جائے اور عورتوں تک کو گھر میں خواتین کو مستورات کو اپنے گھر میں بیٹیوں اور بچیوں کو دین کی تعلیم دیجئے اور ان کو تاکید کیجئے کہ اپنے بچوں کو بھی تعلیم دیں، بیٹھبروں کے قصے سنائیں تو حید کی محبت پیدا کریں شرک سے نفرت دلائیں، بد اخلاقوں سے نفرت پیدا کریں، دلوں میں حضور سے عشق اور جاں نثاری کا جذبہ پیدا کریں جب جا کر یہاں ایمان محفوظ رہے گا نئی نسل کا، روز کوئی ٹھکانہ

نہیں۔ کوئی بھرا۔ نہ میں اس کا

تیسری بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ تمام سے یہاں ہندوستان میں یہ آفت آئی ہوئی ہے کل ہی کل پور میں بڑا جلسہ، وادہز مردوں، توجی تھے، وہاں میری تقریر ہوئی اور بڑے بڑے علماء کی تقریریں ہوئیں، اس سے پہلے مونگیر میں بڑا جلسہ، وادہز مردوں، بڑا آدمی تھے۔ کرناٹک سے اور آندھرا پرا دیش سے اور کہاں کہاں سے علماء آئے، وہاں ایک مصیبت ہے شہریوں میں فضول خرچی اور دھوم دھام اور غفلت اور سخت دلچسپی کے اسراف، فضول خرچی کی، بڑی بڑی بارائیں لے جانے اور بڑے کھانوں کا اہتمام۔

اور پھر وہاں ایک اور مصیبت آئی ہوئی ہے، ایک خدا کا ایک حذاب آیا ہوا ہے کہ بڑی والوں سے فرمانتاری جاتی ہے کہ لڑکی کو اتنا چیز دیا جائے سوڑوی جائے اور وہ موٹر لے کر آئے اور اتنی رقم لے کر آئے جب ہم اپنے لڑکے سے شادی کریں گے تو نہیں کریں گے۔ خدا کرے آپ کے یہاں یہ نہ ہو۔

دین کی قدر کریں

آخر میں یہ کہ آپ اپنے دین کی قدر کریں اس کو سب سے بڑی نعمت سمجھیں، نمازوں کی پابندی کریں اور ختم نہ سمجھیں، قرآن مجید کی تفسیر سوچیں آپ کو یاد ہونی چاہیے اس کے معنی مضرب بھی، امر و نہی بھی، یاد رکھیں تو یاد کریں اور دین کی ضروری معصومات حاصل کرنے کا آپ کو شوق ہو، آپ مدرسوں میں جائیں اور پھر آپ گاؤں گاؤں میں مکتبہ مدرسہ کو تشریف کریں، خلاصہ یہ کہ اپنے دین ایمان کی سب سے بڑی فکر کریں اور اللہ سے دعا کریں اور کوشش کریں کہ اسلام پر توجہ کریں، ایمان پر ملاحظہ ہو قرآن شریف میں آیت ہے وَلَا تَمُوتُوا حَتَّى تَقُولُوا لَا وَاقْتُمْ عَلٰی سُلُطٰوٰی (اچھوت مرنا تمہاری حالت میں کہ تم مسلمان ہو اس کی خوشنمائی میں سب سے بڑی نعمت، سب سے بڑی دولت، سب سے بڑی خوش قسمتی، سب سے بڑی قبولِ اللہ، اسلام کی دولت کامل ہے)

اور ایمان پر قائم رہنا، اللہ کے رسول کی شہادت نصیب ہونا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے جو سکوثر پینا اور جنت کا حقیقی قرار پانا ہے۔ اس کو سب سے بڑی دولت سمجھیں اور اس کی پوری حفاظت کریں۔

خدا اور اس دینیہ کے وجود کو غنیمت جانیں

میں ان لحاظ کے ساتھ اپنی تقریر ختم کرتا ہوں اور آپ کو مبارکباد دیتا ہوں اور آپ سے کہتا ہوں کہ آپ مدرسوں کی قدر کریں کہ یہاں سے پڑھ کر یہ دوسرے ملکوں میں جاتے ہیں اور قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ اور شاہ جہاد یہ آپ کے ملک کا نام روشن کرتے ہیں اور آپ کے ملک کی عزت بڑھاتے ہیں۔ آپ اس کی قدر کریں اور ان مدرسوں کی ضروریات کی تکمیل کریں۔ یہاں تعمیرات کی ضرورت ہے، انہی تعمیرات پر پوری نہیں ہونیں، وہاں اس کی کوشش کریں جہاں ضرورت ہے خرچہ کرنے کو کہیں کو طالب علموں کو وغیرہ دیا جائے ان کے کھانے پینے کا انتظام کیا جائے اس میں بھی آپ مدد کریں، یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بڑے ثواب کا کام ہے، اس کی قدر آپ کو قیامت میں معلوم ہوگی آپ کی جگہ کوئی صاحب علم دین کا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہی نہ سمجھے بلکہ اللہ و رسول کا نام لکھنے کی اس میں قابلیت پیدا ہو جائے اس سے بڑا صدقہ ہمارے کیا ہے؟

انہیں پسند باتوں پر بھی شکر کرتے ہیں، ان کو فرو میں لاندہ لیں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

آج میں ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور اپنی اس مسرت کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم نے اس منزل کو اپنی امید اور اپنے تصور سے زبردستی پہنچا، جس بڑی خوشی و خوشی اس میں یہاں آیا، وہ وقت نہ گزرتا کہ ہم نے یہ موقع ملا کہ ہمیں چھوٹی بکریوں میں ہیں کہ ہم نے وہ وقت نہیں دے سکتے مگر خدا کا شکر ہے کہ ہم نے آکر خود ہی کہا کہ ہم غلط کر رہے ہیں حالانکہ

ہمارے حالات کا تقاضہ یہ تھا کہ ہم سبھی کچھ بات نہیں کر سکیں گے ہمیں تو سلاوینہ دینا
 دینا، ہم آرام کر لیں اور کس طرح ہی نہیں چاہے۔ لیکن آپ کی محبت کا آپ کے ظہور کا
 دوران بلائے والے بھائیوں کے خصوصاً کا اثر تھا کہ ہم نے خود ہی اپنی طرف سے کہا کہ
 اگر کوئی پروگرام ہو یا آپ کو سیکس تو سنبھالے، اپنے بھائیوں کو دیکھیں کہیں پھر ہم دیکھنے کے
 لئے آئیں گے۔ یہ بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے کہ اپنے گھر بھائیوں کو اپنے دینی
 بھائیوں کو اپنی آنکھ سے دیکھیں خوش ہوں اور اللہ کا شکر ادا کریں کچھ عہد و رسول کے دین
 کی باتیں ہم ان سے کر لیں، سن بھی لیں اللہ کا شکر ہے کہ یہ کام ہو گیا۔ جس اس سے
 زیادہ اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قبول فرمائیں۔

وَمَا التَّوْفِيقُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

علماء ربانی ان کا منصب اور ان کے کام کی نوعیت

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسول
الكريم اما بعد اعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله
الرحمن الرحيم اما يخشى الله من عباده العلماء
وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم العلماء ورنه الانبياء^۱

علماء انبیاء کے جانشین ہیں

نعماء حق حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث اور چاشمین ہیں۔ ان کی
وراثت اور نیابت اسی وقت ختم اور نسل ہوئی جب ان کی زندگی کا مقصد اور ان کی کوششوں کا
مرکز دینی ہو گا جو انبیاء کرام علیہم السلام کا تھا۔ وہ مقصد زندگی اور دوسرے رسمی و عمل کیا ہے؟
یہ لفظوں میں "اقتربت منینا یا ایک لفظ میں "توحید" یعنی انسانوں کو اختیار و عملاً اسی
طرح سے اللہ تعالیٰ کا "عبد بنانا جیسا کہ وہ طرغا اور مظهر الامس کے عہد ہیں۔ اللہ جل
شاندگی حکومت اور تدنوں کو انہوں کے جسموں اور ان کی متعقد زمین پر قائم کرنے کی
کوشش کرنا جیسا کہ زمین و آسمان پر قائم ہیں۔

هو الذي اُرسِلَ رَسُوْلُهُ بِالْهُدَىٰ وَذِيْنَ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ
عَلَى الْمَدِيْنَةِ كُلِّهَا وَلَوْ كَفَرَ الْكُفْرَانُ (معدہ: ۹)

(۱) سورہ واطر پارہ ۲۲

(۲) صحیح بخاری کتاب اللغہ

”وہ ہے جس نے اپنا رسول رہنمائی اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو سب دینوں (تمام قسم کے نظام اطاعت) پر غالب کر دے اور چرک کرنے والوں کو یہ ناکوار ہو۔“

اس دین حق کے سنے ہر زمانہ میں چند مواقع اور محرم ہوتے ہیں جن میں سے اکثر ان چار اقسام میں داخل ہیں:

شرک کیا ہے

یعنی غیر اللہ کو لے کر، اللہ کے سوا کسی ہستی کو مافوق الطبعی طور پر نافع مان لینا اس کو کائنات میں متصرف اور موزع تسلیم کر لینا۔

احیاء واجتہاد بنام جوئی اور خوف ورجاء اس عقیدہ کے بالکل قدرتی اور طبعی نتائج و لوازم ہیں اور عباد و استغاثات اور خضوع (جو عبادت کی حقیقت ہے) اس کے لازمی مظاہر ہیں۔

شرک ایک مستقل دین اور ایک مکمل حکومت ہے اس کا اور دین کا کسی ایک جسم یا دلی و دماغ یا فہم نہیں پر ایک ساتھ قائم ہونا ناممکن ہے۔ یہ غیر الہی دین جسم و نفس اور جسم و نفس سے خالی ہی جہد کھیر ہے۔ حق دین اللہ کو تم سے کبر و کار ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّبِعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَدَاذَا يُجِبُونَ فِتْنَةَ

کتاب اللہ (البقرہ ۱۷۵-۱۷۶)

”اور میں نے جو اللہ کے برابر اور ولی کو بلائے ہیں ان کی محبت ایسی رکھتے ہیں جتنی محبت اللہ کی۔“

قَالَ يَا اللَّهُ إِنِّي مَنَّ عَلَىٰ نَفْسِي ضَلَلْتُ مَنِي ۖ اذْ تُسَوِّطُكُمْ يَرْبِ

الْعَالَمِينَ (اشعر ۹۶-۹۷-۹۸)

”مشرکین نے پہا خدا کی قسم ہم گمراہ ہوئی تری میں تھے جو تم کو

(محبوبوں کو) سارے جہان کے پروردگار کے برابر کرتے

تھے۔"

اس لئے جب تک زمین سے شرک کی تمام جڑیں اور اس کی باریک سے باریک رگیں بھی دکھا نہ دی جائیں اس وقت تک دین اللہ کا پورا لگ نہیں سکتا۔ اس لئے کہ یہ پورا کسی ایسی زمین میں جڑ نہیں پکڑتا جس کی مٹی میں کسی اور درخت کی کوئی جڑ ہو یا کوئی اور تخم ہو۔ اس کی شاخیں اسی وقت آسمان سے باقیں کرتی ہیں اور یہ درخت اسی وقت پھلتا پھولتا ہے جب اس کی جڑ گہری اور مضبوط ہو۔

اَلَمْ تَوْخِشْ حَضْرَبَ اللّٰهِ فَمَثَلًا خَلِیْمَةً تَخْشَعُ حُجْرَةً طَیِّبَةً
اُضْلَعَهَا ثَابِتٌ وَفَرَعُهَا فِی السَّمَاۗءِ ۝ تَوْنَمٰی اُخْلِفَهَا كُلُّ
جَنِّیٍّ مِّاۤیۡدٰنٍ رَّیۡفًا ۝ (مہر العزم ۱۱: ۲۴، ۲۵)

"تم نے نہ دیکھا اللہ نے کسی ایک مثال پران کی، پاکیزہ بات
(کلمہ طیبہ وغیرہ) ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے اس کی جڑ
مضبوط ہے اور ہر شاخیں آسمان میں ہیں اپنا پھل لاتا ہے ہر
وقت اپنے رب کے حکم سے۔"

یہ درخت کسی دوسرے درخت کے سایے میں بڑھ نہیں سکتا۔ یہ جہاں رہے گا تنہا
رہے گا۔ اس کی طبعی نشوونما کے لئے لامتناہی فضا چاہئے۔

اَلَا لِلّٰهِ الْبَدِیْنُ الْغَالِیْضُ - (دور ۱۱: ۲۹)

"یاد رکھو اللہ ہی کی چھتا تا بعد اری ہے۔"

جاہلیت کی علامت

پس جو لوگ دین اللہ کی فطرت اور اس کے مزاج سے مختلف ہوتے ہیں وہ اس کو کسی

جگہ قائم کرنے کے لئے زمین کو پورے طور پر صاف اور صواب کرتے ہیں۔ وہ شرک اور جاہلیت کی جڑیں اور رگیں جن جن کو نکالنے ہیں اور ان کا ایک بیج بچا ہوا ہے جسے ہیں اور مٹی کو بالکل الٹ پلٹ دیتے ہیں چاہے ان کو اس کام میں کتنی ہی دیر لگے اور کتنی ہی زحمت اٹھانی پڑے اور چاہے ان کی دن رات کی اس کوشش اور عمر بھر کی اس جدوجہد کا حاصل حضرت نوح کی طرح چند نفوس سے زیادہ نہ ہو۔ مگر چاہے بعض پیغمبروں کی طرح ان کی ساری زندگی کا سرمایہ صرف ایک شخص ہو۔ لیکن وہ اس نتیجہ پر قانع اور اس کا سیلابی پر مسرور ہوتے ہیں اور نتیجہ کے حصول میں کبھی شکست اور بے مبری سے کام نہیں لیتے۔

مگر یعنی اللہ کے دین اور اس کی شریعت کا انکار، اس کی حکومت سے بغاوت اور اس کے احکام سے سرکشی ہے خواہ کسی طریقہ اور علامت سے ظاہر ہو۔

اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اللہ اور رسول کے احکام میں سے کسی حکم کو بھی یہ جان لینے کے بعد کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے، نہیں مانتے یا زبان سے تو انکار نہیں کرتے مگر جان بوجھ کر اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ ایسے لوگ خواہ دوسرے احکام کے پابند ہوں اس دائرے سے خارج نہیں۔

اللہ تعالیٰ یہودیوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

الَّذِينَ آمَنُوا بِغَضَبِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ۖ فَمَا جَزَاءُ
مَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا جِزَاءٌ فِي الْعَذَابِ الدُّنْيَا
وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ۚ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ
عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ (البقرہ: ۷۵: ۸۵)

”کیا کتاب الہی کے ایک حصہ کو مانتے ہو دوسرے حصے کو نہیں مانتے تو اس کی کیا سزا ہے جو تم میں سے یہ کام کرتا ہے سوائے دنیا کی زندگی میں رسوائی کے اور قیامت کے دن وہ پہنچائے جائیگے سخت سے سخت

نہاد اب میں اور اللہ تعالیٰ کے کلام سے بے خبر نہیں۔“

صرف اللہ تعالیٰ کی خداوندی اور حاکمیت کے اقرار سے طبعی طور پر خداوندی اور حاکمیت کے تمام دعویٰ اوروں کی خداوندی اور حاکمیت کا انکار ہو جاتا ہے۔ لیکن جو اشخاص خداوندان باطل کی خداوندی اور حاکمیت کا صاف صاف انکار کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے یا دوسرے الفاظ میں انھوں نے اس قبضہ کی طرف منہ تو کر لیا ہے لیکن دوسرے قلوب کی طرف ان سے پیچھے بھی نہیں کی جاتی۔ وہیں الٰہی کے مقابلے میں دنیا میں جو نظام حاکمیت قائم، اور شریعت الٰہی کے مقابلے میں جو قوانین نافذ ہیں ان سے منحرف نہیں ہوا جاسا۔ وہ بھی کبھی ان پر بھی عمل کر رہے ہیں اور بوقت ضرورت ان کی طرف رجوع کر لیتے ہیں۔ وہ درحقیقت سلام میں داخل نہیں ہوئے۔

ایمان باللہ کے لئے کفر بالطاغوت ضروری ہے اور اللہ نے اس کو ایمان پر مقدم کیا

ہے:

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ۔ (البقرہ ۲۵۶)

”جو سرکشی کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے“ مضبوط

مستند پکڑ لیا۔“

اس لئے قرآن نے ایسے اشخاص کا دعویٰ ایمان قبول نہیں کیا۔ جو غیر الٰہی قوانین اور ان کے مرکزوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان کو اپنا حاکم و طاغوت بتاتے ہیں۔

الَّذِينَ يَدْعُونَ أَنفُسَهُمْ إِلَى الْبُكَ

وَالطَّاغُوتِ عِبَادَةً غَيْرَ لِلّٰهِ۔ (مطالعہ غوث عبادۃ عن نخل

صحبہ نخل مغفوفہ من قلوب اللہ) (۱) (ما راغب اصفہانی)

خود شیطان جو انسان کو یا سلطان جو انسان پر طاغوت کا طلاق دے گا۔ ۱۲

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلٍ أَنْ يَتْلُوا مِنْ كِتَابٍ كَتَبْنَا بِالْإِسْلَامِ وَفَعَلُوا أَمْرًا أَلَا يَتَذَكَّرُونَ ۚ وَيُؤْتِي السُّبْحَانَ أَنْ يُصَلِّيَهُمْ صَلَاتًا لَعِبُدُوا اللَّهَ عَالَمِينَ ۖ (النساء: ۱۰۴)

”قرآن ان لوگوں کو نہ دیکھ جو دعویٰ کرتے ہیں کہ: (وہ اس پر ایمان لائے) تو حق آپ سے پہلے اتارا گیا چاہتے ہیں کہ تصدیق لے جائیں۔ ان کی روش کی طرف، حالانکہ ان کو حکم ہو چکا ہے کہ اس کا انکار کر دیں اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان کو بہکا کر دور سے چلا دے۔“

اسی فکر کی بجائے شخص اس سے بھی نہیں ملتی جو مسلمانوں کے دائرے میں آجائے۔ بعد بھی ”جاہلیت“ سے متصرف اور حق نہ دوسروں سے جاہلیت سے سب متفق نہ ہو سکتے۔ ان کے دلوں سے ابھی تک ان چیزوں کی اثرات اور سزاوت شیعہ لٹی۔ اور ان کاموں کی تعمیر نہیں تھی۔ جن کو جاہلیت نے تباہ کر رکھا ہے ان سے نفرت اور ان کی تخریب کرتی ہے تو ان کو اللہ کے دین میں پسندیدہ اور مستحب ہوں اور اللہ کے رسول کی محبوب ملت ہوں۔

اسی طرح ان کے دلوں سے ابھی تک عمال و عتاق اور رسوم و عادات کی محبت اور حرمت اور ان کی جو اہل چاہت کے نزدیک محبوب و عزیز ہیں خواہ وہ اللہ کی شریعت میں مکرہ اور حقیقہ ہوں۔

اسی طرح جن لوگوں کے دلوں سے ابھی تک جاہلی حیرت اور عصبیت دور نہیں ہوئی اور ان کا عمل جاہلیت عرب اور حقیقت ہر جاہلیت کے اس مقبول و مسلمہ اصول پر

”جو کچھ قرآن کی روایت کے مطابق اس نظام کے بارے میں مقرر ہوئی اس کے اپنے الیہ متعلقہ“

(اس کا اور اس کا الیہ ہو تو خدا کا شہرہ ہوگی) عالم کعب بن الاشرف کا قصہ، علم بلا توفیق۔

(ترجمہ کتاب الفیہ)

ہے کہ ”اَنْظُرْ اَعْيَاكَ ظَالِمًا وَّ غَظْلُوْمًا“ ”اپنے بھائی کی ہر حال میں مدد کر، جو لوگوں کو ظالم ہو، خواہ مظلوم“۔

اس سے زیادہ نازک بات یہ ہے کہ اسلام کو اختیار کر لینے کے بعد بھی یا مسلمان کہلانے کے باوجود بھی خُسن و بُخ کا معیار وہی ہو جو جاہلیت میں ہوتا ہے۔ اشیاء کی قیمت وہی ہو جو جاہلیت نے قائم کر دی ہے۔ زندگی کی انہیں قدروں اور قیمتیں معیہ روس کی وقعت ہو جو جاہلیت تسلیم کرتی ہے۔

اسلام کی صحت کی دیکھیں یہ ہے کہ کفر اور بس کے پورے ماحول، اس کے تمام تعلقات، اس کی تمام خصوصیات اور شعائر سے نفرت پیدا ہو جائے اور اس کی صرف و اجزی اور اس میں جتنا ہو جانے کے تصور سے آدمی کو تکلیف ہو اور ایمان کی جتنی یہ ہے کبدہ کفر کے کسی آدمی سے ادنیٰ کا سر کے مقابلے میں موت کو زیادہ پسند کرے۔

بخاری کی روایت ہے

قُلْتُ مَنْ كُنْ فِيْهِ وَجَدَ خَلَاوَةً اِلَیْمَانٍ اَنْ یُّكُوْنُ اَللّٰهُ
وَزُسُوْلُهُ اَحَبُّ اِلَیْهِ مِنْمَا سَوَا هُمَا وَاَنْ یُّعِیْثَ الْمَرْءُ لَا
یُحِیْئُهُ اِلَّا بِاللّٰهِ وَاَنْ یُّكْفِرَ اَنْ یُّعُوْذَ بِیَ الْكُفْرِ كَمَا یُكْفِرُ
اَنْ یُّغْذِفَ فِی السَّارِ.

”تمہیں پاتیں جس شخص میں ہوں گی اس کو ایمان کی علامات نصیب ہوگی ایک یہ کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔ دوسرے یہ کہ کسی دوسرے انسان سے صرف اللہ ہی کے لئے محبت ہو۔ تیسرے یہ کہ کفر میں جانا اس کے لئے اتنا ہی ناگوار ہو جتنا آگ میں ڈالا جاتا۔“

صحابہ کرام کی کیفیت یہی تھی۔ ان کو اپنے زمانہ سابق (جاہلیت) سے بڑھ کر کوئی

تھنڈی زبان

(بر حوالہ صفحہ ۲۲۷)

”بلکہ کہتے ہیں ہم نے پوچھا اپنے باپ دادا کو نیک راہ پر اور ہم انہیں سے نقش قدم پر ٹھیک چل رہے ہیں۔“

اللہ کے حکم درستی کے ساتھ چلے میں اپنے باپ دادا کے عمل اور اپنی خواہش اور مرضی کی پیروی کرنا خاص جاہل و زنا ہے۔

قُلْ لَوْ اَشِيعْتُمْ لَفُتِحَتْ اَصْلَابُكُمْ فَانْفَرَكْتُمْ اِنْ تَفْرَكْ مَا يَخَذُ

اَبْنَانُكُمْ اَوْ اَنْ تَفْعَلَ فَاِنْ اَعْمَا مَا سَاءَ مَا يَحْكُمُ (سورہ ۸۷)

”بچوں! تم نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہاری نافرمانی کے تم کو یہ نصیحت

ہے کہ تم بچو تو میں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ دادا پر بھیجتے رہے یہ ہم

بچو نہ دیں جو ہم اپنے مالوں میں اچھے من مانی باتیں کرتے

ہیں۔“

پس اسے تمام لوگ جاہلیت سے قلبی توبہ اسلام میں پورے طور پر داخل نہیں ہوئے۔

جو اللہ کے مقابلے میں سچے سے متبع و امین ہوئے اور جنہوں نے اپنے تئیں مکمل طور

پر اللہ کے حوالے نہیں کیا۔ یہ مکمل و متبع و امین اور تسلیم کامل دوا اسلام ہے جس کا حضرت

براہیم علیہ السلام کو نغمہ ہوا، انہوں نے اس کو قبول کیا۔

اِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ اَسْمِعْ فَاِنْ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ

(سورہ ۲۰: ۸۴)

”جب (براہیم) نے اپنے رب سے کہا کہ میں نے اپنے رب کے

سامنے ہوا جاؤ، اور اس کی مکمل توبہ دہری کرو انہوں نے کہا میں

نے اپنے تئیں سارے جہان کے پروردگار کے حوالے کر دیا۔“

جو جس کا تمام مسلمانوں کو حکم ہے:

مخالف شریعت رسول و عبادت، اخلاق و آداب اور میلادت و جذبات خواوہ قدیم ہوں یا جدید، ماضی ہوں یا حاض۔

کفر ایک سلبی (منفی) چیز نہیں ہے بلکہ ایک ایجابی اور مثبت چیز بھی ہے۔ دوسرے دین اللہ کے انکار کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک مذہبی و اخلاقی نظام اور مستحق دین ہے جس میں اپنے فرائض و واجبات بھی ہیں اور مکروہات و محرمات بھی۔ اس لئے یہ دونوں دین ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اور ایک انسان ایک وقت میں ان دونوں مذہب کا وفادار اور مخلص والا نہیں ہو سکتا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کفر کی پوری بنیاد کھینچ کر تے ہیں اور کفر کے ساتھ کسی بڑا پوری دور مصالحت کے رو اور نہیں ہوتے۔ کفر کے پہچان لینے کا بھی ان کو بڑا ملکہ ہوتا ہے اور اس بارے میں ان کی نگاہ بڑی دور رس اور ہر ایک عین ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس بارے میں پوری حکمت اور عزیمت عطا فرماتا ہے۔ ان کی خدا اور فرستادہ اور بصیرت پر اعتماد کے بغیر چار نہیں۔

دین کی حفاظت اس کے بغیر ممکن نہیں کہ کفر و اسلام کی جو سرحدیں انھوں نے قائم کر دی ہیں اور ان کے جو نشانات مقرر کر دیئے ہیں ان کی حفاظت کی جائے۔ اس میں کوئی تامل اور رد اداری دین کو اتنا مسخ کرے کہ کوئی ہے کہ جنت یہودی، عیسائی اور ہندوستان کے مذہب مسخ ہو گئے۔

انبیاء علیہم السلام کے بھی جانشین بھی اس بارے میں انہی کی فراست اور عزیمت رکھتے ہیں۔ وہ کفر کا ایک ایک نشان مانتے ہیں اور جاہلیت کا ایک ایک داغ دھوتے ہیں۔ کفر کا اور انہی کے لئے جس عوام سے بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ کفر جس لباس اور جس صورت میں ظاہر ہو وہ اس کو پہچان لیتے ہیں اور اس کی جڑ لٹ پرت کر دیتے ہیں۔

نہیں، ہندو جن جیسے ملک میں دیوتاؤں کے مکان بنائی کو حرام سمجھتے اور اس سے شدید نفرت رکھتے ہیں ان کو کھڑکی پوٹھوس ہوتی ہے اور وہ اس کو رانگ دیتے اور اس حالت کو زبردستی چھوڑ دیتے ہیں اور بعض اوقات اس پر اپنی جان کی بازی مٹا دیتے ہیں۔ کبھی قانون شریعت پر رواج کو ترجیح دینا اور یہاں لوگوں کو میراث نہ دینے پر اصرار کرنا ان کا کفرِ صلیب ہوتا ہے اور وہ ایسے لوگوں کی مخالفت اور ان کا مقصد غرض سمجھتے ہیں۔ انہیں اندر مول کا نصف سلف اس طرح تقسیم کرنے کے بعد اس کو نہ ماننا اور نہ انہی حد سے دور نہیں انہی قانون کے دشمن ہیں پناہ دینا اور غیر اسلامی احکام و قوانین نافذ کرنا ان کو اسلام سے غرض کے مترادف معلوم ہوتا ہے اور وہ مجبوری کی حالت میں وہاں سے ہجرت کرتے جاتے ہیں۔

کبھی کسی قوم مسیحیہ یا یہودیہ کے جو ہندوؤں کی صحبت میں رہتے ہوں اور ان سے متاثر ہوں ان کے ماننے سے امتناع کرنے میں اور ان سے نفرت کرنے میں ان کا ایمان کی تکرار کی اور ان کے قدیم مذہب یا غیر مسلموں کی صحبت کا اثر نظر آتا ہے کبھی بعض مذہب میں ایسا مذہب یا فعل جو نزدِ مسیحیت کو دوسرا مذہب اور شہرِ اسلام کی سمجھتے قہر ہے اور ان کی زبان سے بے اختیار نکل جاتا ہے کہ

”قوتِ حق در ہندوستان از اعظم شد خبر، سلام است“

کبھی وہ غیر مسلموں کے رسوم و عادات اور ان کی تہذیب اور شیخ و لباس اختیار کرنے اور ان سے تشبہ پیدا کرنے کی متعدد مدت مخالفت کرتے ہیں اور کبھی ان کی مذہبی تقریبات اور تہواروں میں شرکت کی مخالفت کرتے ہیں۔

غرض کفر یا غرضِ محبت یا اس کی مخالفت جس لباس اور جس صورت میں جلوہ گر ہو وہ اس کی روش جس قالب میں بھی ظاہر ہو وہ اس کو فوراً بھانپ لیتے ہیں ان کو اس میں کوئی اشتباہ نہیں ہوتا اور اس کی مخالفت کرنے میں کوئی تاملت ان کے سے رکاوٹ نہیں بنتی وہ

کفر کو محسوس کر کے کہتے ہیں ۔

ہم نے خواہش کی کہ جبراً ہی پیش

من نماز قدرت ربی شانم

ان کے زمانے کے کوجہ نظر یا رند شرب و مصلح کل جو دیوبند کے مکتبہ و سنت خانہ میں فرقہ سازی کر رہے تھے ہیں۔ ان کی تضحیک کرتے ہیں اور تحقیر کے ساتھ ان کو فقیہ شرب و محسوب و عطا و اور قدولی نوید ہمارے کا لقب دیتے ہیں۔

لیکن وہ اپنا کام چارے الطمینان و استغفار کے ساتھ کر سکتے رہتے ہیں، اور کوئی شہ نہیں کہ بغیر ہوس کے دین کی حفاظت کرنے میں انھیں دشواری ہے۔ یہ اور اقوال اسلام یہودیت و مسیحیت و ہندویت سے من زنجیں میں جہ نظر آتا ہے۔ وہ انھیں کی بدعت استقامت و رافضیہ کا نتیجہ ہے۔

حز انھم اللہ عن الاسلام و ولہ و نبیہ خیر الجزاء

بدعت کیا ہے

کئی ایسی چیزیں جو اللہ و رسول نے دین میں شامل نہیں کیں ہیں اور اس کا حکم نہیں دیا دین میں شامل کر لینا اور اس کا ایک جزء بنانا، اس کو ثواب اور تقرب الی اللہ کے لئے کرنے، اور اس کی کسی خود ساختہ یا صلاحاتی شکل اور وضع نئے ہوئے شرائط و قوائد کی اسی طرح پابندی کرنا جس طرح ایک شرعی قسم کی پابندی کی جاتی ہے بدعت ہے۔

مذہب اور کفر (جیسے کہ عرض کی جا چکا ہے) اگر مستقل دین ہیں تو بدعت مستقل شریعت ہے، اور شرک و کفر اگر اسلام کے مقابلے میں خارج کی چیزیں ہیں تو بدعت و سب انہی کے اعمدہ شریعت اسلامی کی تشکیل ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے یہاں تک کہ بعض اوقات (اگر اس کو آزادی کے ساتھ لکھو) فرمایا جائے گا مولیٰ فرمایا جائے گا

شریعت سے دو چند ہو کر چند نہ جاتی ہے اور رفتہ رفتہ شریعتِ الہی کی ساری جہد اور انسان کے سارے وقت و کھیر لیتی ہے۔

اس شریعت کی فقہِ ملک ہے، اس کے فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات مستقل ہیں۔ اور بعض اوقات قصہ اویس شریعتِ الہی کے احکام سے کہیں زیادہ۔

پہمت سب سے پہلے اس حقیقت کو نظر انداز کرتی ہے کہ تشریع (قانون سازی) اللہ کا حق ہے۔ کسی چیز کو قانونی حیثیت دینا اس کی پابندی ضروری قرار دینا یہ منصب صرف شارع (اللہ) کا ہے۔ انسانی قانون سازی اسی منصبِ الہی کے خلاف بغاوت ہے۔ اس لئے قانون ساز انسان کو قرآن "طاعت" کہتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَتِيعُوْا اَمْرَ اللّٰهِ وَاتِيعُوْا اَمْرَ الرَّسُوْلِ وَذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

(اسماء: ۶۰)

لیکن یہی چیز کو دین، شرع قرار دینا اور اس کو کسی خاص شکل اور شرائط کے ساتھ قرار دینا اللہ کا حق ہے۔ اگر وہ اسے کافر قرار دے تو اس سے بھی بڑھ کر بات ہے۔ یہ تو شریعتِ مہازی، دینی اور قرآنِ مجید سے بڑھ کر دین و شرع قرار دینا اللہ کی کاکام ہے۔

مَنْ يَشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَٰعِثًا
الْبَیِّنَ (نور: ۲۲)

"تمہارا اللہ نے دین کی دینی راہ مقرر کی جس کا حضرت نوح کو

صدمہ دیا تھا اور ہم نے آپ کی طرف صدمہ بھیجا۔"

بل عرب نے جب اپنی طرف سے تحلیل و تجویم کا کارِ شرع کیا اور "مستقل" کا نام جاری کیا تو قرآن نے یہی جرح کی۔

أَمْ يَنْظُرُونَ كَيْدَ الْمُؤْمِرِينَ الَّذِينَ هُمْ يُؤْمِرُونَ

(سورۃ النور: ۲۱)

”کیا ان نے جو کد شریک میں جنہوں نے ان کے لئے ایما دیں
دیا یا جس سے اللہ نے انہیں روک رکھا۔“

یہ اللہ کی اجازت کے بغیر قانون سازی یا کسی اس کی تعمیل۔ اخصۃ:
وَقَالُوا هَذِهِ الْأَنْعَامُ وَالْحَرْثُ أَحْسَرُ لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ
نَسَاءَ سَرَّعْمَهُمْ وَالْأَنْعَامُ حَرَمٌ طَهُورٌ هِيَ الْأَنْعَامُ لَا
يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتَرَاهُ عَلَيْهِمْ سَبِيحٌ يَتِيمٌ سَمَاءُ
كَانُوا يَفْسُرُونَ ۝

(سورۃ النور: ۲۲)

”اور انہوں نے کہا کہ یہ مویشی، اور کھیتی مروج ہے اس کو صرف
وہی کھائیں گے جن کو ہم چاہیں اپنے خیال کے مطابق اور یہ
مویشی جن میں ان پیٹھ پر بڑا سناٹا ہے، اور چمڑہ نشی جن کے
زبان پر لٹکا ہوا سونے کی لچیر ہے، جو کہ ان کے لئے جھوٹا ہے، انہوں نے انہوں
کے جھوٹ کی من کو مارا ہے گا۔“

وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ تَذْكُرُونَا
وَنُحَرِّقُ عَلَىٰ أَرْوَاحِنَا وَإِنْ تَخَلَّرْنَا فَهُمْ جَنَدٌ مُّحَرَّرٌ
مِّنْهُمْ وَهُمْ عَلَيْهِمْ عِلْمٌ

(سورۃ النور: ۲۳)

”اور انہوں نے کہا ان مویشیوں کے جوتھوں میں کیا ہے اور
ہمارے سروں پر کیا کھاتے ہیں ان کے لئے کھس ہے اور وہ وہی

عمورتوں کے لئے حرام ہے اور اگر مرد ہو تو اس میں بہ شریک
ہیں۔ عند اللہ تو ایسی باتیں بتانے کی سزا دے گا وہ عذمتہ والا اور
خبر دہ ہے۔“

عرب کے ان شریعت سازوں کا یہ جرم جس کو قرآن ”افہ“ کہتا ہے کیا تھا؟ یہی
کہ انھوں نے جاکسی آسانی کتاب اور سند کے بغیر اپنے اتفاق رائے اور اصطلاح سے
ایک چیز کو نیک کے لئے حلال اور دوسرے کیلئے حرام کر دیا، اور اس کے لئے ایسے قواعد
ادکام اور اصول وضع و ایجاد مقرر کئے جن کا کوئی آسانی یا سختی تھا اور پھر ان کی ایسی پابندی کی
اور دوسروں سے کراہی جیسی پیغمبروں کی شریعتوں اور احکام الہی کی ہوتی ہے کہ اگر کوئی اس
کے خلاف کرے تو سخت سزا کا مستحق ہو جائے اور ملزم و ملعون ہو۔

یہودیوں اور یہ سانیوں کا یہی جرم قرآن نے بیان کیا ہے:
اِنْ خَلَدُوا اٰخِیَارَہُمْ زَاہِنًا فَمِنْ ذٰلِکَ اٰیٰتِہٖ

(نورہ ۹: ۳۱)

”انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو، اللہ کو چھوڑ کر، خدا
تھمرا لیا۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں حاتمؓ کے سامنے اس آیت کی یہی تفسیر کی
تیسری علامہ و مشائخ نے جس چیز کو ان کے لئے حلال یا حرام قرار دے دیا انھوں نے بے
چوں و چرا اس کو مان لیا اور ان کو مستحق شارح قرار دے دیا۔

درحقیقت تحلیل و تحریم میں اور کسی چیز کو باطل شرعی فرض و واجب قرار دینے
اور کسی خاص شکل اور آداب بشرانہ کے ساتھ کاروبار و زیور یعنی قرب الی اللہ قرار دینے
میں کوئی اصولی فرق نہیں، دونوں شرع ”عما لکم یا اذن بکم اللہ“ کے قلم میں آتے ہیں۔

بدنعت اس امر کی حقیقت کو نظر انداز کرتی ہے وہ یہ کہ شریعت مکمل ہو چکی

ہے جس کو تعین ہوا تھا میں کا تعین ہو گیا۔ ایک انسان کی نجات کے لئے جتنے اعمال نہ ہو سکیں اور غریب کی اللہ کے لئے جتنے وسائل تھے ان سب کی وضاحت کر دی تھی اور میں نے کہیں نہ کر دی تھی۔ اب جو اساتذہ اس کی طرف مشروب کیا جائے گا وہ بھی ہو گا۔

لَیْسَ لَکُمْ دِیْنٌ دِیْنُکُمْ وَ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَ اَنْتُمْ عَلَیْکُمْ بِعَمَلِی
وَرَحْمَتِ لَکُمْ الْاِسْلَامُ دِیْنًا

(مائدہ ۳۰۵)

”آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا دین مقرر کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند فرمایا“ اور اس آیت پر اکتانے کیا ثواب فرمایا۔

میں استدعا فی الاسلام بدعتاً براہ راستاً حسنۃ فقد زعم ان
محمد صلی اللہ علیہ وسلم خای الزمان فان اللہ
سبحانہ یقول

”اَلْیَوْمَ اَشْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ“ فَمَا لَمْ یَکُنْ یَوْمَئِذٍ دِیْنًا
فَلَا یَکُونُ الْیَوْمَ دِیْنًا

”جس نے اسلام میں کوئی بدعت پیدا کی اور اس کو اچھا سمجھتا ہے
وہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے (نعمۃ
باللہ) پیغمبر بننے سے پہلے دنیا میں خیرات کی۔ اس لئے کہ اللہ فرماتا ہے
کہ میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ پس جو بات
میں نے اس دن میں نہیں تھی وہ آج بھی دین نہیں ہو سکتی۔“

شریعت منہ لی من اللہ کی ایک خصوصیت اس کی سہولت اور اس کا ہر ایک زمانے میں قابل عمل ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ حکیم و مہیر ہے اس کو انسانوں کی فطری کمزوری، ان کے مصالح اور ان کے مختلف و متغیر حالات کا پورا نظر ہے۔ اسی کے ساتھ وہ رؤف و رحیم (بہت مہربان) اور شفیق بھی ہے۔ اس علمِ مہیا اور شفقت کے پایوں کی بنیاد پر اس نے انسانوں کے لئے اپنے جہیزوں کے ذریعہ نہایت آسان شریعت نازل کی۔ نہ کہ شریعت میں ان کی کمزوریاں، مخالقات اور کوتاہیوں کا پورا لحاظ رکھا اور ان کی قوت و سعادت اور زمان و مکان کے لحاظ فرماتے ہوئے ان کے لئے آسان و معاشیر اور اہل تہذیب و تمدن مقرر فرمایا۔ اس کا ارشاد ہے

لَا يَكْتُفِ اللَّهُ نَفْسَ إِلَّا رُحْمَهَا (سفرہ ۲: ۲۸۶)

”اللہ ہی کو اس کی تلخائش سے زیادہ کرجھور نہیں کرتا۔“

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَحْقِظُونَ عَنْكُمْ وَخَبَىٰ عَلَى الْإِنْسَانِ ضَعِيفُهُ ۝

(سجۃ ۳: ۲۸۸)

”اللہ پر ایسا ہے کہ تمہارے بار کو بھگتا کرے اور انسان کمزور پیدا

نہ کیا گیا ہے۔“

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۚ

(الحج ۲: ۱۸۵)

”تم پر اللہ نے دین میں کوئی تھکنی نہیں رکھی۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ

خَرِيفٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ وَدَّعِيمٌ

(توبہ ۱: ۱۲۸)

”تمہارا رسول تمہاری ہی قوموں میں سے ایک رسول آیا جس پر تمہاری

تکلیف شوق ہے۔ تمہاری اس کو بڑی فکر ہے، ایمان والوں پر

نہایت شفقت و مہربانی ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شریعت کے متعلق فرمایا:

بَحِثْ بِالْحَنِيفَةِ السَّمِيعَةِ إِنَّ هَذَا الدِّينَ يُنْسَرُ

"مجھے نہایت سیدھے سادے آسان دین کے ساتھ بھیجا گیا۔

بے شک یہ دین آسان ہے۔"

امت کی مشقت کہ آپ کو اتنا خیال تھا کہ فرمایا: "لَوْ لَا اِنْ تَشَقَّقَ عَمَلِي اَمْسَى لَا

مَرْتَهُم بِالْمَسْوَكَ عِنْدَ كُلِّ صَلَوةٍ" اگر مجھ اپنی امت کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے وقت مسواک کرنا فرض قرار دے دیتا۔

لیکن دین کی یہ سہولت اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اس بات کی نجات اسی وقت تک ہے جب تک کہ اللہ شائع ہے اور شریعت اسی کی ہے لیکن جب انسان شاہد بن جائے اور وہ شریعت الہی میں مداخلت اور اضافہ شروع کر دے تو پھر دین کی یہ سہولت باقی نہیں رہ سکتی۔ انسان کا علم محیط ہے وہ مختلف انسانوں کی ضروریات، مصالح اور زبان و ممالک کے اختلاف کا لحاظ رکھ سکتا ہے۔ نہ اس کو اپنے بنی نوع پر وہ شفقت ہو سکتی ہے، جو اللہ اور اس کے رسول کو ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو دین خالص ہونے کی صورت میں ہر ایک کے لئے قابل عمل اور بالکل قابل ہوتا ہے وہ ان بدعات کی آمیزشوں اور مضافات اضافہ کے بعد اس قدر ہموار، سوجھ بھڑا اور طویل ہو جاتا ہے کہ اس پر پورے طور پر عمل کرنا رفتہ رفتہ ممکن ہوتا چلا جاتا ہے۔

لوگوں کو گمراہ اور حید جو نیکی کی عادت پڑ جاتی ہے اور بہت سے لوگ ایسے مذہب کا تلاوہ اپنی گمراہی سے تادم دیتے ہیں۔ مذہب کی تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مذہب کی بیشتر خوبت اور الحاد و لامذہبیت کا آغاز عموماً ان لامتناہی بدعات

کے بعد ہوا۔ جن کی پابندی ایک متوسط درجے کے انسان کے لئے تقریباً ناممکن ہوتی تھی اور قومی ان کا پابند نہ کر سکی اور کام کا نہیں رہ سکتا تھا۔ قرون وسطیٰ میں بھی علم و عقل کی بغاوت کلیسا کے اسی مذہبی نظام کے خلاف تھی جس سے اصل مسیحیت تو ذرا نسبت بھی نہ تھی۔

یہ نکتہ بھی قابل لحاظ ہے کہ ایسی دین و شریعت کی ایک خصوصیت ان کی ناممکن یکسانیت ہے۔ یہ یکسانیت زمانوں کے لحاظ سے بھی ہے اور مکانات کے لحاظ سے بھی۔ اللہ کی ذات حق سبحانہ و تعالیٰ چونکہ ”رب المشرقین و المغربین“ ہے وہ زمان و مکان کی حدود و قیود سے بالاتر ہے اس لئے اس کی شریعت میں کامل یکسانی پائی جاتی ہے اس کی آخری شریعت جس کی تکمیل آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو چکی ہے۔ آفتاب کی طرح سب کے لئے ایک اور زمین و آسمان کی طرح سب کے لئے یکساں ہے۔

اس کی شکل جو قرن اول میں تھی وہی شکل چودہویں صدی ہجری میں بھی ہے وہ ایسی اور جتنی مشرق و مغرب کے لئے ہے وہی ایسی اور اتنی ہی مغرب و مغرب کے لئے بھی۔ جو قواعد و احکام، عبادت کے جو اصول و کلی، اقرب الی اللہ کی جو متعین شکلیں اصل عرب کے لئے تھیں وہی اعلیٰ ہندوستان کے لئے بھی۔

اسی لئے اگر دنیا کے کسی حصہ کا کوئی مسلمان باشندہ کسی دوسرے حصہ میں چلا جائے تو اس کو کفر و کفر اسلام کے ادا کرنے میں اور مسجد میں عبادت کرنے میں کوئی وقت حرج نہیں آنے کی نہ اس کے لئے کسی مقامی ہدایت نامہ اور رہبر کی ضرورت ہوگی۔ اس کو ادنیٰ حیثیت سے کوئی اہمیت اور مسافرت محسوس نہیں ہوگی، خلا و امتداد ہونے کے کہ وہ اگر حد و علم سے تو ہر جگہ امام بن سکتا ہے اور ہر جگہ حق و سچ سکتا ہے۔

لیکن عبادت کا یہ خاصہ نہیں۔ ان میں یکسانی اور وحدت نہیں ہوتی ان میں زمان

و مکان کا پرتو ہوتا ہے، وہ ہر جگہ کے مقامی سر نیچے اور نیکی وہ شہری نکمال سے ڈھس کر نکلتی ہیں اور خاص تار نیچے و مقامی اسباب اور ماحول میں بنتی ہیں۔ ان کو تمام عالم اسلام میں رواج نہیں دیا جاسکتا، مگر دنیا کے تمام مسلمانوں کو ان کا علم ہونا ضروری ہے۔ علم ہونے کے بعد ضروری نہیں کہ وہ سب ان کو قبول کر لیں۔

اس لئے ہندوستان کی بدعات مصر کی بدعات سے مختلف ہیں اور ایران و شام کی بدعات میں کوئی اشتراک نہیں۔ ملکوں سے منہ کر کے بعض اوقات شہر شہر کی بدعات مختلف ہوتی ہیں۔ ایک شہر کے مسلمانوں کو دوسرے شہر کی مخصوص بدعات کا علم نہیں بہتا یہ بات بڑھتے بڑھتے مٹاؤں اور گھروں تک پہنچ سکتی ہے اور اگر گھر کا دین مختلف ہو سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام دوسری شریعتوں اور مذاہب کا عبرتناک انہماک تھا۔ یہودیہ اور عیسائیت کی سخت شدہ اور محرف شکل موجود تھی۔ اس لئے آپ نے شریعت اسلامی کو اپنی حقیقی شکل اور اسی مقدار میں رکھنے کی پوری کوشش فرمائی اور اس کے لئے تمام احتیاطی تدابیر اختیار کیں۔

آپ نے اپنے جانشین صحابہ کرام کو بدعات سے بچنے اور سنت کی حفاظت کی بڑی تاکید و تاکید فرمائی۔ آپ کے براہ راست جانشین صحابہ کرام نے اس وصیت کی پوری تعمیل کی اور بدعات کے بارے میں کسی قسم کی رد و اداری اور کمزوری رد انہیں رکھی۔

صحابہ کرام کے بعد ائمہ و فقہاء اسلام نے اعلیٰ درجہ کے فہم دین اور ایسی عزیمت و استقامت کا ثبوت دیا جو انبیاء کرام کے جانشینوں کے شایان شان ہے۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے زمانے کی بدعات کی حق سے مخالفت کی۔ مبتدعین کا حق و عملی مقابلہ کیا۔ اسلام کے معاشرہ اور اجتماعی حالتوں میں ان بدعات کو قبول اور ان کے طبع و ادب کو، قیام اور باوقار بننے سے روکنے کی کوشش کی اور ان کو اعلیٰ علم کی نگاہوں سے ہمیشہ کے لئے کرا دیا۔

باضعیہ فتنہ، عربیہ نے جو شدید افواجیاب کیا اور جس پر ایک عینی اور کٹھنچی نے
ما تھو اپنے زمرے کے بعض اہل علم و معارفی ہجرت کر کے اہل عرب کی مخالفت کی اور شریعت کی
خفاقت اور امت و بدعت کے امتیاز کے لئے جو غیر ان اہل علم و معارفی و متقی ہیں
۱۰۰ کی اسوں میں سے کھری و قوت اور ان کے صفحہ کی بہترین مثالیں ہیں۔

جو وہاب جو چاہتے ہیں کہ بدعات خوش عقیدہ و مشائخ و عین کے لئے تھیں۔ عین عین
مشائخ و کتب میں اور اس وقت کے ساتھ راج و مقبولیت حاصل کر لیتے ہیں۔ وہ ان
علماء اسلام کی تہذیب و سیر کی کامیابی کی ۱۰۰ ہیں۔ ان کی کوششوں اور انہی راج سے بعض
بدعات کو چاہتے ہیں اور اب وہ ان کے بعض کتابوں یا تمدن کی بعض چیزوں
میں نظر آتے ہیں۔ بعض بدعات یہ باقی رہ گئیں ان کا بدعت ہونا بھی مشہور نہیں۔ باور
بدعت ہی میں ان کی مخالفت کرتی رہی ہے اور اب بھی کرتی ہے۔

ان کا الحین بدعت اور ان میں ملین لواہست کو چنے، نے کے نحو۔ یا ان میں کا احادیث
نے اس طرح بدعت اور روایت پرست و قیہ۔ کے خطابات سے جس طرح ہر زمانہ نے
نہ ان عام ہر رواج۔ م کے خلاف تھے۔ انوں اور انے انوں کو مانگتے ہیں۔

مَا يُعَذِّبُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قَبِلَ فَلَوْلَئْسَ مِنْ قَبْلِكَ

ان پر آیتا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ علم و ربانی کو وہی عاقبت پر۔ کے کرنے کی ہر اپنے
ماسب کو پہنچنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

وَأَعِزَّ دَعْوَانَا الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

علم کا مقام اور اہل علم کی ذمہ داریاں

یہ مضمون حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی نے جامعہ اسلامیہ کراچی میں ۱۹۶۹ء میں، نظریہ پانچویں تقریریں پیش کیے جو اس وقت چھپائی گئی۔

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد
الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين
. ما بعد ما عودنا بعد من المشيطان الرجيم، افراء باسم
ربك الذي خلق، خلق الانسان من علق، افراء
وربك الاكرم، الذي علم بالقلم، علم الانسان
ما لم يعلم

جناب پچاسر صاحب (پیش) کے نام و گورنر شہر ایچ پی شہر صاحب (شہر محمدیہ
للہ ہیت شہر شہر ایچ پی شہر صاحب (ڈاکٹر وحید الدین ملک) اساتذہ جبارہ
لکھائے گئے اور ماہر معززہ شہرین
میرہ و تحقیق ہے کہ علم کو ایک اکل ہے۔ جو بہت عرصہ تک اس کو قہر و جدید شہر
مغربی نظریہ و تحقیق میں تقسیم کرنا نہیں اور جیسا کہ ماہر اقبول کے کتاب
وہیں کہ نظریہ و تحقیق جدید و قہر

میں علم کو ایک مدت، زمانہ میں جو کہ کی دو ہیں ہے، جو کہ ملک و ملک میں
ورثہ و قہر ہے، جسے عمرانی مدت میں بھی و مدت تقریبی ہے وہ "مدت" چھائی ہے

جج کی تلاش ہے علمی ذوق ہے، اور اس کو پانے کی خوشی ہے، اس سے باوجود میں بناب
چہ سطر صاحب، اس پانے سطر صاحب، اور اس جامعہ کے ذمہ داروں کا شکریہ رزوں کہ
انھوں نے اپنے آپ علمی امور کے لئے ایک شخص کا انتخاب کیا جس کا انتخاب اور تعلق
قدیر طرہ تعظیم ہے۔

میں علم ادب، شاعری، فلسفہ، خدائے مہی میں اس اصول کا قائل نہیں ہوں کہ جو اس
کی "مرومی" پسند کرتے ہیں، "عالم" اور "دانشور" ہے، اور یہ مان لیا گیا ہے کہ جس نے
انہم پر راہی نہ ہو، نہ مستحق خطاب ہے نہ ان کی سماعت، بدقسمتی سے ادب و شاعری میں
بھی یہی حال ہے، جو ادب کی دکان نہ لگائے اور اس پر ادب کا سائن بورڈ توڑیں نہ
نہ، اور ادب کی مرومی پسند کر ان کی محض میں نہ آئے وقت بے ادب ہے، انھوں نے
ان پیرائشی ادیبوں اور شاعروں کا قصہ دیکھی، عارف نہیں کیا، جن نے جسم پر وہ دروہی، لکھالی
نہ، اپنی دوا، جن کو ہر قسمی سے ان دروہوں میں سے کوئی دروہی نہ مل سکی ہو، میں غم کی
آفاقیت اور جسم کی تازی کا قائل ہوں، جس میں خدا کی رہنمائی پر دروہ میں شامل رہی ہے،
اور خدا کو جس ہے، اور حق طلب ہے تو خدا کی طرف سے کسی وقت فیضان میں کمی نہیں۔

علم کی قسمت قلم سے واسطہ ہے

"نہرات ان" وقہ دانش گاہ کے جسدہ تقسیم استاد میں جو فلک ہوں، یہ ایک ایک سرسبز
زمین وادی میں مستعد ہو رہا ہے، مجھے بے اختیار وہ واقعہ یاد آتا ہے، جب عرب نے ایک
خٹک علاقہ میں ایک پیر، پیر کو نہ چنکھ اور نہ سرسبز، تقریباً چودہ سو سال پہلے پیش آیا تھا

اور اس واقعہ پر قرآن مجید، در زمین مثلاً، "پہا زلزلہ بریز قہا یکن فیکابہ خدہ عربی نے عرب کو بے
نہ یان پر نشان آتی ہے نہ یان نہ چول نکلتے ہیں
نہ اس زمین سے آں بھی ہلک نہ نکلتے ہیں

اور جس نے تاریخ انسانی ہی نہیں بلکہ تقدیر انسانی پر ایسا مگر لا اور لازوال اثر ڈالا ہے، جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی، اور جس کا اس "لوحِ قلم" سے خاص تعلق ہے، جس پر علم و تہذیب، اور تحقیق و تصنیف کی اساس ہے، اور جس کے بغیر نہ یہ عظیم دانش گاہیں وجود میں آتیں اور نہ یہ وسیع کتب خانے جس سے دنیا کی زینت اور زندگی کی قدر و قیمت ہے، میری مراد جلی دہی کے واقعہ سے ہے جو ۱۲ فروری ۱۹۷۱ء کے لگ بھگ نبی عربی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ کے قریب غار حرا میں نازل ہوئی، اس کے الفاظ یہ تھے

بِقَرَارِ مَسْمُومِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ افْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

(سورہعلق آیت ۵ تا ۱۰)

"(اے محمد) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کی پٹنگی سے بنایا پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا، اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا۔"

خالق کائنات نے اپنی وحی کی اس جہی قسط اور پارہاں رحمت کے اس پہلے چھینٹے میں بھی اس حقیقت کے اعلان کو مؤخر و ملتوی نہیں فرمایا کہ علم کی قسمت سے وابستہ ہے غار حرا کی اس تنہالی میں جہاں ایک نبی امی اللہ کی طرف سے دنیا کی ہدایت کے نئے پیغام لینے سمیٹا تھا، اور جس کا یہ حال تھا کہ اس نے قلم کو حرکت دینا خود بھی نہیں سکھا تھا جو قلم کے فن سے یکسر واقف نہ تھا، یہ دنیا کی تاریخ میں اس کی تصویر کشی مل سکتی ہے؟ اور اس بلندی کا تصور بھی ہو سکتا ہے کہ اس نبی امی پر ایک صفت ائی اور ایک ناخواند و ملک سے درمیان (جہاں جماعت اور دانش گاہیں تو بڑی چیزیں ہیں حرفہ شناسی بھی عام نہیں تھی) پہلی بار

یہ ایک انقلاب دیکھ کر دعوت تھی کہ علم کا سفر خدا کے حکیم و عظیم کی رہنمائی میں شروع کیا جانا چاہئے اس لئے کہ یہ سفر بہت طویل پر پہنچ اور بہت پر خطر ہے، یہاں دن دہاڑے قافلے لٹتے ہیں قدم قدم پر مصیب و عیش گھاٹیاں ہیں، گمراہے دریا ہیں، قدم قدم پر سانپ اور بچھو ہیں، اس لئے اس میں ایک رہبر کامل کی رفاقت ہوتی چاہئے اور وہ رہبر کامل حقیقتاً خدا کی ذات ہے، بجز وہ علم و ادب نہیں، وہ علم و تصدق نہیں جو نفل پورے بنانے کا نام ہے، جو شخص کھلونوں سے کھیلنے کا نام ہے وہ علم نہیں جو شخص دل بہلانے کا نام ہے، وہ علم نہیں جو ایک کو دوسرے سے لڑانے کا نام ہے وہ علم نہیں جو قوموں کو توہم سے نکرانے کا نام ہے، وہ علم نہیں جو اپنے معدہ کی خدق کو بھرنے کا ذریعہ سکھانے کا نام ہے، وہ علم نہیں جو زبان کو صرف استعمال کرنا سکھاتا ہے، بلکہ "اَفْهَرَا بِلِسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اَلَمْ اَوْزِغْكَ الْاَنْحُرُم. الَّذِي عَلَّمَهُ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَهُ الْاِنْسَانُ مَا لَمْ يَلْعَلَمْ۔"

پڑھو تمہارا رب بڑا کریم ہے، وہ تمہاری ضرورتوں سے تمہاری کمزوریوں سے کیسے نا آشنا ہو سکتا ہے "اَفْهَرَا وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَهُ بِالْقَلَمِ" آپ خیال کیجئے کہ قلم کا رتبہ اس سے زیادہ کس نے بڑھایا ہوگا کہ اس غار حرا کی پہلی وحی نے بھی قلم کو فراموش نہیں کیا وہ قلم جو شاید ڈھونڈنے سے بھی مکہ میں کسی گھر میں نہ ملتا تھا آپ اسے تلاش کرنے کے لئے نکلتے تو شاید معلوم نہیں کسی درقہ بن نفل کے یا کسی "کاتب" کے جو دیارِ حرم سے کچھ لکھنا پڑھنا سیکھ کر آیا ہو گھر میں ملتا۔

۱۔ مہدی اہل بیت کے ایک غریب فاضل جو راقۃ العیال کے بڑے عالم تھے اور عبرتِ زبان سے خوب واقف تھے۔
 ۲۔ عرب میں پڑھنے لکھنے والی کو "کاتب" کہتے تھے۔

اور پھر ایک بہت بڑی انتخاب انگیز اور لافانی حقیقت جان کی کہ علم کی کوئی انتہا نہیں "عَلِمَ الْإِنْسَانُ مَا لَمْ يَعْلَمْ" انسان کو سکھایا جس کا اس کو پہلے سے علم نہ تھا۔ اس میں کیا ہے؟ تکنالوجی کیا ہے؟ انسان چاند پر جا رہا ہے، مگر کوہم نے طے کر لیا ہے، دنیا کی مٹن میں کھینچ لی ہیں، یہ سب "عَلِمَ الْإِنْسَانُ مَا لَمْ يَعْلَمْ" کا کرشمہ نہیں تو کیا ہے؟ حضرات! اجازت دیجئے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر وادی علم کے ایک مسافر کی حیثیت سے کچھ مشورے کچھ تجربے پیش کروں۔

جامعات کا پہلا کام سیرت سازی ہے، جو یورپی ایسا گیر کٹر بنائے جو اپنے ضمیر کو بقول اقبال ایک کھجور کے بدلے میں بیچنے کیلئے تیار نہ ہو، آج کل فلسفے اور نظام یہ سمجھتے ہیں کہ اس بازار میں سب کی قیمت مقرر ہے، کوئی انوکھ قیمت پر نہیں خرید سکتا تو زیادہ قیمت پر خرید لیا جائے گا؟ ایک جامعہ کی حقیقی کامیابی یہ ہے کہ وہ سیرت سازی کا کام کرے، وہ ایسے صاحب علم افراد پیدا کرے جو اپنے ضمیر کا مدد نہ کر سکیں، جن کو دنیا کی کوئی طاقت، کوئی تجربہ ہی فلسفہ کوئی غلط دعوت و تحریک کسی دام خرید نہ سکے، جو اقبال کے الفاظ میں پورے اعتماد و اختیار کے ساتھ کہہ سکیں۔

کرم حیرا کہ بے جوہر نہیں سما
غلام خضر و سنجر نہیں ہیں
جہاں بنی مری فطرت ہے لیکن
کسی جہید کا ساغر نہیں میں

دوسرا فرض یہ ہے کہ ہماری جامعات سے ایسے نوجوان نکلیں جو اپنی زندگیوں میں حق و صداقت اور علم و ہدایت کیلئے قربان کرنے کے لئے تیار ہوں، جن کو کسی کے لئے بھوکا رہنے میں وہ لذت آنے جو کسی کو پیٹ بھر کر کھانے اور "ٹائٹل" میں آتی ہے، جن کو کھونے میں وہ مسرت حاصل ہو جو بعض اوقات کسی کو پانے میں نہیں ہوتی، جو اپنی جوانی

نی بہترین توانائیاں، ذہن کی بہترین صلاحیتیں اور اپنے جامعہ کا بہترین عطیہ جس سے ان کی جھولی بھر دی گئی ہے، انسانیت کو تباہی سے بچانے کے لئے صرف کریں۔

دانش گاہوں کو، یکٹنا چاہئے کہ وہ اعلیٰ صلاحیت کے لوگ کتنی تعداد میں پیدا کر رہے ہیں؟ میں صفائی سے کہتا ہوں کہ اب کسی ملک کی یہ تعریف نہیں کہ وہاں بڑی تعداد میں یونیورسٹیاں ہیں، یہ کوتاہ نظری اب بہت پرانی ہو گئی ہے، سوال یہ ہے کہ علم کے شوق میں جستجو کی راہ میں علم، اخلاق کے پھیلائے، اور برائیوں، بد اخلاقوں، سفاکی و درندگی، دولت و قوت کی پرستش کو روکنے کے لئے کتنے آدمی اپنی زندگیوں وقف کرتے ہیں، اپنی قوم کو صاحب شعور، مہذب اور باضمیر قوم بنانے کے لئے کتنی تعداد میں نوجوان موجود ہیں، جو اپنی ذاتی سر بلندی اور ترقی سے آنکھیں بند کر کے اس مقصد کے لئے اپنے کو وقف کرتے ہیں، جملہ معیار یہ ہے کہ کتنے نوجوان ایسے ہیں جو دنیا کی تمام آسائشوں اور ترقیوں سے آنکھیں بند کر کے کسی محوشے میں ٹھوس علمی و تعمیری کام کر رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ادب شاعری، فنون لطیفہ، حکمت و فلسفہ، تصنیف و تالیف سب کا مقصد یہ ہے کہ ملک و ملت میں ایک نئی زندگی اور روح پیدا ہو اور وہ سراب کی سمور اور شعلہ کی بھڑک نہ ہو، میں اس وقت ترجیحاً ان حقیقت ڈاکٹر محمد اقبال کے یہ شعر پڑھوں گا، جو انھوں نے اگرچہ کسی ادیب یا شاعر سے مخاطب ہو کر کہے تھے، لیکن یہ علم و ادب، فلسفہ و حکمت سب پر صادق آتے ہیں۔

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا
مقصود جہر سوز حیات ابدی ہے
یہ ایک نفس یا دو نفس مثل شرر کیا

تمہاری عمر کیا ہوگی؟“ ملاح نے بتایا، ”میں کوئی چالیس سال“ لڑکوں نے کہا، ”آپ نے اپنی آڈمی عمر بڑھاؤ کی اور کچھ بڑھا لکھا نہیں۔“

ملاح بیچارہ خفیہ ہو کر رہ گیا، اور چپ سا دھلی، قدرت کا تماشا دیکھنے کے کشی کچھ ہی دور ہوئی تھی کہ وہ یا میں طوفان آگیا، موچیں منہ پھیلائے ہوئے بڑھ رہی تھیں اور کشی بچکولے لے رہی تھی، معلوم ہوتا تھا کہ اب ڈوبی جب ڈوبی وہ یا کے سفر کا لڑکوں کا پسنا تجربہ تھا، ان کے دوسراں خطہ ہو گئے، چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں، اب جاہل ملاح کی باری آئی اس نے بڑی سنجیدگی سے منہ بنا کر پوچھا، ”بھیا تم نے کون کون سے علم پڑھے ہیں؟“

لڑکے اس بھولے بھالے ملاح کا مقصد نہیں سمجھ سکے اور کالج یا مدرسہ میں پڑھے ہوئے علوم کی لمبی فہرست گنتانی شروع کر دی، اور جب وہ یہ بھاری بھر کم اور مرغوب کن نام گنا چکے تو اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا، ”ٹھیک ہے، یہ سب تو پڑھا لیکن کیا پیرا کی بھی سیکھی ہے؟ اگر خدا نخواستہ کشی الٹ جائے تو کنارے کیسے پہنچ سکو گے لڑکوں میں کوئی بھی پیرا نہیں جانتا تھا، انھوں نے بہت افسوس کے ساتھ جواب دیا، ”چچا جان! یہی ایک علم ہم سے رہ گیا ہے، ہم اسے نہیں سیکھ سکتے۔“

لڑکوں کا جواب سن کر ملاح زور سے ہنسا اور کہا، ”میاں میں نے تو آڈمی عمر کوئی عمر تم نے پوری عمر ڈوبی، اس لئے کہ اس طوفان میں تمہارا پڑھا لکھا کام نہ آئے گا، آج پیرا کی ہی تمہاری جان بچا سکتی ہے، اور وہ تم جانتے ہی نہیں۔“

آج بھی دنیا کے بڑے بڑے ترقی یافتہ ملکوں میں جو بظاہر دنیا کی قسمت کے مالک بنے ہوئے ہیں، صورت حال یہی ہے کہ زندگی کا سفینہ گرداب میں ہے، وہ یا کی موچیں خونخوار ہنگاموں کی طرح منہ پھیلائے ہوئے بڑھ رہی ہیں، مہا طل دور ہے اور خطرہ قریب،

لیکن کشتی کے معزز و مافوق واریوں کو سب سمجھا آتا ہے مگر مائاتی کا فن و حیرانی کا علم نہیں آتا۔ دوسرے الفاظ میں انہوں نے سب کو سمجھنا ہے، لیکن جیسے مانسوں، شریف، خدا شناس اور انسانیت دہشت انسانوں کی صرح زندگی گزارنے کا فن نہیں سمجھا، اقبال نے اپنے ان اشعار میں اق نامزک صورت حال اور اس عجیب و غریب "تقدیر" کی تصویر کھینچی ہے جس میں اس عیسویں صدی کا مہذب اور تعلیم یافتہ فرد بلد معاشرہ کا معاشرہ شکار ہے۔۔۔

زہونہ نے اہل ستاروں کی گزردہ گاہوں کا
 اپنے افکار کی دنیا میں مقرر نہ رہنا
 اپنے حکمت سے غم و بیچ میں الجھا لیا
 آج تک ایسا نہ دیکھا کہ ضرر نہ رہا
 جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
 زندگی کی شب تاریک سحر نہ رہا

شریفانہ انسانی زندگی گزارنے کا بیوقوفی فن خدا ترسی، انسان دوستی، مضبوط نفس کی ہمت، صلاحیت، انسانی مذاہ پر ایجابی مفاد کو ترجیح دینے کی عادت، انسانیت کا احترام، انسانی جان و مال، عزت و وقار کے تحفظ کا جذبہ حقوق کے مطالب پر ادائے فرائض و ترجیح مظلوموں اور کمزوروں کی ہمت و حفاظت اور ظالموں و طاقتوروں سے بچہ آزمائی کا حوصلہ، ان انسانوں سے جو دولت و جاہت کے سوا کوئی چیز نہیں رکھتے، عدم مرعوبیت و بے خوفی، ہر موقع پر اور خود اپنی قوم پرستی جماعت کے مقابلے میں کلمہ حق کہنے کی جرأت، اپنے اور پرانے کے معاملہ میں انصاف اور ترازو کی توازن، کسی دانا و بیانا طاقت کی بگڑائی کا یقین اور اس کے سامنے جوابدہی اور حساب کا کھانا، یہی صحیح خوشگوار و بے خطر اور کامیاب زندگی گزارنے کی بنیادی شرطیں، اور انکے اچھے و خوش اسلوب معاشرہ، و ایک طاقتور و

مخصوصاً، با عزت ملک کی حقیقی ضرورتیں اور اس کے تحفظ کی ضمانتیں میں، اس کی تعلیم اور اس کے لئے منسوب ماحول مہیا کرنا، انھیں ان کا اولین فرض، اور اس کا حصول تعلیم یافتہ نسل اور ملک کے دانشوروں کی پہلی ذمہ داری ہے، اور ہم کو اس جیسے تمام مواقع پر دیکھنا چاہئے کہ اس کام کی تکمیل میں، ہماری دانش گاہیں کتنی کامیاب اور ان کے مندرجہ ذیل افراد و فضلاء کتنے قابل مبارکباد ہیں، اور آئندہ ان مقاصد کے حصول اور تکمیل کے لئے ہم کیا عزائم رکھتے ہیں اور آہم نئے کیا انتظامات ہم چاہتے ہیں۔

آخر میں پھر آپ کی عزت افزائی، اعتراف اور جذبہ محبت و احترام کا شکریہ ادا کرتے ہوں، جس کا آپ نے اپنے اس اقدام کی شکل میں اظہار فرمایا ہے۔

وہما علیہما الاصلاح الحسن

علوم دینیہ کے طلبہ و فضلاء کی کامیابی کی تین لازوال شرطیں

یہ تقریر ۱۰ جولائی ۱۹۷۱ء کو جامعہ معارف اسلامیہ دارالعلوم دیوبند میں ملازمین و طالبان علم کے اجتماع پر
دارالعلوم اور طلبہ کے سامنے کی گئی۔ حضرت مولانا محمد رفیع صاحب (بانی دارالعلوم دیوبند) نے فرزند گرامی
مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کو اس موقع پر خطاب کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب اور پاکستان کے علمائے کبار کی یاد

حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دارالعلوم دیوبند کے بانی و سربراہ

میں اس دور کے جن علمائے کباروں کی تعلیم اور تبحر کا عقیدہ و قائل ہوں ان میں اس
دارالعلوم کے بانی و سربراہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کا نام خاص مقام ہے۔ ہمیں بھرپور
قدردانی کرنی چاہیے۔ ان کی نظر و قوت تہذیب میں یہ سب چیزیں بھی قابل قدر و قابل امتداد
و تالیف و تالیفات ہیں۔ انھیں ایک دور کی چیز ہے جس کی بنا پر کسی فتیہ و مفتی کو فقیر
انسان نہ کہتے ہیں۔ یہ تہذیب و علم کے گہرائی میں عظمت مفتی صاحب کو حاصل تھا، اور یہی
اس تہذیب کی مراد و حقیقت ہے۔ بزرگ تھے یہ پوری بدقسمتی ہے۔ مجھے یہ اور راستہ ہے
وہی جو پاکستان کا واقعہ کشیدہ ہے۔ وہ نہ بھینچتا تو حضرت مفتی صاحب وہاں
رہیں دیتے تھے۔ انھوں نے پاکستان میں نہ صرف اسلام کے اسباق میں شریعت دینا تھا اس نے مجھے

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

(۱۰ جولائی ۱۹۷۱ء کو جامعہ معارف اسلامیہ دارالعلوم دیوبند میں)

ان سے تلمذ کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے بائیس برس کے بعد اس سرزمین پر قدم رکھا ہے۔ ۱۹۵۷ء میں ایک ہر دلی غارت آتے آئے دو تین دن کے لئے کراچی ٹھہرا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آج اس نے ان کی اس بہترین یادگار دارالعلوم میں پہنچایا۔

اس وقت پاکستان کو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا ظفر احمد عثمینی، سادب، مولانا محمد یوسف بنوری صاحب جیسے دمسخ فی العلم والعباس علماء کی ضرورت تھی۔ واقعہ تو یہ ہے کہ حالات و مسائل ویسے ہیں کہ اس وقت اس ملک اور اس مہمہ کو تحہ الاسلام خزانہ، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ہر حکیم الاسلام شاہ ولی اللہ کی ضرورت تھی، لیکن اگر اس پایہ کے علماء اور دینی رجحانات ہوتے تو کمر سے کم ان حضرات کے پایہ کے علماء تو ہوتے جن کا میں نے ذکر کیا مگر افسوس کہ اس وقت وہ بھی ہمارے موجود نہیں ہیں۔

انقلاب زمانہ کا شکوہ

عزیزِ خطاب! چونکہ میں اس وقت دارالعلوم میں خطاب کر رہا ہوں اس لئے جو کچھ کہوں گا وہ علم کے متعلق کہوں گا اور طلبہ و اساتذہ کے مستقبل، ان کے فرائض، اوصاف و احوال، وقت کی نزاکت اور زمانہ کے متعلق عرض کروں گا۔

آپ کے کان میں بار بار یہ بات پڑی ہوگی کہ زمانہ بدل گیا ہے، دنیا بدل گئی ہے، زمین آسمان بدل گئے ہیں، سوچنے کے طور طریقے بدل گئے ہیں، اس زمانہ میں علوم دینیہ کی تحصیل میں عمر صرف کرنا، ان میں کمال پینا کرنا، ان کے دقائق اور جزئیات میں جانا، ایک بے وقت کی بیعتی اور "کوہِ کندن و کاہِ برآوردن" نہیں تو کیا ہے؟

صرف نئے زمانہ نہیں بلکہ ہر زمانہ میں زمانہ کی تبدیلی کا شکوہ کیا گیا ہے۔ آپ کسی زمانہ کے ادب و شاعری یا تاریخ کا مطالعہ کریں، آپ کو ہر جگہ نظر آئے گا کہ یہی رد و تارویا "یہ ہے کہ زمانہ بوجہ خراب ہے، علم کی قدر نہیں، اہل کمال کی قدر نہیں، بے کمالی اور بے کمالوں کا دور درود رہے۔ عربی شاعری اور ادب کو دیکھیں تو ابوالفضل، مضر بن یونس،

نہیں تھے۔

تطاولت الارض السماء مفاهة
 وفاجرت انشهب الحصو الجنادل
 وقال: كُشِبها لغشمس انت ضئيلة
 وقال: انطجى للمصم ثونك حائل
 اذا سمع الطقاتى بالبخل ماذور
 وخير قُسا بالقهامة باقل
 آخر میں لکھا ہے۔

فيا موت وزا ان الحيا في ذميمة
 وباسف جلدی ان دشرکب هازل

یعنی اے موت تیرا جانا ہی اچھا ہے اس لئے کہ زندگی کا کوئی حزن نہیں رہا اور اس
 شمس تو غیبتِ مجید کی اور ظلمت کے راستہ پر چل رہی تھی۔ تیرا زمانہ اس نئی اور مذاق کر رہا ہے۔
 دوسری طرف کا شاعر شیرازی اس طرح شکوہ کرتا ہے۔

ایں چہ شوریت کہ درد و بر قمری بزم
 ہر اتفاق ہے از قسۃ شرمی نیم

”مے خور اور اہل زمانہ کی سعد پروری بنانے کی قیاسی تصویر اس طرح کھینچتے ہیں۔

اسپ تازی شمع مجرمت بزم پلاں
 خلق ندریں ہم در دہان خوبی نیم

درد کی طرف آئے گا تو آپ کہ آبِ حیات اور دوسرے تذکروں میں شہر آشوب
 نہیں گئے، جن میں شہر مے اپنے زمانہ اور اپنے ملک کی خستہ حالت اور انتہائی روزگار
 پر آنسو بہاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں استاد ذوق کا ایک ہی شعر کافی ہے۔

پھر تے ہیں، بل فانی آشفہ حلی افسوس ہے

اے کمال افسوس ہے تجھ پر کمال افسوس ہے

یہ چند اشعار ہیں جو مجھے اس وقت پر دست پاوائے درضایے اشعار اور زمانہ کے شکوہ شکایت سے دیوان کے درجہ والے بھرے ہوئے نظر آئیں گے۔ جو کتاب دیکھنے کا زمانہ کا مرقم ہوگا اور شکوہ کا دفتر، اپنی جس حال کس کے سامنے پیش کی جائے جو ہر ایک میں، اہل نظر کہاں ہیں؟ یہ بے کمالی اور بے ہنری کا دور ہے، کس کے لئے، کس کی محنت کرے، کس کے لئے اپنا اپنی کس کے لئے اپنا خون جگر بہائے؟ اور آپ ان باتوں پر اعتبار کریں گے تو آپ کا نہ رہا، میں تو گئے کا نہ پڑنے میں، نہ محنت کرنے میں۔

سین الہیہ ناقابل تبدیل ہیں

میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ زمانہ کا انقلاب ایک حقیقت ہے، اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، سو برس پہلے کا زمانہ دیکھئے یا فیروز برکت کا زمانہ تھی، خواہش تو خواہش اس وقت کے عوام بھی اس زمانہ کے خواہش سے بہتر تھے، کیا قوت ایمانی تھی، کیا دینی حمیت و غیرت تھی، دین کا حلقہ قرآن کا لفظ، امر و نہی و عورتوں میں لگایا تھا۔ اس وقت غفلت و ہلاکت کا دور، مرد و عورتوں کے بھگات و دواقی بہت کمزور پڑ گئے ہیں لیکن میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ان تمام انقلابات کے باوجود جو پہلے ہو چکے اور ان تمام انقلابات کے باوجود جو اب دور ہے ہیں اور ہوں گے، اور جن زمانہ کے سو کوئی نہیں جانتا، اللہ تعالیٰ کی سنن ناقابل تبدیل ہیں، وہ زمانہ پر ان انقلابات کا کوئی اثر نہیں، جہاں اس حقیقت کا قرآن مجید میں اعلان فرمایا ہے وہاں اس قرآن مجید نے عام مصلوب کے خلاف، مرد و عورتوں کے لئے دیر لایا گیا ہے اور کافر فرمایا ہے تو اس فوجد لسنۃ اللہ تبدیلہ، و من فجد لسنۃ اللہ تھویدا، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدیمت کا دور، عظیم کمال کی بنا پر اس کائنات اور اہل انسانی کے متعلق جو آئین و قوانین بنائے ہیں اور جو اصول طے

کر دیے ہیں ان میں قیامت تک کوئی تبدیلی نہیں ہوگی، اب یہ قرآن مجید کے استقراء اور حدیث و سنت کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ قوانین کیا ہیں؟ ان قوانین کی فہرست بہت طویل ہے اور مجھ جیسے طالب علم کے بس میں نہیں ہے کہ وہ پوری فہرست مرتب کر سکے، نہ وقت میں اس کی گنجائش ہے، لیکن میں اپنے علم ناقص کی بنا پر ہن سن کو یہ میں سے تین سنتوں کا ذکر کروں گا جن کا ہماری زندگی اور ہمارے عبادت و مقاصد سے خاص تعلق ہے۔

نافعیت کا احترام و اعتراف

ان میں سے ایک سنت اللہ لوگوں کا نافعیت و افادیت کے سامنے جھکنا، اس کی قدر کرنا اور اس کو تسلیم کرنا ہے، نافعیت اور اس کے عمل و مرکز کے ساتھ محبت کا ہونا، نفع کو تلاش کرنا، اس کی طرف رجوع کرنا اور وہ مل جائے تو اس کی قدر کرنا انسانی فطرت میں داخل ہے، نافعیت کی بقا اور اس کی زندگی اور سرسبزی کی اللہ تعالیٰ نے ضمانت لی ہے اور جو اس سے خالی ہے اس کے لئے یہ ضمانت نہیں، سورۃ مدہ میں صاف فرمایا گیا:

فاما الزبد فذهب جفاء و اما ما ينفع الناس فمكث

فی الارض کذا الذک یصوب اللہ الامثال۔

”سو جھٹ تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے اور (پانی) جو لوگوں کو

نافعہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھہر رہتا ہے اسی طرح خدا (صحیح

اور قاطعی) مثالیں بیان فرماتا ہے۔ (تا کہ تم سمجھو)۔“

”بقائے اسلم“ نہیں بلکہ قرآنی زبان و اصطلاح میں ”بقائے نفع“ کا یہ قانون ہزاروں

ہاتھوں پر سے چل رہا ہے اور ہزار تہذیبوں کے باوجود چلتا رہے گا، نافعیت کے لئے پیٹنا، پھلنا پھولنا اور ذہنی قیمت اور اہمیت تسلیم کر لینا مقدر ہو چکا ہے، نفع بن جانا ہزار

خاتونوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے، اس کے لئے پردہ بچیندہ اور دبستی کی ضرورت نہیں، نافع کے اندر محبوبیت کی صفت۔ جاس میں رنگ و مذہب و قوم و وطن کی بھی تفریق نہیں ”نافع“ اگر پہاڑ کی چوٹی پر بھی جا سکتے جائے گا تو دنیا اس کو تلاش کرنے کے لئے وہاں پہنچے گی، اور اس کو باتھوں ہاتھ سر پر بٹھا کر بلکا آنگھوں میں جگہ دے کر اسے مکی ایہ اللہ کی سنت ہے جو بیزاروں ماکوں برس سے چلی آ رہی ہے۔

نافع کی تلاش و طالب

میرے عزیز طلبہ! آپ اپنے اندر نافعیت پیدا کرنے کی کوشش کیجئے، آپ سے زندگی کی سب سے بڑی چیزیں ہیں روڑوں کو روشنی ملتی ہو، آپ کی مدد سے علمی مقصدے حل ہوتے ہوں، آپ کی صحبت میں بیٹھ کر ایمان میں طاقت پیدا ہوتی ہو، آپ کے پاس جا کر آدمی کچھ لے آتا ہو، اس کے بعد اگر آپ اپنے اور لوگوں کے درمیان دیواریں کھڑی کر دیجئے، پتے مکان کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائیے، لوگوں کو انگریزہ معلوم ہو گا کہ یہاں ایک ”نافع“ رہتا ہے، اس سے فلاں قسم کا فائدہ، ٹھہرایا جا سکتا ہے (روح کا فائدہ اور ایمان کا فائدہ تو بہت بڑی چیز ہے) تو کوئی دعوہ میں پھاند کر اور روڑہ توڑ کر آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔

اس موقع پر مجھے حضرت محمد بن قلوب صاحب مجددی بھوپالیؒ کی ایک حکایت یاد آئی، اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے بڑے محقق و آسمان و عالم فہم شفیقوں میں ایمان لانے کی بڑی حکمت عطا فرمائی تھی۔ ان سے ایک مرتبہ خواب صاحب کورواہی نے شکایت کی کہ ”معت میں نے بڑے شوق سے ایک سجدہ بوائے، اس پر بڑا درد یہ خرچ کیا، لیکن وہاں کوئی نذر پڑنے نہیں آتا، حضرت کے کھانے کا عجیب طریقہ تھا، بعض مرتبہ وہ وقتن میں جاتا، فرمانے لگے کہ ”نواب صاحب! اس کا دروازہ کھن دیکھئے اور بالکل تھک کر دیجئے۔“ نواب صاحب کو بڑی حیرت ہوئی کہ حضرت ان مذاہب قرار ہے ہیں، کہتے تھے کہ حضرت

میں نے تو مسجد میں سے بھاگتی ہے کہ لوگ قاتل نہیں اور گھر پر حملوں اور دہاڑا ہوا ہے آپ
 فرماتے ہیں کہ اس کا دور دورہ چون دہریا کا، خطرات سے فریاد کیا کہ ان کی یہ بات تو چھوٹی
 نہیں بولی اور وہ چون دہریہ دیکھتے اور اندر آئی آدمی کو مٹھا دیکھتے جس نے مٹھا کھا لیا، پچاس
 پچاس کے اوتار ہوں یا مگر دس پانچ پانچ کی لکے جوتے ہوں اور رام دھان کرنا ہے کہ
 کہہ کہہ میں کوئی تیرہ ہزار سے ہیں، آپ نے مسجد تو بڑا بڑا قتل گاہ بنائی جو شاہ آباد کا
 ہے وہ لوگوں کو مٹھا دیکھیں، اب مسجد میں لکے آئیں، کان کان سے کان کان سے مٹھا دے گا
 مٹھا دے گا پانچ روپیہ کے نوٹ سے لیا گیا ہیں خریدنی جانتی ہیں، اور اس سے کیا
 کیا کام لے چاہتے ہیں، ان کو یہ معلوم نہیں کہ گھر سے آیا گیا چیز میں خریدنی جانتی ہیں
 ان سے لیا گیا تو گھر کا مسئلہ کیا لگتے ہیں اب آپ ان سے پوچھنا کہ لگتے ہیں یا نہ
 کہہ کر یا سہری میں تھیں لگتا ہے کہ گھر اور گھر سے بھی نہ کہہ کر لگتے ہیں، آتش
 لگاتے سے بعد تو گھر اور پناہ لے کر بھی ضرورت نہیں، ذرا سی دیکھو، یہ بات بھلا
 پانے کی کہ اب نہ آپ نے خدا لگا لے کسی نے یہ پوچھا کہ کوئی نہ کہہ کر مسجد کے دروازے تو
 کھول دیئے ہیں، اب ایک آدمی جو رہا ہے کے نوٹ لئے بیٹھتا ہے وہ مٹھا کھا رہا ہے،
 مٹھا یہ دیکھا کہ لوگ، وہ نہ دتا کہ نہ کہہ کر میں دیکھوں، جاؤں گے اور کوئی نہ کہہ کر لکھتا ہے بھی
 وہ نہیں لکھتے نہیں، تاہم غیبت کی اصل چیز ہے، اس کی یہ لوگ پر داندہ اور تھوڑا کرتے ہیں۔
 یہ لوگ کوئی نہ کہہ کر نہیں لکھتے میں دیکھتا ہے ان کو یہ داندہ کرتا ہے کہ پانچ روپیہ
 پر نہ کہہ کر، ان پر انوں پر شیعہ کے دھاریاں کی، یہ ہے کہ وہیں پانی نہ دیکھتا ہوتا ہے، اس
 مورد میں انہوں نے پانچ روپیہ دے دیے ہیں، اب اس کا مسئلہ ہے خبری، بے خبری، سرگرم
 جتنی کی ہو رہی ہے۔

ناقصیت کی قوتِ تسخیر

آپ کو ایک حقیقت بتا دوں گا کہ شیعہ مفسر میں ایک چوٹی کے مفسر کا نام ہے

امید صاحب مرحوم جن کی خدمت میں سچ تحریر اور استدلال کا ہندو مسلمان کی انگریزوں یا
 ماننے تھے، انہوں نے مجھے لکھنے بتایا کہ بارہ شخص کے ایک غیر مسلم سرکاری دار و مدار ہار
 شخص نے تقریر کے بعد ایک دن ان سے لڑا کہا کہ زائر صاحب آپ پاکستان نہیں
 گئے؟ انہوں نے کہا کہ جن میں سے ہندوستان ہی میں رہنے کا فیصلہ کیا ہے، خدا کا کرنا
 ایسا ہوا کہ وہ تاجر کسی سخت مرض میں مبتلا ہوا۔ ہر طرح کے علاج کے علاج اس نے کئے، بڑے
 بڑے ڈاکٹروں کو بلایا مگر رخصت نہ ہو سکا۔ بارہ شخص نے ڈاکٹر صاحب کو قلعہ بنایا۔
 ڈاکٹر صاحب جب اس کو دیکھتے گئے اور مبالغہ شریعت کی تو کہا کہ لیجئے۔ اگر میں
 پاکستان چلا، ہاں تو آپ مجھے کہاں بلائے اور میں آپ کی خدمت نیسے کر سکتا۔ اللہ کا کرنا
 کہ انہیں کے علاج سے اس کو فائدہ ہوا اس کو اثر مند ہوا۔

میرے عزیز و اقارب آپ کی ہزار مشکوات کا تعلق یہ سمجھتے ہوں کہ آپ اپنے زمانہ سے
 اپنا فلاح اور فائدہ ہونا تسلیم کر لیتے آپ اس سے یہ اثر کرنا چاہتے کہ آپ کے پاس جو نعم ہے
 وہ دنیا کے پاس نہیں ہے، دنیا کا فائدہ نہیں ہے کہ جو سودا گس، دوکان پر ملا ہے، آبی اس کی
 خریداری کے لئے وہیں جا رہے، ایک صاحب کس بھی اس دوسرے صاحب کو اس کی
 غریبہ و بوجہ کرتا ہے جس کے پاس اپنے اس کا فائدہ دار اپنے مرض کی دوا پاتا ہے، امام
 احمد بن حنبل حدیث و فقہ میں اپنے زمانہ کے نام اور فائدہ میں مروج نکالتے تھے لیکن اپنے
 نقاب کو ختم اور روح کو تقویت پہنچانے کے لئے اپنے شہر کے ایک ایسے صاحب کو
 بزرگ کے عقد صحبت میں شریف سے جاتے تھے جن کو علم میں ان سے کوئی نسبت نہ
 تھی۔ ایک مرتبہ ان کے ایک صاحب کو فائدہ کے لئے ان سے کہا، اچھا، آپ کے وہاں
 جانے سے ہم کو کون سا مہرچہ ہو جاتا ہے کہ لوگ کیا نہیں کہہ رہا کہ بیٹا انسان جہاں
 اپنا فائدہ دیکھتا ہے وہاں جاتا ہے، مجھے وہاں اپنے دل کا فائدہ نظر آتا ہے۔

یہ وہی جی جو آج سے بی دنیا میں کسی طرح چل رہا ہے، اللہ کا فائدہ دینے والی علی

عامر حبیب یہ ہے جو استاد الجند، رائے الخلاء، صلوات اللہ علیہ، دو زبانیں علم و فضل اور دین کے ایک قصبہ باندھنے کے قیام سے بڑے حضرت سید عبد الرزاق بن موسیٰ قادری نے مرید تھے جو اودھ کی پوربی زبان بولتے تھے اور انھوں نے کچھ ایسے افی کرتیں پڑھی تھیں۔ ملاحظہ سے حضرت کے مکتوبات بھی تھے ہیں اور بڑی محبت و عقیدت سے ان کا نام لیتے ہیں، اس لئے کہ ان کو اپنے مائے علم و فضل کے بارود اپنے اندر ایک خلا سمجھیں جو تا قیام ہو یا پھر نہ ہو تا تھا، اور سب کے استاد تھے لیکن ان کو ایسا ہی کی تلاش تھی جہاں یہ کریم معلوم ہو کہ میں کچھ نہیں دوں اور انہی سب سے اور پڑھنے کی ضرورت بھی حضرت مولانا محمد علی باہرلوکی اور حضرت مولانا شاد دہلوی شہید جن میں سے اولیٰ الذکر کو عید عبد العزیز صاحب شیشہ السلام اور غازی اندر کو بیٹا، سلام کے لقب سے یاد کرتے ہیں، حضرت سید عبد شہید کے دستِ کرم اور ان کے ارشاد سے ایسا تھا جس کی تعلیم کی تکمیل بھی نہیں ہوئی تھی۔ مولانا نے بزرگوں نے بیان کیا ہے کہ سب سید صاحب یہاں تشریف لائے تو دونوں بزرگوں کا مابین یہ تھا کہ سید صاحب آدم فرماتے ہوتے تھے اور دونوں حضرات چارپائی کے دائیں بائیں بیٹھے ہوتے، سید صاحب بیدار ہوتے اور کچھ فرماتے تو یہ حضرات دیر تک اس کا مذاکرہ کرتے اور اظہار لیتے۔

۱- استغناء و بے غریبی کی طاقت و تاثیر

میری قسمت استغناء اور بے غریبی ہے، اللہ تعالیٰ کی یہ بھی عطا ہے کہ جو مانگے وہ اس سے ملے اور جو نہ مانے چھوڑ دے اس سے بھائیوں اور بہنوں کی بھی بے غریبی اور دامنِ سعادت نے اس نے قدموں میں یاریں اور خوشامد لاریں کہ وہ کچھ قبول نہ کرے۔ استغناء میں ازل سے مجبوریت و مقبوریت ہے اور صاحبِ طریقت، کو یہ مستغنی سے استغناء کا معاملہ ہے، اور غائب سے استغناء کا یہ بھی ایک ایسی حالت خداوندی ہے جس میں زمانہ کی تہہ ملی سکے، جو کوئی تبدیلی نہیں، چوتھی صدی کے حالات سے آپ پڑھیں تو یہی فکر

آئے گئے مآخوڑیں صدی کے پڑھیں گے تو اسی طرح کے واقعات ملیں گے اور چودھویں صدی میں بھی یہی ہو رہا ہے۔ میں اس کے زیادہ واقعات نہیں بیان کرتا اور قلمبند سے مل جانا نہیں چاہتا کہ بزرگانِ دین کے تذکرے اور تصوف کی تاریخ اس سے بھری پڑی ہے اور آپ کو خود بھی اس کے تجربے ہوتے ہوں گے نہیں تو اپنے اسہ تہا اور بزرگوں سے ان کے ساتھ وہ بزرگوں کے واقعات سنیں گے۔

کسبِ کمال کن کہ عزیزِ جہاں شوی

تیسری اور آخری خصوصیت کمال، امتیاز اور کسی چیز میں مہارت تو ہے، علومِ عالیہ تو بڑی چیز ہیں، علومِ آئیہ میں بھی انگریزی فن میں کمال پیدا ہو جائے اور اس سے بھی نیچے اثر کر انگریزی کو ڈھالی، ورنہ اس میں کمال حاصل ہو تو چھ اجنبی اہل علم جو چھپ چھپاتے ہیں، بڑے بڑے مصنفین بڑے بڑے ناشر کاتبوں کی ناز پر ورنہ کرتے ہیں، ان سے نخرے سجتے ہیں، ان کی خوشامد کرتے ہیں کہ وہ وقت پر لکھ دیں کم سے کم کتاب کا نام ہی لکھ دیا جس کا بلاک بنایا جائے۔

تب اگر کسی صاحبِ کمال کو یا علم کے کسی ماہرِ خدمت کو دیکھتے ہیں یا اس کے متعلق سنتے ہیں کہ وہ بہت بیکاری کی زندگی گزار رہے ہیں تو آپ یہ سمجھ لیں کہ اس صاحبِ کمال نے کچھ کوئی ایسی کھراچی یا مزاحیہ خرابی بھی ہوئی ہے جس نے اس کے سر پر تھامت پڑی ہو وہ اس کا ہے مثلاً غم بہت ہے، مزاج میں تھون ہے، کاہلی ہے، بخت نہیں ہوتی، پڑھانے میں جی نہیں لگتا، بے ضابطگی کی عادت پڑ گئی ہے، کسی کی کوئی بات براہِ اشت نہیں ہوتی، اس سے آگے بڑھ کر کچھ مطلق ہے، سنگ ہے، کسی جملہ غم نہیں پڑتے، غمِ ران بن ہو جاتی ہے، ایسی کوئی نہ کوئی بات آپ ضرور پائیں گے جس کی وجہ سے ان کے کمال اور علم سے فائدہ نہیں اٹھ رہا اور گوشہ نشینی یا کسی سی سی میں دن گزار رہے

یہاں۔

یہ دو تین لاکھ والی شرطیں اور تعینات ہیں جن کے ساتھ سنت اللہ یہ ہے کہ زمانہ کتابی بدل جائے اور اہل زمانہ کہنے لگیں گے کہ چاہیں ان کے اندر تسخیر کا مادہ اور عجیبہ کی حسرت ہے اور آفتِ زمانہ کے فساد اور اس اور خلیہ علوم و فنیہ کو انھیں شہرِ عالم کو چھو کر لے کر اور انھیں سناتے سے متصف ہونے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ آہہ کامیابی وعدہ گزار ہے۔

عنازت چاہتا ہوں۔

وما علیہ الا اقبال العین

والسلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

جو علم خدا کے نام کے بغیر ہو وہ انسانیت کی تباہی کا سبب بنے گا

حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب دہلوی نے مدرسہ ہدایت العلوم صحیفہ باغ کی نئی عمارت کے
افتتاح کے موقع پر یہ تقریر فرمائی۔

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد
المرسلين وخاتم النبيين محمد وآله وصحبه
اجمعين . اعوذ بالله من الشيطان الرجيم . اقراء باسم
ربك الذي خلق ۝ خلق الانسان من علق ۝ اقرأ
وربك الاكرم ۝ الذي علم بالقلم ۝ علم الانسان
ما لم يعلم ۝

آپ ﷺ کو پہلا پیغام الہی

بزرگوار دوستو اور بھائیو۔ انجی ہم نے آپ کے سامنے جو آیتیں پڑھی ہیں وہ سورہ
اقراء کی آیتیں ہیں۔ غرض سے دستور چلا آ رہا ہے کہ جب تسمیہ خوانی پڑھ کر ہوتی ہے تو اسی
آیت کو پڑھ لیا جاتا ہے، ابھی تھوڑی دیر پہلے اس مدرسہ کی عمارت کے افتتاح میں ایک
بچی کو مندرجہ بالا آیت پڑھا کر آ رہا ہوں۔ میں آپ کے سامنے اس سلسلہ میں کچھ حقیقتوں
کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

حضرات! یہ بات بڑے سوچنے اور غور کرنے کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو اللہ

تبارک تعالیٰ کے شہرے اور عہدہ سے نبوت کا منصب جب ملے والا تھا، اس وقت حالات کے تقاضے، مکہ مکرمہ، جزیرۃ العرب، اور ساری دنیا کے حالات کو دیکھ کر جو آپؐ کے اندر یہ ہوشیاری اور پھر اس سوچ بے پیمانی اور فہم کے آپ کو غار حرا، میں مکی کی دن عبادت کرنے پر مجبور کر دیا اور جب اللہ تعالیٰ کے فیصلہ اور حکم سے مدینہ میں بیت السلام کے پانچ سو سال بعد جو مکی سے تین سال کا مسکن سے جہی کے ذریعہ پر ہوا تعلق نہ تم ہو رہا ہے اس وقت اس مقام دنیا کے اچھوت ترین، نفس وروں، فکروں، معصوں، تھکلیوں اور جھٹلیوں ترین انسانوں سے کہا جاتا ہے کہ آپؐ کو رات کر کے بتائے کہ پانچ سو سال بعد پہلی مرتبہ دنیا نے، اہل بیانیہ موقع پر اس دنیا کو کیا پیغام ملے والا ہے، اس کو کس بات کی تعلیم دی جائے وہاں ہے، آپؐ کے سامنے ساری دنیا کے حالات ہیں، پوری نوع انسانی کی بنیادی، اس کا جہانت، ناخوشی، خالق کائنات سے ناواقفیت، کروڑوں معبودوں کی پرستش ہو رہی ہے، تمام لوگوں پر کوہ شرب کا شامیانہ سائتا ہوا ہے، یہ وقت، ایسے ملک میں ہزل ہو رہی ہے جو ناخوش و بے امن پر یہ ہی ہزل ہو رہی ہے وہ خود بھی ناخواندہ ہی ہے اس کی پوری قوم ان بڑھ ہے یہودیوں نے بھی ان کو انھن کے عقب سے پکارتا ہے اور کہا ہے تیس عساکری الامیہ سسل اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ بھیجے گا وہی کے عقب سے نوازے جاتے ہیں۔ آپؐ نے بہت بڑا اعزاز ہے۔ ایسے موقع پر زمین ترین انسان بھی یہ پیش کوئی نہیں کرتے تھے کہ یہی وہی میں اقراء، علم ہر قلم کا تاجور ہو گا، اس نے کہ پ۔۔۔ مہرہ میں ہوشیاری سے تلاش بسیار کے بعد بھی شاید وہ پانچ قلم لے سکتے تھے۔ حضور اکرمؐ کاٹھ پر جب بھی مکی ملاں بولی اور آپؐ گھر بہت اور پریشانی کے عالم میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پاس تشریف لائے تو وہ آپؐ کو اپنے عزیز و رفق بن توکل کے پاس لے گئیں۔ مکی کے متعلق اس وقت کہہ جاتا تھا کہ وہ لکھتے پڑھتے تھے گویا یہ بڑا کارنامہ تھا کہ وہ پڑھتے لکھتے تھے۔ ایسے ناخواندہ و ناخواندہ میں ایک ایسی پرچی کا جو یہاں اللہ

نازل ہوتا ہے وہ اقراء کا غلط ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اب جو دورہ آنے والا ہے وہ پڑھنے لکھنے کا دورہ آنے والا ہے۔ علم اور قلم کا عہد شروع ہونے والا ہے لیکن صرف پڑھنا کافی نہیں۔ بعض اوقات صرف پڑھنے نے زہر کا کام کر لیا ہے، اس پڑھنے نے فکری غارتگری اور وحشت و بربریت سکھائی ہے، جنٹلوں کا طریقہ سکھایا ہے، جراردوں، لاکھوں انسانوں کو انہم ہم اور زہر ملی نہیں کے ذریعہ مارنے اور انسانی آباؤں کو جس جیس کرنے کا طریقہ سکھایا ہے۔ علمی تباہی و بربادی سے بہت سے کام لے گئے اب بھی سائنس و بریکنگ ٹیکنالوجی سے انسانوں کو تباہ و برباد کرنے کا کام لیا جا رہا ہے۔ اس سے خالی علم معتبر نہیں۔ یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے۔ اس نے سید الفہم اقراء کہا، آپ پڑھیے۔ اب پڑھنے کی ضرورت ہے، علم کو دنیا میں پھیلانا چاہئے، علم کو علم و حید بخیر بانی و جم و خالق، علم خود شناسی و خدا شناسی جس علم میں یہ نہ ہوں وہ علم معتبر نہیں۔ آج دنیا میں جو تباہی و بربادی آ رہی ہے، یہ انسان نشینی نہیں تو مومنوں کی قومیں اور مومنوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے جو اسلحہ ہم ایجاد ہوئے ہیں جرائم کے لئے جو ایجوکیشن ہو رہی ہیں وہ سب اس علم کا رستہ ہے جو خدا کے نام کے بغیر ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اقراء، کے ساتھ یہ شرط لگاتا ہے کہ اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھیے گا جب اس ہم کا فائدہ ہوگا۔

ہمارا خالق ہم سے کیا چاہتا ہے

میں تاریخ کے ایک عالم علم کی حیثیت سے آپ سے کہتا ہوں کہ اگر ایہ میں انصاف کے ساتھ تاریخ لکھی جائے اور یہ تحقیق کی جائے کہ علم نے کب دینے والا بدلہ دیا۔ کب تعمیر کے بجائے تخریب کا ذریعہ بنا تو ایک مستند آدمی یہ ثابت کر کہ جب علم کا رشتہ خالق اور مالک و رب کا ثبات سے ختم ہو گیا جب ہی سے یہ تباہی و بربادی جو علم اللہ تعالیٰ کے نام سے اٹک ہو کر چلا وہ قائم رہے نہیں رہا۔ اس علم سے خدا کی پناہ تھی چاہئے تو پہلی بات تو یہ معلوم ہونی کہ ہمارا خالق کون ہے، ہمارا مالک اور پالنے والا کون

ہے۔ بڑے بڑے، اشرافیہ، معصوم اور غمگینوں کو حسبِ یہ نہیں مصلحتاً ان کا پیدا کرنے والا انہیں ہے، یعنی اور بدی میں یا فرق ہے، اور اقلیت ہر قسم سے یا چاہتا ہے، انہیں ہمارے ساتھ دینا ہے۔ انہیں اسے رامت پر لگا کر چھوڑنا ہے، انہیں اس کا نہتہ عام انسانوں اور مسلمانوں کے ساتھ ساتھ متعلقہ اقوام کی امت کے متعلقہ انسانوں کو مل کر دیکھنا ہے۔ اب ان دنیاوی حقائق کا صحیح علم ہے، تو ہم ان کو نہیں یہ خاصیت ہے کہ جو ایک ملک میں گذرے انسانوں کو تیرہ روز گزارنا ہے لیکن یہ یہ معلوم ہو کہ ہمارا پیار کرنے والا انہوں سے ہماری سزا نہیں دے گا۔ اب اس کے لئے ہمیں کچھ اور کام وغیرہ ہے تو ان علم کا کوئی نہ نہیں۔

قرآن مجید کو لے کر پڑھیں اپنے اس رب کے نام سے جس نے انسان کو پیدا کیا، انسان نے ایک آیت ہے۔ اس انسان کو اللہ تعالیٰ نے کون کے ایک تھوڑے سے پیدا کیا۔ انسان کس طرح اپنی حقیقت کو فراموش کر کے غرور و تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے اور کچھ کون دین کی افویہ تشدد کا باز کر لے کر دین ہے۔ حق انسان اپنی حقیقت کو بھولتا جا رہا ہے۔ آئی ہے یہ ہم نے اس حقیقت کو بھولتا جا رہا ہے۔ ہمارا ہندوستان بھی اب اس حقیقت کو بھولتا جا رہا ہے۔ اس کے لئے اس نے جانتے کے ذریعے بھولنے کے لئے اب بھی ہیں۔ پھر یہ اب اس آیت کو لے کر یہ بات نہیں کہی

”فَرَأَوْهُكَ لَا تَكْفُرُ الَّذِي عَنَّمْ بِالْقَلَمِ“

حضرات! آپ دیکھتے کہ اس امت نے تھوڑی سی مدت میں کتنے بڑے بڑے کتب خانے قائم کر دیے۔ یہ وہ بڑے بڑے بادشاہوں کے پاس انہوں نے آقا، میں بھی کتابیں نہیں تھیں، لیکن اسے مسلمانوں میں کتب خانوں کو راقی دیا تو یہ کتب خانوں نے ہزاروں اور کھول کر دیں تھے، مگر کچھ چینی چینی ہیں۔ یہ اب تک اور ہماری بددلتی دوا کی گئی ہے یہ دیا کہ اب علم اور قسم کا بددلتی دوا ہے۔

ہے اور اس امت کا رشتہ قہم کے ساتھ قائم رہے گا، ہزاروں انقلابات آئیں گے لیکن مسلمانوں کا رشتہ قہم سے بھی نہیں ٹوٹ سکتا۔

ہندوستان ہی کو تھیں بچے مسلمانوں میں کتنے بڑے بڑے مصلحان و مصلحین پیدا ہوئے، حضرت مجدد الف ثانی، شیخ شرف الدین بکھی منیری، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، پھر اردو ادب و شاعری کی تاریخ میں علامہ اقبال جیسے شاعر فلسفی و مصلح، نو کچھ کہیں گے کہ ان کی ان کے کام پر مردِ عجم رہی ہے۔

حضرات! آج پوری خوشنصیبی کی جا رہی ہے کہ مسلمانوں کا مخصوص طرزِ فہم ہو جائے، علم سے ان کا رشتہ ٹوٹ جائے، اردو سے ان واقف رہیں، اپنے مخصوص عقیدے اور اسلامی تہذیب سے ان کا دل ٹھٹھم ہو جائے اس کی پوری تیاری کر لی گئی ہے کہ مسلمان فکری و اعتقادی اور تہذیبی ارتداد میں مبتلا ہو جائیں۔ ان کا پورا منصوبہ تیار ہے، ایسے سنگین حالات میں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ مسلمان جلد جگہ کا تب و ہوا اس قائم ترین محکموں اور مساجد میں سابق و شبانہ کا تب قائم کیے جائیں۔ یہ امت محمدی ہے، علم و فکر سے اس کا رشتہ جوڑ دیا گیا ہے، بغیر عجم کے مسلمان مسلمان نہیں ہو سکتا، قرآن و حدیثِ علم کے ذریعہ ہمیں جو حقائق بتائے گئے ہیں۔ ان کے جانے بغیر یہ دین نہیں رہ سکتا، بعض مذہب اور ان کے پیشوا چاہتے ہیں کہ عجم پھیلنے نہ پائے کہ علم میں ان کو اپنی موت نظر آتی ہے اس کی مثال میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں اس واقعہ سے دیکھتا ہوں جس میں کہا گیا ہے کہ ایک بار چھروں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں مقدمہ دائر کیا کہ ہوا کی بہرہ سے ہم کو پریشانی ہوئی ہے اور ہم نہیں ٹھہر سکتے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے غم نہ کیا کہ ہوا کو حاضر کیا جائے۔ جب ہوا دربار میں حاضر کی گئی تو چھرا اڑ گئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ: جب تک مدھی نہ ہو اس وقت تک فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ یہی حال عجم کا ہے کہ جب تک عجم صحیح نہ ہو گا اس وقت تک یہ

ایسا باقی نہیں رہتا کہ

ہمارا اور آپ کا بنیادی کام

حضرات! آپ ہمارا اور آپ کا بنیادی کام یہ ہے کہ ہم دین کو چیلنے کے لئے نہ صرف
مسلمانوں کو سمجھانے کے لئے آئندہ دعوے لائیں اور عقیدے اور عقائد پر
اسلامی تشکیلات کی شناخت و مباحثہ کیجئے۔ جو کہ پچھلے مائیکروپ اور مائیکرو
کامز کے نچوالے نوٹ و ایجنڈے کے فرق میں وائس وائس پر مبنی شناخت ان کے
دماغ میں پیدا کریں۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم دین کے بنیادی عقائد و
تواضع میں لیں۔ ان تمام اہل تشکیلات کو اپنے دین پر قائم و دائم رکھیں۔ صلی اللہ تعالیٰ
علیٰ خیر خلقہ محمد و علیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

انسانیت کے زوال کا سبب علم سے اللہ کے نام کا جدا ہونا

حضرت مولانا محمد امجد علی نے "الاعلویات" آف انٹرنیشنل جس کی بنیاد حضرت مولانا محمد امجد علی کے ہاتھوں ۱۹۹۲ء میں رکھی گئی تھی اس کی نئی بلڈنگ میں کیپیٹر کا افتتاح کرتے ہوئے یہ تقریر فرمائی اس تقریب افتتاح کے موقع پر سہتم صاحب دارالعلوم ندوۃ العلماء، مولانا سید محمد رفیع الحسنی صاحب ندوی مولانا سید الرحمن الاعلیٰ صاحب صدر شعبہ عربی، کرل حسن منشی، ڈاکٹر مسعود صاحب عثمانی، ڈاکٹر نعیم منصاری کے علاوہ دیگر معززین شہر موجود تھے موضوع کی مناسبت سے تقریر بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد
الانبياء والمرسلين ، وعلى آله واصحابه اجمعين ،
ومن تبعهم باحسان ودعوى بدعوتهم الى يوم الدين .

حضرات! میرے لئے یہ فضیلت اور مسرت بخش انکشاف ہوا کہ میں اس موقع پر آج یہاں حاضر ہوا۔ مجھے بتایا گیا کہ اس گنہگار کے ہاتھوں سے جس عمارت کی بنیاد رکھی گئی تھی مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اسی کے بعد یہ بنیاد اتنی بلند ہوگی اور اسی وسیع ہوگی جو اس وقت ہمارے اور آپ کے سامنے ہے، اس وقت میں اپنے عزیز رفقاء اور ساتھیوں کو مبارکباد دیتا ہوں۔

بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ میں میں جو روح کام کر رہی ہے وہ حقیقت پسندی، تعمیری

وہ بن ابی ملیح تنہا حضوں کو پھر آخر نے کا چنہ ہے، علوم کے پیدا ہونے اور پھیلنے اور ترقی اور
پھیلنے پھولنے کے باوجود اس وقت ساری دنیا خطرہ سے دو چار ہے اور وہ خطرہ ایسا ہے کہ
جس طرح سے گوار لنگ رہی ہو کسی کے سر پر عالم انسانی پر آج ساری مائی تر قیات اور
جدید ترین انکشافات کے باوجود پوری انسانیت جو خطرہ میں ہے اس کا راز یہ ہے کہ خدا
نے علم کو اسم کے ساتھ جوڑا تھا، خدا کے آخری نبی خاتم النبیین سید المرسلین حضرت محمد
صلی اللہ علیہ وسلم پہلی آیت جو نازل ہوئی وہ اپنے اندر فکر، تدبیر، بصیرت، انش
ابانت اور عظیم ترین صلاحیت رکھتی ہے دنیا کے اخلاقی احساس کا، خدا نے علم کو اسم کے
ساتھ جوڑا تھا، اور خدا نے جو پہلی آیت نازل کی تھی وہ یہ ہے اقرا بسم ربک الذی
خلقک اس میں سمجھنے، سوچنے اور بصیرت کا بہت بڑا سامنا ہے، خدا نے انسانوں کو یہ سبوت
عطی کی اور یہ طریقہ عطا کیا کہ وہ اپنی زندگی کی فکر کریں، اپنے اہل و عیال کی فکر کریں، اپنے
ماحول کی فکر کریں اور یہ سب اس کی سر بوبیت کے سامنے ہیں: دو وہ رب العالمین ہے اس پر
یقین کرنا چاہئے، اور اس کا اثر ہم پر ہونا چاہئے، لوگوں کی آسائش کا لوگوں کے اس و ان
کے ساتھ رہنے کا زندگی سے لطف اٹھانے کا ان کو موقع دینا چاہئے۔ پہلی جو آیت نازل
ہوئی نبی امی بلا دمی اور نالہامی میں وہ حکام کے یہاں ڈھونڈھنے سے نہ ملے گی۔

اور نبی سے صاف صاف کہا گیا کہ کبھی آپ نے نہ پڑھا اور کبھی آپ نے نہ لکھا، اور
کہا گیا کہ پڑھو، اقرا اب جو امت پیدا ہوگی وہ قرات والی امت ہوگی اور اس کا رشتہ علم
کے دامن سے باندھ دیا جائے گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کی رہنمائی بھی کی جا رہی
ہے جس کو اکثر قوموں نے نظر انداز کیا اور ترقی یافتہ مغرب میں جب سے وہاں بیداری
شروع ہوئی، اقرا پڑھو لیکن صرف پڑھنا کام نہیں آئے گا، بلکہ وہ علم بہت تخریبی بن جائے
گا وہ تخریبی ذہن پیدا کرے گا، اور انسانوں میں خود پرستی پیدا کرے گا، دوست پرستی پیدا
کرے گا، اور شہوانیت کی طرف لے جائے گا۔ اقرا پڑھو لیکن خالی اقرا، پڑھنا کام نہیں

آئے گا، افسوس کہ اللہ تعالیٰ اپنے پروردگار کے نام کے ساتھ پڑھو دینا میں
 اب اگر ہر شخص مستطاف طریقہ پر حقیقت پسندانہ طریقہ پر رکھی جائے اور دیکھا جائے کہ دنیا
 میں انسانیت کا زوال سب سے شروع ہوا تو یہ عنوان قرار دینا مناسب سے علم اور کام کا
 رشتہ تو واجب علم و اسم سے آزاد ہوا اور انسان نے اسم کو بھلا دیا جو نے فراموش کر دیا
 ہوئے انکار کرتے ہوئے بلند قیادت کرتے ہوئے کہ اس کائنات کا کوئی خالق نہیں ہے
 اور اس کائنات کا کوئی خالق ہے بھی تو اس کا مالک نہیں اور جو اس کا خالق نہیں ہے وہ کریم
 ہے یا یہ منہ پر نہیں ہے کہ یہ تاج محل ہے، دنیا کا شاہ جہاں، نا آدرخصت ہو اور جو اتلہ می
 ڈھانچہ ہے اس کے جسم و کرم پر ہے وہ جو چاہے ملوک کرے وہ چھوٹے یا بڑے ملوک یہ دنیا تاج
 محل نہیں ہے قطب زمین نہیں ہے بلکہ یہ خدا کا بنایا ہوا کارخانہ ہے وہ تیار چلا رہا ہے اسی کا
 کام ہے، لا الہ الا اللہ الخلق والامور ختم دینا اور چلا دیا اس وقت ضرورت تھی کہ ہمارے اس
 طرح کے ادارے میں خلیفہ اور ان کے نکلنا لوجی کے ادارے، ایچیکشن کے ادارے،
 انجمنیں ملک کے ادارے اور اسم کے ساتھ وابستہ ہوں اور یہ کام وہی جماعت کر سکتی ہے
 جس کی بنیاد ہی اس صفت پر پڑی اس کی زندگی اس کی تاریخ ہی سے شروع ہوئی اور
 امت مسلمہ پیدا ہوئی۔ وہی آسمانی سے اور نبی امی کی رہبری سے اور اس کے پیغام سے اور
 اسی سے امت کی تاریخ شروع ہوئی ہے اور اس کے مذہب کی بنیاد اس پر رکھی گئی ہے کہ علم
 کو ہم سے برابر جوڑے رہیں، آئی و رہب و اسم یکہ میں جو سانچہ اور المیہ پیش آیا وہ انسانی
 المیہ ہے کہ اس وقت ان کے ہاتھ میں باگ ڈور ہے دنیا کی، وہ اس کی قیادت کر رہے
 ہیں، فکری قیادت کر رہے ہیں۔ انھوں نے علم کا رشتہ اسم سے توڑ دیا ہے، یہ وہ حقیقت
 ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے، ضرورت اس کی تھی کہ علم کو اسم کے ساتھ لے کر چلا
 جائے علم اسم کی رہنمائی میں اسم کے سایہ میں اسم کی سرپرستی میں آئے بڑھے اور اسم کی
 برکت بھی اس کے ساتھ ہو، تب جو کریم لوجی اور سائنس کی چھٹی شاخیں ہیں اور

ہستے تعمیر کی کام ہیں اور تعمیری ادارے۔ جس اور ہماری دانش گاہیں ہیں ہمارے تحقیق کرنے مرکز ہیں وہ سب اسی وقت مفید ہو سکتے ہیں کہ جب اسم کے سایہ میں ہوں اور وہ اسم کو نہ بھولیں، اور نہ جوئے میں مدعا کا شکر ہے کہ اس راستے میں مقامی طور پر یہ ایک قدم اٹھایا گیا ہے لیکن یہ بہت مبارک قدم ہے، میں اپنے عزیزوں و رفیقوں کو سہارا دیتے ہوں کہ انہوں نے یہ قدم اٹھایا اور الحمد للہ ترقی کے آثار انار سے سامنے ہیں میں آپ کے سامنے موقع سے قاعدہ اٹھا کر تنا عرض کروں گا کہ میں علامہ قبال کے شعر کا یہاں مصرعہ نہیں بلکہ دوسرا مصرعہ پڑھوں۔

نعمے ہے نعم اذول لا الہ الا اللہ

حضرات! مجھے غزتہ بخشی گئی کہ میں کمپیوٹر سیکشن کا افتتاح کروں۔ میں آپ کے سامنے اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ مجھے اس سے پہلے کمپیوٹر کا کوئی تجربہ نہیں تھا میں قلمی پڑھنے والا ہی ہوں۔ تباداں اور قلم سے تعلق ہے میں نے سب فنی دیکھی تو فوراً کچھ نقوش سامنے آئے اس وقت میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو درحقیقت اور خاص طور سے مسلمانوں کو کمپیوٹر بنایا تھا اس میں وہ سب چیزیں موجود تھیں لیکن اس کی ضرورت تھی کہ فنی دیکھی جائے اور وہ چیزیں ابھرتی گئیں اور وہ سامنے آج جائیں۔ وہ فنی پیغمبر کو پہچانے والوں کی انہی اپنے اپنے زمانے میں اور زمانہ کے تقاضے کی انہی بدقوم ملت کی ضرورت کی انہی ہے وہ بھی انہی ہے اور وہ ایسی انہی ہے جس نے قوم کو روک دیا، بنا اور قوموں کو منزل تک پہنچایا ہے وہ انہی دیکھی جائے اور نقوش بھر کر سامنے آجائیں۔ افسوس ہے آج انسان تو انسان خود مسلمان کمپیوٹر نہیں رہا، ان مسلمان میں اس کی سلامیت باقی نہیں رہی اور اس کے اندر اس کا شعور بھی باقی نہ رہا کہ ہم کس چیز پر مامور ہیں، ہمیں کیا چیز پالنی ہے ہم سے تمام سائنس کی چیز سرایت رہ گئی ہے، ہمارے اندر وہ تاریکی گئی ہے۔ جو ہمارے دماغ اور ہمارے ذہن کا ایک جزو بن گئی ہے، عقیدہ تو

عقیدہ تیار نہ ہو گا ایک جہت تک ہے، جب اس پر اشارہ کیا جائے، حسب اس کی تحریک پیدا ہو جائے اپنے اندر کے خزانے کو فوراً باہر لانا چاہئے۔ آج جو کام کمپیوٹر کر رہا ہے یہ کام مسلمانوں کو کرنا چاہئے، کہ جس وقت دسر لیں، وہ اور جس وقت نہ کی حکم سنایا جائے اور جس وقت ملت کی ضرورت کا اظہار کیا جائے اور جس کو ملت خود چکا رہے اور ہمیں جیسا کہ بعض عزیزوں، رفیقوں نے اس کا اظہار کیا اپنی تقریروں میں یا جس کی ملت خود ضرورت پیش کر رہی ہے اور فریاد کر رہی ہے سب غسوس ہے کہ وہ انگلی نہیں اٹھتی جو کمپیوٹر پر لگے، اور اگر وہ انگلی نہیں اٹھتی تو وہ کمپیوٹر کا منہ نہیں کر رہا ہے اور وہ چیز دہاں نہیں نکلتی ہے جس کی آج ضرورت ہے اور اس طرح کے ادارے جیسے کہ یہ ادارہ ہے اور یہ ادارہ جس شعور سے ساتھ اور اس عہد معاشرہ کے ساتھ اور عزم و ارادے کے ساتھ اور اس فیصلہ و اسان کے ساتھ یہ ادارے قائم ہوں کہ ہم صرف فن نہیں سمجھائیں گے۔ خدا شاکہ بھی سکھائیں گے اور جو ہم علم دین سے خدا کی معرفت اور اس کے وجود کے اقرار کے ساتھ اس کے حلقہ کائنات اور قادر مطلق ہونے اور اسی کو راضی کرنے کا سب سے ضروری کام سمجھنا اور اس کے پیغام کے احترام نہیں بلکہ اس پر عمل کرنے کی روشنی میں اس کو جو ذکر وہ علم دیں گے، آج دنیا میں اسی چیز کی کمی ہے۔ لیکن وہ ہے کہ آج امریکہ میں اور یورپ کے بعض دیگر ملکوں میں سارے مسائل ہونے کے باوجود مقصد حاصل نہیں ہو رہا ہے، انسانوں کی خدمت نہیں ہو رہی ہے اور وہ حفاظت کا سامان نہیں ہے بلکہ خطرہ پیدا ہو رہا ہے۔

میں نے دانشمندی میں ایک تقریر میں کہا تھا، میں پہلے سے تیار نہ تھا، وہاں برابر دورے ہو رہے تھے۔ یونورسٹیوں میں تو میں نے سوچا کہ قادی صاحب جب آئیں گے پڑھیں گے اس دن اسلامی سینٹر میں میری تقریر تھی، دانشمندی میں تو میں نے کہا کہ قادی صاحب کی ملاوت سے ضرورت حاصل کروں گا اور پیش کروں گا قادی صاحب

سے سورہ طہ کی آیت چوتھی اس میں ایک باغ واسے سے یکے ساتھی نے کہا

وَلَمْ يَلَّا اَدَّ وَخَلَّتْ حَنَّتْكَ خَلَّتْ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

اس نے کہہ کر یہ میرا برف ہے اور میرا برف ہے گا اور بڑے فخر سے یہ تھا اور بڑا غور کر
تھا تو اس کے دشمن صاحب ایمان دوست نے کہا کہ میرے بھائی کہہ تو یہ ہوتا کہ جب تم
اپنے باغ میں داخل ہوتے تو یہ کہتے۔ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ جو خدا ہی ہوتا ہے وہی
ہوتا ہے سب اللہ کا دیا ہوا ہے۔ میں نے کہا امریکہ میں مسیح یاہو ہے تمہیں ما شاء اللہ یاہ
واسے وار نہیں ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے آج امریکہ مسیح یاہو کرتا ہے۔ مسلمان بھی کرتا ہے
لیکن اس کا شہر و شہر نہیں اور ہوتا اور اس کا خواب نہیں مسلمان اور پھر وہ مسلمان نہیں تھا یہ ہوتا ہے
جس جو دنیا کے سن و سال کی شکل میں رفاہ عام کی شکل میں اور یکے دوسرے پر ملتا اور
عزت کرنے کی شکل میں ہونا چاہتے اس لئے کہ اس کے ساتھ تعلیم نہیں ہے اس میں
ایمان کی وہی دیکھ کر رکھتی نہیں ہے وہ ایمان کا اثر نہیں ہے۔

ہم نے کہا آج امریکہ میں سب نفوس موجود ہیں اور ہر ضرورت کی راحت کے سامان
اور وہیں انہیں نصیحت میں اور راحت میں عمل نہیں ہو رہی چاہتے۔ اس لئے کہ ما شاء
اللہ نہیں ہے ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ اور۔ قائم ہوں لیکن ما شاء اللہ۔ کہہ مائے میں وام
اللہ کے سایہ میں قائم ہوں۔ جسم وام مل کی پھیں۔ میں آج صاف کہتا ہوں امر یہ یہ مجھ وہ
نفس ہے اپنے دوستوں اور رفقاء کی یہ بات دنیا کے بہت بڑے وسیع ترین اور جند ترین
پلیٹ فارم پر سننے کی ہے کہ جب تک ظہور ام ساتھ نہیں ہوں گے اس کا پھر جو نہیں ہوگا
اس کا رشتہ ظہور ام کے سایہ میں نہیں ہوگا اس وقت دنیا تخریب کی طرف جائے گی اور
بلات فی طرف جائے گی اور خود کشی کرے گی اور وہ امن و امان رفاہ عام اور وہ بانہی
امم باقوم نیک کاموں میں دوسرے کے ساتھ دینا یہ بات حاصل نہیں ہوئی۔ خدا کا شکر
اور کرنا ہوں اور آپ کے سامنے اس بات کا اظہار کرتا ہوں کہ اللہ یہ وارہ ہی پیدا پر
قائم ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہی دنیا پر قائم رہے گا۔ یہ دینا کے مائے میں دینی مقاصد

کے سامنے میں اور انسانی بھرپور کی سہانے میں اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جو ذمہ داری اُٹائی ہے جس منصب سے انھیں سرفراز کیا ہے اس کے شعور و احساس کے ساتھ یہ ادارہ چلے گا اور ایسے اداروں کی آج ضرورت ہے میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ ایسے اداروں کا قیام جائے اور وہ ترقی کریں اور مسلمان صرف صنعتی ادارے ہی نہیں بلکہ جیسے کہ ہمارے فاضل دوستوں نے کہا کہ یہ دانش گاہوں اور یونیورسٹیوں سے لے کر پرائمری اسکولوں تک بلکہ ابتدائی سکاتھ تک اسم الہی ضرور موجود ہو اور اسم الہی کی روشنی اور اسم الہی کی رہنمائی ہو اسم الہی کا ادب ہو اسم الہی کا احترام ہی نہیں بلکہ اس کے سامنے میں اس کی رہنمائی حاصل کر کے کام ہو اس کے نہ ہونے سے تمام علوم ترقی کرنے اور پھیلنے کے باوجود دنیا کو وہ امن و سکون نہیں حاصل ہو رہا ہے اور ان علوم سے وہ منافع نہیں حاصل ہو رہا ہے جو ہونے چاہئے تھے۔ اس لئے کہ ان کا رشتہ مذہب سے ٹوٹا ہوا ہے، بس میں اس پر ختم کرتا ہوں اور جو آپ نے ہزار بخشش اس کا شکر یہ ادا کرتا ہوں۔ اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ اس ادارہ کو قائم و دائم رکھے اور ترقی و ترقی فرمائے۔

و ما علیہ الا الیلا غ العین

اپنے زمانہ کی انسانی افسوں کو خدا سے جس صحت مراد کیا انہیں، میں سے آشنا کرنے صحیح زمانہ کی پرکھا یا، اگر یہ محفوظ ہوتا۔ تو یہ ثابت کیا جاسکتا تھا کہ ہر زمانہ میں معبود ہونے والے تھے، اس کی نیت، اس کے پیغام اور اثر و کار، اس کی، اسے داریوں اور اس زمانہ کی غلطیوں اور نسل انسانی کی کمزوریوں اور بے فکر اور ان کی زندگی کے ان مراتب میں جس سے ارمیہ سے ہمیں، اخلاقی، اخلاقی بے راہی اور خدا سے میں داخل ہوتی تھی۔ خاص رابطہ و مناسبت تھی۔

ہمارے پاس اس وقت جو محفوظ ورقہ ملی اعتقاد تاریخی و خیر و مرید کا مذہب اور آقا محمد مجید سے ہمیں جو زمانہ کی اور اشارے ملتے ہیں۔ اس سے اشارے اس مجموعے کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔ اس کے چند نمونے ہمارے سامنے آتے ہیں۔

۱۔ مذہب ان انجیل و یہ اسلام جس زمانے میں معبود ہونے۔ اس زمانہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس وقت کی پوری انسانیت تو حید کے متنبہ سے، آشنا ہوئی تھی اور پست ترین پستی پر تھی۔ شرف الہی اور مساوات انسانی کا خیال لوگوں کے ذہن سے بالکل فراموش ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت، عشق کا محلی تعلق نہ رہا تھا۔ اور انسانیت و مادی اور اس کو ہر چیز پر ترجیح دینے کا تعلق بھی باقی نہیں رہا تھا۔

۲۔ مذہب و انجیل اور اسلام یہ اسلام میں معبود سے جو دور شروع ہوا۔ وہ تو یہاں اس وقت تک ہے اور تقاریر یہ ہے کہ وہ ایک حد تک متصل ہے، لیکن وہ دور میں، اور جیسا کہ میں نے پہلی ایک تقریر میں لکھا کہ وہی میں وہ جو متواتر سلسلے میں انسان کے لئے مکمل تلاش کر رہی تو وہ انسان، ملتیں ہیں۔ ایک اور اہمیت کا دور ہے۔ پرہیزگاری میں انسانیت میں "نور" کو قصد و ارادہ نہیں کیا، کہ لوگوں کو غلط فہمی ہوگی، اور یہ اہمیت و اہمیت جانے گا، اور اس کا تعلق اس خاص غلط فہمی اور خاص طبقہ سے سمجھا جائے گا اور وہ متواتر سلسلے (اور اہمیت اور پرہیزگاری) ان میں سے چھ رہے ہیں، ایک میں خاص تو حید

یہ نام اس کی شرف کا اعادہ و تہلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے سب تعظیمت اور عزت کا
تعلق ہے۔ اس بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم میں تو حید کا رواج نہ کر دیا ہے۔
پھر یہ نور کا خاصا مہر و احکم نے آخری رکوع کی آیت میں تو حید کا نص اور
اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ حق تعلق ہے۔ شوقِ امانیت و شفقتی اور جس چیز کی نافرمانی
جس کا ایسا ثبوت صحت اور انقیاد کے واسطے ضرورتاً صغیر علیہ السلام کے نظریہ
لیجے کی پیروی ہے۔ اس لیے کہ اس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے بھی فرمائی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَدْ صَدَّقَت الرُّسُلُ إِنَّا كَمَا تَعْلَمُونَ عَجُوذٌ لَّكُم مِّنَّا

اُنْمَحْنِي

پہنچا دیتا ہے۔ میں ہر قسم کی پس-مذاہق اہرائی اور دعوتِ آزادی کی خصوصیات

اس نے بعد ازاں سے علیماں اور اشراف سے وفاق و محبہ و سازش کا زمانہ آگاتا ہے اس کے بموجب
ہوتا ہے کہ وہ زمانہ ملکہوں و راجہوں کی ترقی کا ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ نے اس
نے اس وقت میں اس طرح کے ملک جیسا کہ ذکر کیا ہے۔

رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي أَوْرَاقَ

مَخْرُجًا لَهُ الْبُيُوتُ مَخْرُجًا بِأَمْرِهِ وَأَعْنَاءَ حَيْثُ أَصَابَ

اس کے بعد ان کا تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح ان کو خطرہ سے سنبھالنا چاہا وہ اس کے لئے ضروری تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ذکر میں ان نے اپنے لئے کوئی نام کرنے کے سلسلے میں **وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الْحَمِیدِ** کا تذکرہ ہے اس سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس سلسلے کی بدولت راجعاً اور ترقی کا دور ہے اس کی تائید حکیم کا دور ہے۔ ان کے بعد ہمارے سامنے یہ خان کا دور آتا ہے۔ جو قطعاً بعد از نبیات و روضیات اور نبی کی ترقی کا دور کہلاتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا ظہور اور ان کی پیدائش میں یونانی علوم کے

از قیام کے دور میں نبویؐ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تہذیب و تمدن میں اہم خانہ طور سے دیکھتے ہیں کہ جو اللہ کے فضل سے مردوں کو زندہ کرتے ہیں، امرِ نیکوں کو بخلائے دیتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیونگی اور ان کے لئے مائدہ کے نبول کا ذکر قرآن مجید میں مائتہ معجزات کا کثرت سے لھور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ہوتا ہے، عرض کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جو مائول تھا۔ ان میں اور حضرت عیسیٰ کے معجزات میں بڑی مماثلت پائی جاتی تھی۔ لیکن حدیث اُنسی نے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جس دور کا انتخاب کیا ہے۔ وہ دور است انسانی ترقی کی، و است تنویر کا۔ زندوں کی و است انکسارت جموع و جمعی کی، انسانی ظہر پر پائے کا اور سوس و قون سے زمانوں کے خاص شعلہ کا اور ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاتم الانبیاء ہیں اور قیامت تک آپ کی تعلیمات کو باقی رہتا تھا۔ اس لئے انسانی زندگی اور انسانی نفس کو اپنے بندہ تمام و است شد و صلاحتوں، توانائیوں اور کامیابیوں کا دنیا تر کش خالی کر دیتا تھا اور اس کے لئے اپنے پر سے جو ہر آگھائے تھے۔ اب اس کے بعد سوائے قیامت کے کوئی اور آئے و انجمن تھا۔ اس لئے انسان کو اپنی ذہانت، اپنے امکانات، اپنے یافت و دریافت کے امکانات اور وسعتوں کا پورا و کھلا کرنا پڑتا تھا۔ اس لئے کہ اس کے بعد کوئی نبی آئے و دیتا، اور کوئی است پیدا ہونے والی تھی۔ اور سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید جیسی کتاب آپ کو عطا فرمائی، جو ایک طرف تو ادب و بیان کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ جس کا جواب کوئی انسان نہیں دے سکتا، چنانکہ عرب ادب و شاعری کے اہم مقام پر پہنچے تھے۔ دوسری طرف قرآن مجید کے اندر علم کی و است کے لئے اپنے امکانات رکھے تھے جیسا کہ و است اشارے کے لئے ہیں کہ جب کبھی بھی علم انسانی کی تحقیقات، خواہ کسی میدان کے ہوں، اپنی ابتداء کو نہیں تو قرآن مجید یہ صرف اس کے امکانات کو ثابت کرتا ہے بلکہ نوریہ و ان کے قوت کو بتاتا ہے۔ چنانچہ:

عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمِ ۝ ١٨ ۝ زِدْنِي عِلْمًا ۝

کے ذریعہ جہنمی جو عظمت و وسعت اور اس کے ائمہ و دوزخوں کو پہنچانے لیا گیا ہے۔ وہ
بالقرآن مجید میں ملتا ہے۔ اس کا ترجمہ قرآنی تعبیر یہ نکلا کہ اس اوست کا واسطہ علم سے
باجوڑ دیا گیا ہے۔ یعنی یہ اوست علم اور قتل انسانی کے قافلہ سے تعلق و تدارک کے کام اور
تعمیر و تالیف کے کام سے بھی بہ تعلق نہیں ہو سکتی۔ یہ اقتدار اس فاضلہ تھا کہ اس
اوست کا علم و اس کی سرزمین میں اور اس کا ذوق و رجحان اور اس کی کامیابیاں علم کے واسطے
سے وابستہ رہیں گی۔

حضرات! اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ سب سے پہلی دفع جو آپ نے نماز پڑھ لی وہ اس کی ابتدا و قراءت کے غلط ہوئی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو یہ غلط ہو کر رہ گیا ہے۔ اگر آسمان کا تختہ زمین سے پھٹی ہو تو اس کے بعد قائم ہونے والا ہے اور آسمانوں کا ایک پتھر زمین پر ہے۔ یہ بتائیے کہ وہ پتھر کس نقطہ سے شروع ہو گا۔ پس وہ کس کس مقام پر ملے گا۔ سب کے ذہن میں مختلف الشاؤں آتے تھے۔ کوئی کہتا: "اپنے آپ پہ پچھان لوں گے کہ اس وقت ان کی معرفت پہنچ دو پھل تھی۔ ان کی کہتے: "اللہ رحمت" اپنے سب سے بڑے رحمت پر، یہ کمال کی بات کہ ان کی اور بھی تھی۔ چنانچہ ان کے مشاہد کوئی بھی یہ نہ جانتا کہ وہ اسے غلط سے دفع شروع ہوئی۔ اس لئے کہ جس دفعی نماز پڑھی تھی۔ وہ اس کی تمام امت میں جو دعوت ہوئے تھے وہ بھی تھی۔

هو الذي بعث في الأميين رسولا منهم.

جس کو پیو ہی اسی کہتے تھے۔ اور ان ملک میں اس کو پیو کا نام دیا تھا۔ وہ اسی تھا جس کو
شہر میں قی کا زل ہو رہی تھی۔ وہ پیو نے اسے شاید سارے ملک میں وہ چار اہل قلم مل گئے
ہوں۔ پڑھے لکھے انسانوں نے اسے دیکھا میں بہت سے خط ہیں۔ عرب کا تب کا لفظ بولا
گرتے تھے۔ وہ سب نے بڑا افسانہ بولا اس ملک کا سمجھا جاتا تھا۔ قلم سے کام لینے تھا۔

وہاں تحریر سب سے زیادہ مشکل چیز سمجھی جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے اندر علم کو قبول کرنے اور اس کے تقاضوں کے پورا کرنے کی جو غیر معمولی صلاحیت رکھی ہے اور اس امت اور علم کے درمیان جو رشتہ اس نے دکھا ہے اسے ہم غلطیوں سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اسی لئے ہر دور میں اس امت کا علم سے رشتہ باقی رہا ہے اور اسی لئے ہر دور میں نئے نئے شہسواروں، نئے نئے ماہرین اور جنس انسانوں کو پیداکرتی رہی ہے اور اس میدان میں کامیابی حاصل کرنے کا موقع دیتی رہی ہے۔ اگر کوئی ایسا انقلاب نہیں آتا۔ جس میں صلاحیتیں بالکل مسخ ہو جائیں اور انسانی ذہن معطل ہو کر رہ جائے اور کام چھوڑ دے۔

جب تک علم کا سفر جاری رہے گا مسائل پیدا ہوتے رہیں گے، خواہ ان کا تعلق تمدنی، علمی، معاشرتی اور سائنسی اور اقتصادی امور سے ہی ہو۔ مذہب کی روشنی میں ان مسائل کو برابر حل کیا جاتا رہے گا۔ مثال میں ہم صحابہ کرام، ائمہ اربعہ اور امت کے دیگر مجتہدین کو پیش کر سکتے ہیں اور یہ محض اتفاقی بات نہیں کہی جاسکتی، صحابہ کرام میں ایسے مذہبن اور جنس انسان تھے کہ انہوں نے روم و ایران جیسی ترقی یافتہ تہذیب و تمدن کا مقابلہ کرنے میں ایسی صلاحیت کا ثبوت دیا جس کی نظیر کوئی دوسرا مذہب پیش نہیں کر سکتا۔ اس طرح ائمہ اور بعد امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل جیسے جنس قانون ساز تھے کہ انھوں نے زندگی اور دین کے رہنما اصولوں کے درمیان مطابقت پیدا کرنے میں ایسی غیر معمولی صلاحیت کا ثبوت دیا کہ اس پورے عہد میں یہ صلاحیت نہ درمیوں میں تھی نہ ایرانیوں میں اور نہ یونانیوں میں تھی نہ کسی اور قوم میں۔ یہ لوگ اپنے زمانے کے جنس ترین انسان تھے اور ان کے کارنامے صدیوں پر محیط ہیں۔ ان کے کارنامے کی صحیح عظمت و اہمیت اور قدر و قیمت کا اندازہ آج آسانی سے نہیں لگایا جاسکتا ہے، کوئی شخص یہ اندازہ نہیں کر سکتا کہ جب یونانی علوم عربی میں منتقل ہوئے تو علمی حلقوں پر کتنا غیر معمولی بحر تھا

اور کسی طرح لوگ ان کے سامنے بیعت اور شہادت تھے اور کس طرح فیشن کے طور پر
لوگ باتیں کرتے اور ان کی فیشن کو فخر و عزت سمجھتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم ابوالحسن
اشعریؒ، سید مہدیؒ اور دیلمیؒ، امام غزالیؒ، مولانا جان محمدؒ، ابن رافعیؒ، شیخ عین الدین
چشتیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ اور دیگر جناس شخصیتوں کو اپنے اپنے وقت پر پیدا کیا۔ جنہوں
نے زمانہ کار کا چھیم بیاں خطرات کا لبوں نے پوری جرأت سے مقابلہ کیا، انہوں نے ان لوگوں
کے دل و دماغ کو شک و شبہات سے پاک کر کے ایمان و یقین کی بنیادیں از سر نو فراہم
کیں۔ بالکل یہی مرحومیت علیہ السلام کے بعد انگریزی تہذیب اور جدید سائنس کے
بارے میں بھی اور کس طرحے ایک یورپ کی ساتھی اور ٹیکنالوجی پر ایمان لاتے تھے اور
ان سے ایسے بیعت ہوتے تھے کہ ان پر ایمان کا صاف انکار نہیں کر سکتے تھے لیکن کچھ
میں ضرور متلاшуئے تھے۔ اس زمانہ کے رن و عقیدہ و خاندانوں کے مشائخ اور صالحین کا
حاجہ یہ تھا کہ ان کے اندر یمن کی سرچرخی اور بزرگوں کی صحبت ان کو سمجھتی، دران
کے غموش میں انہوں نے تربیت نہ حاصل کی ہوئی تو کمال و افتاء کی امداد عام ہو جاوے اور
پورا ائمہ و مشائخ اس کا شکار نہ ہوتا۔

اور ائمہ تبارک و تعالیٰ میں وقت پر تنظیمی نہ فرما کر تو یہ معلوم اس ملک کے
مسلمہ نواں کا کیوں نہ ہو، اور یہ صرف ہندوستان کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جب بھی
اسلامی تاریخ کے بحال اور میں میں طرقت کے حالات پیش آئے تو اللہ تعالیٰ نے ہر وقت
ایسے افراد پیدا کئے جنہوں نے اس امت کا شہ دین سے باقی رکھا اور یہ سہ مدد قیامت
تلف چاروں رہنا چاہتے۔

ہمارے یہ فرض ہے کہ اس مہم کو چاندی رکھیں، ہم یہ بات اپنے عزیز علماء سے کہنا چاہتے
ہیں۔ کہیں جماعت میں کسی بڑے عام و مصنف کا اور مفکر کا پیدا ہونا کافی نہیں ہوتا،
ادارے یہاں تک کہ ایمان و عہد اب بھی تاریخی سے نہیں چھوٹے، بلکہ وہ تحریک اور تسلسل

سے چلتے ہیں، کوئی دینی تحریک کوئی بڑا مفکر پیدا کر دے، بلند قیامت اور دیوبند پر یکسر صحت پیدا کر دے یہ تھا یہ کافی نہیں ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جب کبھی اپنی جماعت کے کارناموں پر فخر کرنے کی کزوری پیدا ہو جائے تو پھر قوائے فکر یہ میں قفل ہو جاتا ہے اور اشتعال پیدا ہونے لگتا ہے۔ ایک عرب شاعر نے بڑے لطیف انداز میں اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ:

انہی بنی غلب عن کل مکومۃ

فصیدۃ قانہا عمرو بن کلثوم

بنو غلب کو ہر قسم کے مردانہ کارناموں اور کسی بڑی فتح کے حاصل کرنے اور کسی بڑے اقدار سے صرف ایک بات نے روک رکھا ہے وہ یہ کہ یہ لوگ صرف عمرو بن کلثوم کا قصیدہ پڑھتے اور سر دھنتے رہتے ہیں، یہ مرض جماعتوں میں بھی پیدا ہوتا ہے اور دُوروں میں بھی کہ وہ جماعتیں ان کے لئے سرمایہ فخر، بانی جماعت یا اس جماعت کے کسی نامور فرد کی تعینقات، تحقیقات اور اس کی ذاتی بلندی ان کے لئے سرمایہ فخر بن جاتی ہے، لیکن اس سے کام نہیں چلتا۔ جماعت ہو، کوئی ادارہ ہو یا مدرسہ، بلکہ اس سے باہر نکل کر کہتا ہوں کہ امت اسلامیہ کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے اپنے دور میں غزالی، امین، ترمذی اور شاہ ولی اللہ کو پیدا کیا، ماور ہم نے فلاں فلاں، شہر بسائے، سمرقند، بخارا اور غرناطہ، شیلیا اور بلی ہم نے بسائے۔ بلکہ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر دور میں ایسے افراد پیدا ہوتے رہیں، اور اپنے اپنے دور کی، ذاتی و اعتقادی بے چینیوں کا جائزہ لیتے رہیں۔ ان کے اسباب و محرکات تلاش کریں، دینی حقائق اور اصول و تعلیمات اور زندگی کے واقعات اور زندگی کے عملی مسائل کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کریں، ہر دور میں اسلامی قانون کی برتری کو ثابت کریں۔

علامہ اقبال نے ایک خط میں لکھا ہے کہ اس دور کا سب سے بڑا بھروسہ وہ ہے کہ:

اسلامی قوانین کی برتری دوسرے قوانین کے مقابلہ میں ثابت کرے، علامہ اقبال نے جو بات آج سے سٹھ برس پہلے کہی تھی۔ وہ آج کے زمانہ میں ایک عملی حقیقت بن چکی ہے۔ آج ہمارے سامنے جو سب سے بڑا چیلنج ہے اور ہم لوگ اس کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ اسلامی شریعت خصوصاً کئی قوانین کی معقولیت، وفاق اور خاندانوں کے حقوق کی مغفرت کھیلنے اس کا سب سے بہتر ہونا ثابت کریں۔

ہم اپنے عزیز طلباء سے یہ کہیں گے کہ وہ مطالعہ و محنت سے غنوم پر، جہان بہتر حاصل کریں پھر جدید مسائل سے واقف ہوں۔ دوران کا دین کی روشنی میں حل پیش کریں۔ دینی علوم میں اتفاق و گہرائی اور جدید علوم سے واقفیت اور اس کے ورے میں چک اور نرمی کا موقف ان دونوں کو جمع کرنا ضروری ہے۔

دارالعلوم ہند و اعلیٰ، کوٹہر ہے کہ اس کا اقتساب مولانا سید محمد علی سولیمانی جیسے باقی و شہر اور روشن ضمیر اور سیرۃ النبی کے مصنف علامہ شبلی جیسے محکم وقت و مؤرخ زمانہ اور میرات نگار پکا اور اذیب سے ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ آج تک علمی و دینی مسائل پر قلم اٹھانے اور ان کو تنقید و مہر و شرط سے پیش کرنے کے لئے ہم سے کم میرے علم میں علامہ شبلی کے اسلوب سے بہتر کوئی اور اسلوب نہیں۔ ان ہی کے نقش قدم پر سید سلیمان ندوی، عبد السلام ندوی اور دوسرے تربیت یافتہ حضرات ہوئے۔ جنہوں نے اپنے اپنے وقت پر اس سلسلہ کو جاری رکھا، لیکن یہ تباہ کاری نہیں اور قہر و جب الہ علاج کا جسد کریں تو مجبور ہوں کہ ان ہی حضرات کا، مر لیں اور اس گھر سے جس اضافہ نہ ہو۔ یہ اس ادارے کے زوال اور انحلال کی دلیل ہے اور یہ پوری امت کے لئے خطرہ ہے یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ کسی دائرے میں اس - ویاہ کے لوگ پیدا نہیں ہو رہے جیسا جو مطلوب ہے، بعض بڑے ہی اسلامی مفکروں میں ہانکے کا اتفاق ہوا۔ وہاں بھی یہ دیکھ کر صدمہ ہوا کہ وہاں بھی اب ایسی کمی و غری تیار

موجود نہیں جو اس نوجوان نسل کی ترقی کا سامان فراہم کر سکے جو براہ راست یورپ سے پڑھ کر آ رہی ہے کوئی ایسا رسالہ نہیں جس میں جدید تہذیبی مسائل کا دین کی روشنی میں حل پیش کیا جاتا ہو۔ زبان و علم اور تحقیق کا معیار گر گیا ہے۔ ہر رسالہ اپنی جماعت اور اپنے ملک اور مخصوص سلسلے کے بارے میں مضامین شائع کرتا ہے۔ اگر کوئی تنظیم یا جماعت ہے تو وہ موجودہ حکومت سے بے اطمینانی ظاہر کرنے اور متحدہ جماعتی و گروہی اور سیاسی مخالفت کرنے کے لئے نیک و دور کر رہی ہے۔ یہ صورتحال بڑی خطرناک ہے کہ علماء جن کا کام ہی یہ تھا کہ نوجوان نسلوں کا اعتقاد اسلام پر بحال کریں۔

اسلام کی حقانیت اور اس کی ابدیت و صلاحیت کو ثابت کریں اور زندگی کے تمام مسائل میں اس کی قادیت کو ثابت کریں۔ دوزاتی و سیاسی مفاد میں الجھ جائیں۔ اگر اس امرت میں بڑے بڑے عاملین اور اقلیاء اور زمین پر جان دینے والے موجود ہوں۔ جب بھی یہ ضرورت باقی رہے گی۔

وما علینا الا البلاغ المبین

دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے

یہ تقریر انجمن اقصیات میں ضلع کوٹکھور کے زیر اہتمام مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۸۳ء کو ہر مقام اسلام آباد میں منعقد ہو کر ایک بڑے جلسہ میں کی گئی۔ اس موقع پر پرنسپل تعلیمی کونسل کے سکریٹری جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی تا علم مولانا محمود الحسن صاحب کے علاوہ دین اور جہد کی ایک کثیر تعداد شریک تھی۔ حضرت مولانا نے قرآن پاک کے حوا سے مسلمانوں کو بتایا کہ ایک مسلمان کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے بچے کے جسم سے زیادہ اس کے ایمان کے لئے فکر مند ہو چنانچہ مسلمانوں نے اسلام کو اپنی آئینہ و شعلوں تک پہنچانے اور اسے تسلسل کو قائم رکھنے کے لئے بیوشہ بڑی سے بڑی قربانیاں دی ہیں۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد
الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين، ومن
يعلمهم باحسان ودعى يدعوهم الى يوم الدين. اما بعد
فاعدوا لى الله من الشيطان الرجيم. بسم الله الرحمن
الرحيم ۞ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا
وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْأَجْنَارُ ۖ عَلَيْهِمْ وَلَهُمْ فِيهَا سُلَاطَةٌ
كُلَّةٌ ۖ لَا يَخْلُصُونَ ۖ اللَّهُ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝

”اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے آپ کو اور اپنے اہل و
عیال کو ایسی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں

اور جس پر تہ نہ تھا اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کے قہر کی
نافرمانی نہیں کرتے اور جس کا ان کو قسم دیا جاتا ہے وہ بجا آتا
ہے۔“

حضرات! میں نے آپ کے سامنے قرآن شریف کی ایک آیت پڑھی ہے جو اس
سے پیسے بارہا آپ کے سامنے پڑھی گئی ہوگی، اور قرآن شریف کی عداوت میں آپ کی
آنکھ سے گزرنی ہوگی لیکن ضرور ہی نہیں ہے کہ وہ چیز بارہا نظر کے سامنے آئے اس پر قوی
غور بھی فرمے، آپ سزاگوں پر سے گزرتے ہیں، سائن ہوا پر سب سے لگے ہوئے ہیں،
آپ کی نظر بھی پڑتی ہے، لیکن آپ خود سوچئے کہ آپ نے کتنی بار غور سے پڑھا اور آپ کو
یاد رہا، اگر آپ سے پوچھا جائے کہ آپ جس سزا کے گزرتے رہتے ہیں، اس میں ہم
اتھراؤں پر قوی کس چیز کے ہیں تو کم لڑتے ہیں۔

آیت بڑی پونک دینے والی ہے، ایسی ہے کہ اگر اس کا غور نہ ہو کہ بارہا جو چیز
سامنے ہوتی ہے اس پر قہر نہ جاتی ہے، وہ روزِ مرد کی چیزوں سے کتنی جانے بھگتی ہے تو
میں عرض کرتا ہوں، سرورِ مہر کا یہ آیت جلی ترواف سے نکھو اگر دیوہروں پر لٹوادی جائے۔
مسجدوں میں بھی آویزاں کر دی جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے وہ لوگو جو خود ایمان لا چکے ہو، اے اللہ الٰہیٰ المؤمنین! اے
”اٰمَنُوْا“ ماضی کا صیغہ ہے۔ ہر لفظ پر غور کیجئے قرآن مجید کا کوئی غلط آفاق یا بھرتی کا نہیں
ہوتا یہ کوئی شاعری نہیں ”اٰیہُا الْمُؤْمِنُوْنَ“ کہا جاسکتا تھا۔ ”اٰیہُا الْمُسْلِمُوْنَ“ کہا
جاسکتا تھا۔ اے مسلمانو! امتِ جماعت مہتمم! لیکن فرمایا: ”اٰیہُا الْمُؤْمِنُوْنَ اٰمَنُوْا“ اے
وہ لوگو جو خود ایمان لا چکے ہو ”لَوْ اَنَّ اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَفَرًا وَّفُؤِذُ النَّاسِ وَالْجِنَّةُ“
بچہ ذاتی جانوں کو، اپنے گھر والوں کو، اپنے متعلقین کو، اپنے بھائیوں کو، آپس کا
دشمن ہے انسان اور پتھر۔ اس آیت کے مخاطب مسلمان تھے، وہ صحابہ تھے، جو قرآن

مجید کے نزول کے وقت موجود تھے، وہ ولین مخاطب تھے، یوں قیامت تک کی تمام زمینیں اور جو بھی پیدا ہوا، اپنے کو مسلمان کہے، وہ سب مخاطب ہیں، انہیں پہلے مخاطب اس کے وہ لوگ تھے جو رسول اللہ ﷺ کے تھے پر یہ ان ناپچکے تھے۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے رہا تھا، جن کو شرف سکایت حاصل تھا اور اس میں یقیناً وہ لوگ بھی تھے جو بیعت رضوان میں شریک رہے ہوں گے۔ انہوں نے حدیبیہ میں درخت کے نیچے جان دینے پر بیعت کی تھی اور جن کے متعلق رش ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ
وَكَانَ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝

(سورہ الفتح، ۸، ۹)

ترجمہ: ”اے (پیغمبر) جب مؤمنین تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو خدا ان سے خوف ہو گیا اور جو (مدد) و خلوص ان کے دلوں میں تھا وہ اس نے معلوم کر لیا تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت کی۔“

جن کو یہ انعام تھا اور جن کو قیامت تک کے لئے سند دی گئی ہے کہ اللہ ان سے راضی ہوا۔ یہ سند یافتہ و ربلہ، مرتبہ لوگ بھی اس آیت کے مخاطب ہیں جو بیعت رضوان میں شریک ہوئے تھے اور مشرکہ و مشرکہ بھی اس میں یقیناً شامل ہیں اور کہہ رہا ہے بھی اس میں شامل ہیں، اور بدرازا احد کے ”زندہ شہید“ بھی مخاطب ہیں۔

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی آدمی جان بوجھ کر اپنے نیکوں کو اپنے گھر و لوگوں کو آگ میں بھونکتا ہے، آگ میں گھسنے دیتا ہے؟ اس کا کیا مطلب کہ اللہ کو برا بنے کہ اسے وہ دعوہ و خود ایمان لا چکے ہو، اب تمہارا کام یہ ہے کہ اپنی جانوں کو بچاؤ۔ اپنے

گھر والوں کو بچاؤ۔ دوزخ کی آگ سے کیا کوئی واقعہ آپ نے سیرت میں ایسا پڑھا ہے کہ صبیہ کرام نے (معنا لفظ) ارادہ کیا تھا کہ اپنے بچوں کو آگ کے توالہ کر دیں۔ یا بچے آگ میں کودنا چاہتے تھے اور صبیہ کرام اور اس وقت کے مسلمان خاموش بیٹھے ہونے پر شادیکھ رہے تھے، اور اس صورت حال پر راضی تھے، کیا ایسا کوئی واقعہ آپ کی نظر سے گزرا ہے؟ تو کیا ہے ضرورت یہ بات کہی گئی ہے کہ اسے وہ لوگوں جو خود ایمان لائے تھے، ہوتا ہوا کام یہ ہے کہ اپنی جانوں کو اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ، یہ کون سی آگ تھی، اور کب یہ واقعہ پیش آیا تھا، یا پیش آنے والا تھا کہ مسلمانوں کے گھروں کے بچے آگ میں کودنا چاہتے تھے، اور ماں باپ سو رہے تھے، فکر نہیں کر رہے تھے، اور بیعتی تھے اس وقت وہی نازل کی، سب چونک گئے اور سب اپنے بچوں کی نگر میں ٹک گئے کہ آگ میں چھلانگ نہ لگائیں، پھر اس آیت کا مطلب کیا ہے؟

کیا اس آیت کا مطلب اس کے سوا کچھ ہو سکتا ہے کہ اپنے بچوں کو اپنے گھر والوں کو ایسی چیزوں سے بچاؤ جو آگ تک لے جانے والی ہیں جن کا انجام یہ ہونے والا ہے کہ دوزخ میں جائیں، ورنہ وہ کون سے انسان ہیں جو اپنے بچوں کو آگ کی طرف جاتے ہوئے دیکھیں اور اللہ کو روک نہ لیں؟ خطرہ صرف اس بات کا ہے کہ آدمی یہ نہ جانتا ہو کہ اس کے نتیجہ میں ہلنا ہوتا ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ ایسا سبب ہے بچاؤ جو دوزخ کی آگ تک پہنچانے والے ہیں۔ اس کو فقہ کی زبان میں "سبب مؤدیہ" کہتے ہیں، یعنی وہ سبب جو کسی نتیجہ تک پہنچانے والے ہوں، فقہاء کے نزدیک وہ بھی نتائج کے حکم میں داخل ہیں، مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو ایسی روادے رہا ہے جس کے نتیجہ میں موت ہوتی ہے چاہے وہ دیر سے ہو، یہ عمل قتل ہی کے مترادف ہے، اس لئے کہ اس نے وہ سبب اختیار کیا جس کے نتیجہ میں موت کا آنا یقینی ہے تو کانون بھی اس کو قاتل کہے گا، حکیم صاحبان بھی اس کو قاتل ہی سمجھیں گے، یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ ایسی چیزوں سے بچاؤ جو آگ

تک پہنچا دینے والی ہیں۔

اب میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ صورت حال اس وقت یہی ہے، بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام نہ کرنا بچوں کو اس ماحول کے ہائل حالہ حوالہ کر دینا اور ان کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا جو اس بات کا نہ مکلف ہے نہ اس بات کا مدعی، نہ اس بات کا اہل کردہ بچوں کو وہ تعلیم دے گا جس پر نجات موقوف ہے۔ پیغمبروں کی لائی ہوئی وہ تعلیم جس سے نادانیت کے نتیجہ میں ایمان کا فطرہ ہے۔ آخرت کی ہلاکت ہے، تو اب یہ دیکھنا چاہئے کہ اس بات کو بچے کے لئے کیسے گوارا کیا جا رہا ہے؟ موجودہ تعلیمی نظام صرف لادینی (SECULAR) ہی نہیں وہ ایک مثبت و معین نظام تعلیم (SYSTEM OF EDUCATION) (HINDU MYTHOPOSITIVE LOGY) ہے۔ ہندو دیو مالا اس میں شامل ہے، انگریزوں کے زمانہ میں تعلیم سیکولر تھی، بلکہ، کتے کے قصے ہوتے تھے اور ہم میں سے بہت سے لوگوں نے انگریزوں کے عہد حکومت میں انگریزی پڑھی ہے، اس وقت زبان سیکھانے والی ابتدائی کتابوں سے نہ کسی کے عقیدہ پر اثر پڑتا تھا، نہ کسی مخلوق کا تقدس پیدا ہوتا تھا اور نہ اس کائنات میں کسی مخلوق کا تعریف و اختیار معلوم ہوتا تھا، اس وقت بھیسڑیئے، چچتے، بندر اور لومڑی اور غلی کتے کے قصے بچے پڑھتے تھے، ویسے ویسے ہی گھڑا تے تھے جیسے جاتے تھے لیکن اب صورت حال یہ نہیں ہے، سرکاری نصابی کتابوں میں عقیدہ پر اثر ڈالنے والے اسباب، قصے کہانیاں اور مضامین ہوتے ہیں اور جو کسر کتابوں میں رہ جاتی ہے وہ ماسٹر صاحبان پوری کرتے ہیں، بچوں کو کچھ اجتماعی کام ایسے کرنے پڑتے ہیں جو اسلام کے عقیدہ، توحید کے منافی ہیں۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ذہلولان راستہ دو جس پر پاؤں بھی نہ جمتے ہوں اس پر کوئی پچہ سائیکل پر بیٹھا ہوا جا رہا ہوتا ہے کھائی ہو، سائیکل کا بریک بھی ٹھیک کام نہ کرتا ہو، باپ دیکھ رہا ہے کہ بچہ سائیکل پر بیٹھا ہے اور اس سے بھی واقف ہے کہ بریک نہیں ہے،

اس سے بھی واقف ہے کہ کوئی اور ترکیب نہیں کہ وہ سائیکل پر چلتے ہوئے کمائی سے بچ سکے گا تو کیا یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس باپ نے جاننے، بوجھنے، اپنے بچے کو کھانے میں لڑنے دیا، کیا کوئی عدل حسب اس سے انکار کر سکتے ہیں؟

اگر اس سے انکار نہیں کر سکتے تو آپ میں آپ سے کچھ دور کہہ دو وہ نظام تعلیم سے بچے کا ایمان کیسے سلامت رہے گا اگر وہ دینی و انسانی دینی تعلیم کا انتظام نہیں ہے۔ (بوس کو سائیکل میں بریک کا ٹائم قائم کیا جاسکتا ہے) جس میں تحفظ کا انتظام ہے، کہ اسکول میں بچہ جو چھوڑتا ہے، اس کی اصلاح کی جاتی رہے اور اگر اس کو کوئی ایذا یا تہدید (DOSE) دیا جاتا ہے۔ صحابی یا شہید قتل میں، تعلیمی حلقے میں، کوئی دینی کتاب سنائی جاتی ہے۔ ماں باپ دین کی تلقین کرتے ہیں، اچھے، اچھے شوقی اخیار اور موزوں قسے سناتے ہیں۔ کچھ بکا، بول دینی ہے، تب تو یہ کسی درجہ میں بریک کے قائم مقام ہیں، اور اگر ایسا نہیں تو آپ نے مزید اپنے بچوں کے کان میں کہہ دیا ہے کہ اسکول کی بر بات مان لینا، یہ کان میں کہنے ہی کے مترادف ہے کہ آپ نے بچہ کا کسی اسکول میں تھکوا اور باہر سے کوئی انتظام نہیں کیا، کوہ آپ نے اپنے بچہ کو ایک طرح کی ترغیب دی ہے کہ وہ غیر اسلامی بات مان چڑھتا رہے، اب اگر وہ مان چڑھ گیا اور باہر سے کوئی انتظام نہیں ہے نہ اردو جانتا ہے کہ دینی کتابیں پڑھ سکتے، نہ کھلے میں کسی کتاب کا انتظام ہے، تو آپ بتائیے کیا آپ "قُلْ اَلْقَسْمُ وَ اَهْلِبْنٰكُمْ نَارًا" کے مخالف نہیں ہیں؟

لکھنؤ کے ایک زمانہ جلد میں خواتین کی بڑی تعداد تھی، میں نے کہا ایک ماہ کا قلعہ آپ کو سنا تا، وہ ایک تعلیم یافتہ خاتون ایک دعوت میں شریک تھیں۔ بیویوں نے دیکھا کہ وہ بے چین اور مشکری ہیں، باتوں میں ان کا دل نہیں لگ رہا ہے، ان کی عزیز بیویاں اور سہیلیاں سب بیٹھی دلوچی کی باتیں کر رہی ہیں، بہت دنوں کے بعد وہ اکٹھے ہوئی تھیں، لیکن معذہم ہوتا ہے کہ ان خاتون کا دل دماغ نہیں اور ہے؟ ضرورت کچھ خراب ہے؟

کہ اب جو بچے آرہے ہیں وہ بھی ایسی بنیادی باتوں سے ناواقف ہیں جن کا ہمارے بچپن میں خیال بھی نہ ہو سکتا تھا کہ کوئی مسلمان بچہ ان سے ناواقف ہوگا۔

اس صورتِ حال کا نتیجہ کیا ہوگا؟ نسل کی نسل دین سے بالکل نا آشنا ہوگی، اردو پڑھ نہیں سکے گی، آج یہ حالت ہو رہی ہے کہ ایک بڑے طبیب کالج کے جس کی ایک تاریخ ہے ایک طالب علم سے کوئی مضمون لکھوانا تھا یا خط لکھوانا تھا، تو سوچا کہ یہ صاحبِ توحب کی کتابیں پڑھتے ہیں جو عام طور پر عربی فارسی میں ہیں، بہت نیچے اترتے تو مردہ ہیں ان سے کہا آپ لکھئے، وہ لکھتے رہے لوگ سمجھتے رہے کہ لکھ لیا، دیکھا تو وہ ہندی میں تھا، ان سے کہا گیا کہ آپ یونانی طب پڑھتے ہیں اور اردو نہیں لکھ سکتے؟ انھوں نے کہا کہ ہیس تو یہی پڑھایا گیا ہے۔ تو ایک ایسی نسل کے حیر ہوئے کا محض اندیشہ نہیں، مشاہدہ میں آ رہا ہے، دین کی بنیادی چیزوں سے ناواقف، بنیادی عقائد سے ناواقف، اللہ و رسول کا ہمارے دل و دماغ میں جو عقیدہ بسا ہوا ہے اس سے ناواقف، یہ نسل پیدا ہو گئی ہے اور جوانی کے قریب اب پہنچ رہی ہے۔ شروع ہونے کا زمانہ تو گیمیا، آنکھوں سے دیکھا گیا ہے کہ سیرت پر تقریر کرنی ہے..... اسلامیہ اسکول ہے، کالج ہے، جامعہ ہے، اور ایک مسلمان تو جو ان طالب علم کو کسی نے سیرت کا مضمون دیا، وہ ہندی میں لکھ کر لایا، اور اردو میں پڑھا، الفاظ تو اردو اور رسم الخط ہندی، اور یہ رسم الخط تو وہ چیز ہے کہ آرٹھڈکسائیٹی

(TOYNBEE ARNOLD جو اس زمانہ کا بڑا فلسفی، مؤرخ (PHILOSOPHER HISTORIAN)

ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ اب کسی سببِ خاندان کو آگ لگانے کی ضرورت نہیں، رسم الخط (SCRIPT) بدل دینا کافی ہے۔ اس سے اس قوم کا رشتہ اپنے ماضی سے بالکل ٹوٹ جائے گا اور اس کی پوری تہذیب اس کے لئے بے معنی ہو کر رہ جائے گی اور پھر جس طرف چاہے لے جو۔ جو چیز کسی ملت کو اس کے ماضی سے اس کے مذہب سے، اس کی تہذیب سے، اس کے کلچر سے ملاتی ہے۔ وہ رسم الخط ہے، رسم الخط بدلنا نسل بدل گئی۔ آج

نہ وہ شان میں جی نہیں رہا ہے۔ فرقہ وارانہ مساوات محض ملک کو بدنام کرتے ہیں۔ ان کو وہ ان کا پھٹنٹا ہے۔ عقلمندانہ نظام بدنامی کاٹتی ہے۔ حق سے سچو نہ ہونے پہچان کر مروجہ کے کہا
تھی۔

شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے

اگرچہ جانیس کے تعلیم بدل جائے

کیسے جو ایل الیہ و متحدہ ہو۔ ہندی ہے اور اویہ سنگھی۔ ہمیں چاہیے ہنس میں نورانی
اندی لیس تیار ہو۔ اسی اس کے نزدیک لغوی و این کا فرق تو مید و نیک کا فرق ہے نہ
نہ برب کا فرق۔ اب بے معنی باتیں ہو چکی ہیں۔ دھڑکنا نہیں پڑے گا۔

مسلمان مال باپ اس ڈر سے کہ وہ بے بیٹے کا کیر پر خراب ہو جائے گا۔ اس کی
روٹی زبان اور دیکھ لکھتے۔ اس کی دینیات کی تعلیم کا انتظام نہیں کرتے بھلا ایمان
کے ساتھ یہ بات جمع ہو سکتی ہے؟ مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ اگر کسی طریقہ سے یہ معلوم
ہو جائے کہ اس کے بچے کی تقدیر میں سہارنہیں ہے یہ یہ خدا نخواستہ مسلمان نہیں رہے گا تو
اگر اسے کہہ دیا اس ذخیرہ عافیت سے اٹھ لے۔ یہ مسلمان کی شان ہے۔

حضرت فضلہ رضی اللہ عنہا ایک صحابہ اور اپنے ذمہ کی ایک بڑی شاعرہ شاعری
میں۔ وہ روزہ مندوں کی رخصتی میں انہوں نے ساری عمر اپنے دو بھائیوں کے مرچے کئے۔
ان کو باغ میں رختہ سے لے لے تھے۔ کہا جا کہ کہ کسی زبان میں عورت کے کپے ہونے
مرثیوں کا کتابہ اخیر جو انہوں نے اپنے بھائیوں کی یاد میں یاد کر رکھا ہے۔ ان کا
پورا ایمان صرف بھائیوں کے مرچے سے بھر رہا ہے۔ ایسا روزہ مند دل رکھنے والی شاعری
ایک مہر کہ بہاد میں اپنے ایک بیٹے کو بھاتی ہیں اور کہتی ہیں کہ بیٹا جاؤ تو کو میں نے اسی
دن کے لئے پلا تھا۔ بلاؤ کہہ کر سے میں جان دے دو۔ بھروسے بیٹے کو بھاتی ہیں،
تیرے بیٹے کو بھاتی ہیں اور جب اب کی شہادت کی خبر آتی ہے تو کہتی ہیں الحمد للہ

اللہ ہی اکبر منی بشہادۃہم ۱۱ اس خدا کا شکر ہے جس نے ان کی شہادت کئے۔ یہ میری عزت بڑھائی، یہ ایمان کی شان ہے کہ اسلام پر سب کچھ قرہاں۔
 آج مسئلہ یہ ہے کہ اس نسل کو کیسے پکایا جائے کیسے مسلمان رکھا جائے۔ سرکاری تعلیم کی اصلاح کی کوشش کے ساتھ دینی تعلیم کا کوئی متوازی نظام بھی ہونا چاہئے۔ قارئین! سنئے
 ان پر اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ ہر کمال کی توقع بخشنے۔ آمین۔

وما علمنا الا ابلاغ المبین

صنعتی اور سائنسی علوم کی تعلیمی افادیت و اہمیت اسلامی تعلیمات اور دور ماضی سے اس کا ثبوت

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد
الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين
ومن تعليهم باحسان ودعى بدعوتهم الى يوم الدين
اما بعد! فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم. وانزلنا
الحديد فيه بأس شديد ومنافع للناس وليعلم الله من
ينصره ورسوله بالغيب ان الله قورى عزيز.

قرآن مجید میں صنعت کا ذکر

حضرات افاضیین کے اس مجمع کو جس میں انہی اعلیٰ حضرت اور ان کے ساتھ
علمائے کرام بھی تشریف رکھتے ہیں یہ دوسرے دن میں گزرتا ہے۔ (خدا مجھے عاف
کرے) کہ تارے محرز معین حضرات (خاص طور پر جن کی تعلیم علوم کے اندر منحہ و
ہی ہے) کا ذہن کبھی اس طرف منتقل نہ ہوا ہو گا کہ قرآن مجید میں صنعت کا بھی ذکر ہے۔
اور ان مابین کا بھی ذکر ہے جنہوں نے اپنے وقت میں صنعت سے تعمیر کا کام لیا اور
خدمتِ حق انجام دی اور انسانیت کی اور اپنے ہم اعتقاد اور ترمیڑ حلقہ کی حفاظت کی۔ یہ کم
لوگوں کے ذہن میں قیامت میں نے ابھی آپ کے سامنے قرآن مجید کی یہ آیت:
وانزلنا الحديد فيه بأس شديد ومنافع للناس وليعلم

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِالْقُوٰی اَنْ تَعْرِضَ لَیَّ

”اور لوہا پیدا کیا اس میں (اسحہ جنگ کے لحاظ سے) خطر بھی

شعبہ ہے اور لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں، اور اس لئے کہ

”جو لوگ بن دیکھے خدا اور اس کے پیغمبروں کی مدد کرتے ہیں، خدا

ان کو معصوم کرے، بے شک خدا قوی (اور) غالب ہے۔“

اللہ تعالیٰ احسان رکھتے ہوئے اہمیت کے ساتھ ذکر فرماتا ہے کہ مرنے والے کو نازل

کیا، پہلے خیال کیجئے کہ اس کے لئے عربی میں نئی لفظ ہو سکتے تھے۔ ”تخلیف“ کہا جاسکتا

تھا یعنی ”ہم نے پیدا کیا“ لیکن نازل کرنے میں خصوصیت نور، اجرام ہے اور اس کے

ساتھ قدرت اور رحمت خداوندی کا جو عنصر شامل ہے وہ کسی اور خطہ سے ادا نہیں ہو سکتا،

آپ جانتے ہیں کہ ٹیکنالوجی (TECHNOLOGY) اور ٹیکنالوجی ہی نہیں بلکہ فن تعمیر (آرکی

ٹیکچر) بھی ہے اور دوسری چیزیں فن حرب وغیرہ ہیں، جنگی مشقیں ہیں اور جنگی

کارروائیاں ہیں اور کتنے تعمیراتی اور دفاعی و حفاظتی کام ہیں، ان سب میں تو بایک مرتبہ

کروارادہ کرتا ہے، اور کوئی نظام صنعت و حرفت اس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ یہ قرآن مجید

کا اعجاز ہے کہ بیسیوں معدنی و حیاتی کو پھونک کر حدید (لوہے) کا انتخاب فرمایا، اور

وَالْاَنْزِلْنَا السُّجُودَ لَہُمْ لَوْہٌ کَوْنًا لِّہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ

صفتِ ربوبیت کا مظہر ہے اور اس سے رفعت کا بھی ظہور ہوتا ہے، وہ صرف لکوار بنانے

کے لئے نہیں ہے، وہ صرف ہندوق و حاسنے کے لئے نہیں ہے، وہ صرف گولی کو جو دیس

لانے کے لئے نہیں ہے، اور اس کو شکل دینے کے لئے نہیں ”لَہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ

لَہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ

لَہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ

لَہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ لَوْہٌ بَرَدًا لِّہِمْ

سے متاثر ہیں۔

پھر اس کے بعد اثنی عشری نہیں بداندھن والی اپنے ایک پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر کر رہا ہے کہ

وَعَلَّمَنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكَهٖ

”اور ہم نے اس کو زرہ بنانے کا علم دیا۔“

ہم نے اس کو وہ علم دیا۔ جس سے وہ اجسام انسانی کی خدمت کا کام لے سکیں۔ ہم نے اس کے لئے نوے کو نرم کر دیا، اس کو وہ خدمت عطا فرمائی جس سے کہ وہ لوہے سے شیشہ کا کام لے سکیں۔ لوہے سے کسی بہت کمزور سے کمزور دھات کا کام لے سکیں، اور تخریب ہی نہیں بلکہ تعمیر کا کام لے سکیں، یہ ایک ایک لفظ مجرہ کی حقیقت رکھتا ہے۔

پھر ایک فرد کا معاملہ نہیں بلکہ قرآن مجید آگے بڑھتا ہے اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے اندام (جن میں جن و افس ہیں) ان کے ادکام نشاء کی تعمیل کرتے ہیں اور صنعتی و تعمیری کارنامہ انجام دیتے ہیں اور جو وہ چاہتے ہیں بناتے ہیں، اس میں اس کی بھی تضرع کر وہی کہ وہ تخریبی مقاصد کے لئے نہیں کرتے جب اس میں سلیمان علیہ السلام کی رہبری شامل ہے، اس میں ان کا حکم چلتا ہے اور ان کے اشارہ سے کام ہوتا ہے تو وہ تعمیری ہو گا اور نفع الخلاق ہو گا۔ ”يَعْمَلُونَ لَهٗ مَا يَشَاءُ“ یہ نہیں کہ جو چاہیں وہ بنا لیں، جو وہ چاہتے ہیں بناتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کی اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی طاقتوں کو اللہ کے عطا کئے مطابق اور نئی کو جو پیغام دیا جاتا ہے اور جو مقاصد عطا ہوتا ہے اس کے مقاصد اور اس کی خصوصیات کے مطابق اس کو استعمال ہوتا ہے۔

ساری دنیا کی خرابی یہ ہے کہ وہ چیزیں تخریبی اور سلبي (DESTRUCTIVE & PASSIVE) مقاصد کے لئے استعمال کی گئیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ يَفْعَلُونَ لَهٗ مَا يَشَاءُ وہ آزاد نہیں تھے جو چاہتے بناتے لوگوں پر عمل کرتے اور قوتوں کو تباہ کرتے اور ملکوں کو پامال کرتے۔

میرا اندازہ بھی نہیں تجربہ ہے کہ اسلامی تاریخ کا اس نقطہ نظر سے اس عنوان کے تحت بہت کم مطالعہ کیا گیا کہ مسلمانوں نے کیا صنعتی ترقی کی اور اس وقت کی موجودہ دنیا جسے ترقی یافتہ دنیا کہتے ہیں۔ سائنسی دنیا (PROGRESSIVE) دنیا ہے وہ علم سے رنج دنیا ہے، اس میں کتنا حصہ (CONTRIBUTION) مسلمانوں کا ہے۔

مثان کے طور پر ایک بات کہنا ہوں، فلسفہ میں دو چیزیں ہیں، ایک قیاسی دس کو (DEDUCTIVE LOGIC) کہتے ہیں، دوسرا استقراء جس کو (INDUCTIVE LOGIC) کہتے ہیں یہ ایک تاریخی حقیقت اور مسلمہ واقعہ ہے کہ سائنس ٹیکنالوجی اور علوم عمرانیہ کا جو میں آتا اور ترقی کرنا منطق استقرائی کا چین منت ہے اور یورپ میں سائنس اور اس کی شاخوں کا ظہور اور تجربہ اور ایجاد کا عہد اس وقت سے شروع ہوا جب سے کہ اس نے قیاس کے بجائے استقراء سے کام لینا شروع کیا اور یہ استقراء کا اصول اور منطق استقرائی عربوں کا عطیہ ہے جو اندلس (اسپین) کے راستے سے یورپ میں آیا، موسولی ہائن: GUSTAVE (LEBON) جو مشہور و مسلم مورخ و مصنف ہے لکھتا ہے:

”لوگ تجربہ اور مطالعہ (استقرائی منطق) (INDUCTIVE LOGIC) کو جو علم جدید کی اصل حقیقت رکھتے ہیں، لیکن (FRANCIS BACON) کی طرف منسوب کرتے ہیں، مگر اب یہ اعتراف کیا جانا ضروری ہے کہ یہ طریقہ مکمل طور پر عربوں کی ایجاد ہے۔“

قیاس یہ ہے کہ آپ پہلے سے ایک نظریہ قائم کر لیں، اور کہیں کہ ایسا ہوتا ہے، اس کے بعد جو چیز آئے اس کے ماتحت کرویں، اس پر APPLY کریں اور کہیں کہ یہ ایسا ہی ہوتا ہے، محض اپنی ذہانت سے یا اپنے محدود تجربہ سے، کیوں کہ یہ غیر محدود نہیں ہوتا آپ نے ایک کلیہ قائم کیا کہ فلاں چیز میں یہ اثر ہے اور اس کے بعد آپ نے جو دوسری چیزیں دیکھیں ان کو اس ہیکے ماتحت اس کی لائن میں جو مت ہے آپ نے اس کو ڈال دیا، یہ قیاسی

دنیا کے تمام فلسفہ پر پور کی دنیو پر یہاں تک کہ یونانی فلسفہ پر بھی چھایا ہوا تھا، یونان کے
تذکرہ کے ساتھ ذہن خود نو ہوتا ہے کہ یونان نے قیاس میں اس قدر ترقی کی اور
نہ سے یہاں بھی جو منطق اور تصدیق کر ٹیک پڑھائی جاتی ہیں، وہ زیادہ یونانی فلسفہ پر مبنی
ہیں۔

استقرار، وہ ہے کہ مختلف بنیاد کا تجربہ کر کے اور ان سب کو زیرِ سر اور بن میں جو
چیز قدر مشترک COMMON FACTORS ہے اس کو اصول بنائے اس کا نام ہے استقرار۔
یورپ کے مائٹس کے مؤرخوں نے انہوں نے مائٹس کی تاریخ پر کتابیں لکھی ہیں یہ
یورپ کی ترقی پر کتابیں لکھی ہیں، ان کا اس پر اتفاق ہے کہ یورپ کی ترقی اور اس کی عالمگیر
سائنسی فتوحات و ایجادات و ترقیات کی بنیاد استقرار پر ہے اور اس کو سب جانتے ہیں
کہ استقرار کا اصول انہیں سے آیا ہے، انہیں سے استقرار کا اصول نہ آیا ہوتا تو یورپ
ترقی نہ کر پاتا، اس لئے آپ دیکھیں کہ پانی میں یہ خاصیت ہے، مائٹس نے قدر کو
دیکھا اس میں یہ خاصیت اپنی طرف سے ایک اصول آپ نے جملہ کی میں بنالیا، قیاس کر
یا۔ جہاں تو بھی نہیں، اس کو دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں، اپنی ذہانت سے آپ نے کہا کہ
ایہ ہوا کرتا ہے اور اس کے بعد ساری چیزیں اس کے ماتحت آئے اور ان سب پر
آپ نے اپنی کیا کتابیں بیچیں نہیں ہے، اصل جو چیز ہے وہ استقرار ہے کہ آپ جملہ کی نہ
دیں۔ چیزیں کو دیکھیں، ان کی نہ جانتیں کو دیکھیں، ان کے نہیں کو دیکھیں، درخت کو بھی
دیکھیں، پتے کو بھی دیکھیں، پھول کو دیکھیں، زمین کو بھی دیکھیں، مختلف اشیاء کو بھی
دیکھیں۔

اور پھر اس کے بعد دیکھیں کہ بن میں مشترک چیز کیا ہے اس کے بعد کلیہ اچے نہیں کہ
ہر چیز کو بنیاد بن کر دیکھیں، یہ مشترک ہونا ہے اس نے یورپ کے دماغ کو ایک
نئی روشنی ملنے کی دیکھ کر یہ کہ ان کو کیا اور مائٹس کی ترقی، اسی بن سے شروع ہوئی،

اگر آپ مجھ سے پوچھیں کہ اس کا یوم پیدائش کیا تھا، جیسے انسانوں کا ہوتا ہے تو میں کیوں گا کہ اس کا یوم پیدائش دو دن ہے جس دن استقر، کو یورپ نے مانا اور استقر، کو ایتھین سے حاصل کیا۔

اسی طرح اس علاقہ میں جس کو - دروائس کہتے ہیں، جس میں بخارا، اور سمرقند وغیرہ شامل ہیں، (اور اتھین) سے میں چند دن پہلے وہیں سے ہو کر آیا ہوں اور وہاں بڑے بڑے علماء فلسفی اور وجد و محقق پیدا ہوئے، شیخ الرئیس ابن سینا کی کتاب "القانون" ہے، آج بھی اس سے استفادہ کیا جاتا ہے، اور حیرت نوازی ہے اس کی قسمت پر ورس کے وسیع تجربہ پر اور ذہانت پر کہ کس طرح اس نے اعضاء انسانی اور خلقت انسانی کے خواص سمجھے ہیں، اور بتائے ہیں، اور امراض کی تشخیص کی اور ان کا علاج بتایا، اس طرح مختلف مہدانوں میں عام اسلام نے وہ ترقی کی جو یورپ کے لئے ایک بنیاد بن گئی اور یہ بات بڑی غلط فہمی اور کرمحس پر مبنی ہے کہ انسانی ترقی سائنس کی ترقی اور جو سائنٹفک علوم ہیں، ان سب کی ترقی یورپ سے شروع ہوئی ہے اور یورپ اس کا گویا معلم اول ہے یہ دست مطالعہ کی کمی نظر کی کوتاہی اور مصیبت پر مبنی ہے، مجھے خدا نے موقع دیا کہ میں ایتھین گیا اور میں نے سینکڑوں لوگوں کو دیکھا اور میں اس کے ایک گورڈین (TOLTOU) سے مل کر غرناطہ (GRANATA) تک گیا، میں نے الکمر، کاکامہ دیکھا، بشیر، یکن، قرطبہ کی مسجد دیکھی اور وہاں کی عمارتیں اور آثار قدیمہ دیکھے، اتنی طریقہ سے بغداد میں اور جہاں مسلمانوں کے دارالسلطنت ہیں وہاں آپ کو مسجدیں ملیں گی جس پر حیرت ہوگی کہ اس زمانہ میں یہاں تک لوگ کیسے پہنچ گئے تھے، یقین نہیں ہوتا ہے کہ ان کو اس طرح بنایا جاسکتا ہے اور یہاں اسیرونی جیسے لوگ پیدا ہوئے جو ہندوستان آئے اور ان کا نام شیخ میں اعتراف کیا گیا ہے کہ بہت سے ایسے نظریات ہیں جو سب سے پہلے ان ہی لوگوں نے پیش کیے ہیں۔

یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ ایک بدعت کی جارہی ہے جس اپنی دینی اصطلاح میں بول رہا ہوں کہ بہت سے لوگوں کو اس بدعت سے روکا جائے، یہ بدعت نہیں ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مسلمانوں کی ایک قدیم سنت کا حیا ہے اور اس کو ترک نہ کیا جا رہا ہے، اور مسلمانوں کو اس کی بڑی ضرورت ہے، اور مسلمانانِ ائمہ ان میں بھی بہت سی قوموں سے آگے رہے ہیں، میرا مطالعہ یہ ہے کہ سفر کرتا رہتا ہوں اور مختلف تعلیمی حلقوں اور اداروں میں جاتا ہوں اور ہندوستان میں نہیں، ہندوستان سے ملحق خطوں میں بار بار گیا ہوں کہ مسلمان اسی زمانہ میں نیک نالوجی اور سائنس کے میدانوں میں پیچھے ہیں، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا ذہن ادب اور شاعری میں زیادہ چلتا ہے، فنونِ لطیفہ کی طرف زیادہ چلتا ہے، اور بعض لوگوں نے یہ کلمہ بنا لیا کہ مسلمان تو بس جس میں لطف آئے اور جس میں حسن ہو، ذائقہ بھی ہو، اس میں مسلمان کا ذہن زیادہ چلتا ہے، باقی وہ چیزیں جو ذرا جفاکشی چاہتی ہیں، صبر چاہتی ہیں، یا جس میں دیرنگی ہے اور جو بے مزہ معنوم ہوتی ہیں، اس میں کم چلتا ہے، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے، جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے یہ بہت ہی صحیح لائن فیصلہ ہے۔

مجھے بڑی خوشی ہے، مبارک باد دیتا ہوں کہ ہمارے شہر میں یہ ایک مرکز قائم ہو رہا ہے، اور ایسے مرکز کی ہر شہر میں ضرورت ہے اور مسلمانوں کو ایسے دارے چلانے کی ضرورت ہے، اس لئے کہ اب بھی سیاست یا جمہوریت اور علم و فن کے دور میں اب بھی نیک نالوجی کی صنعت کی، اور تحقیقات کی اور سائنس کی مختلف شاخوں کی ضرورت ہے، اور افادیت ہے اور خیال ہوتا ہے کہ یہ اہمیت اور بڑھتی ہوئی ہندوستان میں عزت کی زندگی اپنی صلاحیت سے گزرنے پر قادر اور خود کفیل بننے کے قابل اس وقت تک نہیں ہو سکتے جب تک ہم ان میدانوں میں بھی مہارت حاصل نہ کر لیں ورنہ ہم سے کم اس سے کم کام نہ لے سکیں۔

حضرت! میں اس ادارہ کے قیام پر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو ترقی دے، اور اس کی شاخیں قائم ہوں، مختلف اضلاع میں اور مسلمانوں کو ان علوم سے جو بے گانی اور جو بعد پیدا ہو گیا ہے وہ دور ہو اور وہ ان آدمیوں سے ایسے مابین کو نکالیں کہ وہ بھرتیوں کو، وہاں کی طاقتوں کو اور ان سب کے راز کو سمجھنے بلکہ ان کو دہانے تک کی صلاحیت پیدا کر لیں تاکہ مسلم ممالک اور مسلم معاشرہ کی جو اقدار (VALUES) اور معیار (STANDARDS) اور مقاصد ہیں ان کی حفاظت کر سکیں۔ یہ بہت بڑی خدمت ہوگی اور اسلام کو طاقت پہنچانے کا بڑا ذریعہ ہوگا، اور یہ اپنے کسب معاش کے ساتھ ساتھ ایک کثیر القوا کام ہوگا۔

وما علینا الا البلاغ المبین

اکوڑہ خشک میں حضرت سید احمد شہیدؒ کے جہاد اور شہداء کا خون

دارالعلوم حقایق کی شکل میں رنگ لایا

یہ تقریر ۱۹۱۷ء کی ہے۔ ۱۹۱۷ء میں سید احمدؒ کی عظیم قدیمی عثمانی دینی درس گاہ دار
العلوم حقایق، اٹلہ میں جہاد، اساتذہ، طلبہ اور محرمین نے مسلمانوں کی
عمرتوں کا نام نہ لے کر اتحاد، موافق اور اتحادیوں کے نام سے خلافت کو برقرار رکھا
جہاد کے لیے کراہا۔

الحمد لله رب العالمين ، والصلوة والسلام على
رسوله محمد وآلہ واصحابہ اجمعين ، ومن تبعهم
باحسان ودعى بدعوتهم الى يوم الدين . (مابعد)

عبادت کی مشقت

میر نے بڑا نور... ستوار عزیز و ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک مشاق کی نماز کے
وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاد مبارک سے بہرہ ور نہیں ہونے دیتے، بہت اسی ہو گئی۔
بڑا ہول تھا۔ ہول کے ساتھ آپ ہار دینے، دینے، مسکن اس اشتیاق میں بیٹھے
ہوئے تھے کہ ان کی تعلیم سے ہر جن کی برکت سے نماز نیکی ہے ان کے پیچھے اس مسجد
میں جو اسی علی بن نقوی کا صدق ہے عشاق کی نماز پڑھ کر اپنے شہر چائیں اور
آرام کریں، یہ وہ تھے جو ان بھرا بھرا پر ہاتھ دھو کر بیٹھے نہیں رہے تھے، بلکہ انہوں
میں باغیوں میں، انہوں میں نماز ان عزت کرتے رہے تھے وہ گرمیوں کا زمانہ تھا یا
بارش کی رات تھی، نماز میں ان کا زمانہ تھا تو بندہ کی گرمی سب کو محسوس ہے، بہت سخت،

اسی قصہ کو یہ اہل بیت دیکھنے والی طرحی ہمارے سرِ اذن کا نم کرتے رہے اور آپ آئے تھے کہ غارت خانہ کر جائے۔ مگر جس نے جس نے ہمارے ہاتھ سے کیا تھا لوٹ کر کچھ لایا تھا۔ کچھ نہ لے سکے تھے، سب پر غارت خانہ اور قتل کا یہ تھا، حضرت مگر نے جو امت کے تالیش تھے اور ہمارے شیش تھے، انھوں نے محمد بن کیا ورنہ ان کی کیا زبان لگے تھے اور جو شیش ہونے لگے ہیں، آپ ہر شیش لے لیتے، لوٹوں پر ایک لگاؤ لی اور فرمایا کہ اس وقت روئے زمین پر نماز کے انگارے مل جائیں گے ان کے ہاتھ سے سوائے کوئی نہیں۔ یعنی پاکے والے تو بہت ہیں اور جمع ہونے والے ابھی بہت ہیں قرآن کے، غلے چلنے کے، سنے وقت کاٹنے کے لئے لگانے کی روئے ہر کوئی نہیں ہے۔

اسلام ہند میں

ہجرت کے شروع کا یہ قصہ ہے یا مریحان کا قراصل میں قیامت اور بعد کی قومیت ہوئی ہے قیامت مقصد اور قومیت کی ہے مقصد اور اثرات میں کمی نہیں، اسی طرح ہے ہندو مت میں جس وجہ سے اسلام آیا ہے، ان چیزوں کا تسلسلہ برابر جاری رہا، انھوں نے پر قوت ہوئی رہیں اور اہل حق سے فرق کر کے اپنے آپ کو خلافت سے داخل کر دیا۔ ہے، دور و گیم سے یا ہوان سے یہاں سے اسلامی قومیں گزرتی رہیں اللہ ان کو بڑا کرے، ان کے ہاتھ میں دھماکے خیر کرے ہیں کہ ان کی برکت سے ہندو مت میں اسلام کا ہندو مت ہو، اس وجہ سے ہندو مت میں ملتان ختم ہوئے گئے اور یہ دو چیزیں ہو گئیں، ہندو مت اور اسلام کی حکمت یہیں قائم ہوئی اور بہت سے ایسے لوگ جو تعمیر کی قومیت اور مادی فائدہ دیکھے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتے، انہوں نے اسلام قبول کیا اور اس کے بعد ان کی اولاد میں ہزاروں انھوں اور سارے اسلام و اسلامی پیدا ہوئے ہم ان بارش ہوں گے اور فاقہ کشی کا بھی امکان نہیں بھولیں گے اور ان لوگوں میں سے جو مچا جتے ہیں جن کے حقوق قرآن مجید

میں آیا ہے۔

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا

وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ مَبْشُرُونَ بِالْآيَاتِنَا وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا

عِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ

مذکور فرماتے ہیں کہ ان مہاجر اہل بیت کے بعد ان لوگوں نے جو کہیں گے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت فرما رہا ہے کہ ان بھائیوں کی بھی ایسی سی باتیں ہوں گی جو ان میں جنت لے گئے۔ ان سے یہاں کے ساتھ پہلے پہلے گئے تو ہم محمود بن حنفیہ اور ان سے پہلے ان کی بیویوں سے لے کر امیر شاہ زئی تک جو اس راستہ سے آئے ہوں ان میں سب نے آخر میں آئے والا تھا اور جس نے مسلمانوں کے خلاف جو باتیں جمع ہوئی تھیں، وہ ان میں اور جس کی قیادت میں گئے، بے عنوان طاقتوں کی مکرور دہرائی، وہ غلبہ سلطنت میں نہیں بلکہ مسلمانوں کی عظمت و تہذیب سے تکیہ دیتے چاہتے تھے۔ پھر محمود اساتیل اور حنیویہ اور ہندی اور ہندوستان کے مسلمان پھر چچا سرساٹھ سال کے لے یہاں اپنے آپ کو غلام ٹھہرتے تھے اور اسلام کی شان کو دکھائی دے کر ان میں ان کے دل سے دھڑکنے شروع ہو گئے اور انشاء کرتے رہیں گے اور ان کو یہ راستہ بھی حرام ہے جس راستے سے یہ آئے اور شہر نشاۃ نے لیکن جیسا کہ انھیں ۱۱۱۱ھ میں حق صاحب نے فرمایا اور جی فرمایا کہ اے اللہ کے لئے خالص اللہ کی رضا کے لئے، مسلمانوں کو زندہ کرنے کے لئے، مسلمانوں کی زندگی کو شریعت کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے اور ان کو خالص اسلام کا حق دینا اور ان کو اپنی اور اہل گھر کے لئے حدود و شرعیہ کو نافذ کرنے کے لئے، تو انہیں شریعت کو نافذ کرنے کے لئے جو ہندوؤں ہندوؤں میں بعد ازاں کے بعد ان میں بلکہ اہل اسلام میں قوموں سے بہت مخالفت کی بنا پر جس کا موقع

ان کو ایک عرصہ کے بعد جوڑ کر ایسا کہ مسلمان وہاں اس جگہ تھے وہاں گھر بنائے تھے۔
 تو انہوں نے یہ وفد روانہ کیا، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی خدمت میں جنہیں خلفاء
 راشدین میں شامل کیا جائے، وہ جنہیں غلطیہ خاص کہتے ہیں ان کو معلوم ہو کہ وہ غلطیہ
 ماہی ہیں اور شریعت پر پورا عمل کرتے ہیں تاہم ایک وفد ان کے پاس نہ ضرور ان سے
 شریعت کی کمرقہ بغیر اس سنت کے اور بغیر ایسا حکم شرعی پر عمل کرنے کو دیا ہے۔ انہوں
 نے وہیں بیٹھ بیٹھ ایک پرچہ لکھا وہاں قاضی کے نام کہ جس وقت تمہیں یہ پرچہ ملے تو
 اپنی وقت عدالت کرو اور وہاں اس بات پر شہادت کو کہ تمہیں وقت مسلمانوں کے قتلہ ہوج
 کے قتلہ نے کمرقہ فتح کیا وہاں اس وقت اس سنت پر عمل کیا گیا تھا یا نہیں۔ اگر بات ہو
 جائے اور کوئی شہادت اس امر پر نہ ہو کہ پہلے اسلام و پھر جزیرہ کی دولت دی گئی تھی تو تمام
 مسلمان فہمیں ہی وقت کمرقہ چھوڑ کر اس کی حدود سے باہر جانا عزری ہو جائیں، اس
 کے بعد اس سنت پر نہیں کریں، پہلے اہل کمرقہ کو اسلام کی دعوت دیں، اگر منظور نہ ہو تو قہراً
 نہ ہو تو پھر جزیرہ کا نہیں، اسے بھی نہ مانیں تب جہاد کریں۔ قاضی صاحب کو پرچہ ملا،
 انہوں نے عدالت صاحب کی مدد سے مسلمانوں کی فوج کے قائم ہیں اور دنیا کی تاریخ
 میں شہید اس وفد کی نظیر نہ ملے کہ ایک مقرر جس نے اپنی فوج شریعہ سے اتارا ہم جہاد
 ترستان کا وزیر الخلافہ فتح کیا تھا وہ وہی حلیہ اور ایک معمولی مسلمان کی حیثیت سے حاضر تھا
 اس مسجد میں اس سے پوچھا گیا، اس نے اتفاق کیا کہ ہاں مجھ سے یہ نکلے ہوئی کہ
 میں خانہ دہی اور اسلامی فوجات کے تسلسل میں اس اہم شرعی حکم پر عمل نہیں کر سکا اور
 جب یہ معاملہ ثابت ہوئے تو قاضی صاحب نے حکم دیا کہ مسلمان اس شہر سے تھکے کریں،
 اسے خالی کریں، مسلمانوں نے گھر بنائے تھے، کھیتیاں جوت دی تھیں، بہت سے لوگوں
 نے اسے اپنا شہر بنایا تھا تو سب کچھ چھوڑ کر وہاں جھار کر چھ گئے، باہر جا کر کھڑے ہو
 گئے، جب وہاں کے رت پر ہتھوں نے یہ بدھ مذہب کے ماننے والوں نے مشرکوں سے

یہ معاملہ دیکھا کہ شریعت کا اتنا احترام ہے کہ ان کے دلوں میں اور عدل و انصاف کا اتنا لحاظ ہے کہ وہ اپنے قائد اور کمانڈر انچیف پر بھی اسے نافذ کرتے ہیں تو انہیں نے کہا کہ اب لڑائی کی ضرورت نہیں، ہم خود مسلمان ہوتے ہیں، چنانچہ سمرقند سارے کا سارا مسلمان ہو گیا اس واقعہ کے ذریعہ میں یہ غرض کرنا چاہتا تھا کہ اس وقت بھی جہاد کی اس سنت پر عمل کسی وقت چھوٹ جاتا تھا اور اس کے بعد تو معلوم نہیں تاریخ کا قہقہہ تو مشکل ہے مگر اس کے بعد مسلمانوں کی فتوحات کی تاریخ میں ہم یہ نہیں دیکھ سکتے کہ اس سنت پر عمل کیا گیا ہو۔ ہوا یہ کہ فوجیں بڑھتی چلی جاتی تھیں اور جو علاقے اور جو شہر ان کے راستے میں آتے انہیں فتح کر کے آگے بڑھتے جاتے، مگر اس اللہ کے بندے نے اس سرخوردہ نے جس کا نام حضرت سید احمد شہید ہے اور ان کے ساتھی مولانا شاہ اسماعیل شہید جنہیں ان کا وزیر اعظم کہئے، یادست و بازو کہئے یا لشکر کے کاظمی مفتی اور شیخ الاسلام کہئے، ان دونوں نے پہلی مرتبہ اس سنت پر عمل کیا اور انہیں سے وہ اعلان نامہ لاہور روانہ کیا گیا جو لفظ بلفظ کتابوں میں منقول ہے، تو یہی وہ سرزمین ہے جو ان مجاہدوں کے خون سے لالہ زار بنی۔

خونِ شہیدان ضائع نہیں ہوتا

میرے عزیز دایاد رکھو، خونِ شہیدان ضائع نہیں ہوتا، وہ ہزاروں بارغ کھاتا ہے اور اس کے نتیجے میں جیسے بارغ پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح مدد سے بھی پیدا ہوتے ہیں، خاصا جس بھی پیدا ہوتی ہیں، مسجدیں بھی وجود میں آتی ہیں اور وہ زمین اللہ کی راہ میں وقیع ہو جاتی ہے، اس لئے کہ اس پر شہیدوں کا اور مجاہدوں کا خون بہا ہے۔ تو آپ کی اس سرزمین کو یہ نفع حاصل ہے کہ یہاں پر اللہ کی راہ میں اس جہاد کا آغاز ہوا اور ابھی میں راستے میں سناتا رہا تھا کہ ہمارے راستے پر یٹلی کے ایک خان صاحب تھے عبد المجید

خانصاحب ان کا نام بھی اس فہرست میں شامل تھا جنہیں رات کو بھیجا جانا تھا۔ اکوڑہ کے چھاپہ کے لئے رات کو چھاپہ ڈالنا تھا اور یہاں سے مجاہدین کی جو فروغ گاہ تھی چھ کوس یا اس کوس کے فاصلے پر اور پھر رات ہی کو شیخون مار کر واپس ہونا تھا تو حضرت سید احمد شہیدؒ کے سامنے جب فہرست آئی تو ان کو معلوم تھا کہ عبد المجید خان صاحب بیمار ہیں اور کمزور ہیں تو ان کے نام کے سامنے نشان لگا دیا کہ ان کا نام نکال دیا جائے کہ یہ کوئی جہاد کا اہتمام نہیں آغاز ہے، مگر بہت سے مواقع آئیں گے ان کے جہاد کے قوان کو جب معلوم ہوا کہ میرا نام فہرست سے نکال دیا گیا ہے تو کوئی اور ہوتا تو اس موقع کو غنیمت سمجھ لیتا کہ چلے سر پر آیا ایک خطہ فوج لیا کہ چھ آدمی دس ہزار کی فوج پر چھاپا لے جا رہے ہیں، رات کے تھیب و فراز سے ناواقف ہیں، تو پہلا تجربہ تھا۔ سوچتے کہ معلوم نہیں کیا صورت پیش آئے تو وہ ایسے موقع کو غنیمت سمجھ لیتے کہ مجھے بھی کچھ کہنے کی ضرورت پیش نہیں آئی میرا نام امیر المومنین نے خود ہی کاٹ دیا۔ اس سے زیادہ بہتر کیا بات ہوگی۔ لیکن ایسا نہیں بلکہ وہ خود دوڑتے ہوئے آئے اور شکایت کی میرا نام فہرست سے کیوں کاٹ دیا ہے؟ فرمایا بھی تمہیں بخار آرہا ہے، میں سنتا ہوں کہ تم بیمار اور کمزور ہو اور یہ بڑا سخت چھاپہ ہے، اس کے لئے جفاکش اور حکومتداریوں کی ضرورت ہے، تو انہوں نے کہا کہ حضرت آج جہاد فی سبیل اللہ کی بنیاد قائم ہو رہی ہے اور یہ پہلا موقع ہے، تو کیا میں اس بنیاد کے موقع سے محروم رہ جاؤں؟ میرا نام اللہ اس فہرست میں شامل کر دیجئے۔ تو ان کا نام اس فہرست میں شامل کر لیا گیا۔ اللہ نے ان کو قبول فرمایا اور وہ اس چھاپہ میں شہید ہوئے۔

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی ضرورت

تو یہ سارے واقعات اس سرزمین کے ہیں پھر یہاں سے دوسرا مقام سیدوہیں ہوا جو آپ کے قریب ہے، اس کے بعد پھر ہوتے ہوتے ہمد و غیرہ کے صحرے ہوئے،

جہاں تک یہ وہ غیر دہلیس۔ میں ان سب ناموں سے مانوس ہوں، اس راستہ پر آج میں پہلی مرتبہ آیا ہوں اور اس سے قبل پشاور و مردان کے راستہ آتا ہوا تھا جو آج سے چونتیس پینتیس برس پہلے کا واقعہ ہے، جب دارالعلوم حقانیہ نہیں تھا اور میں آیا اور مجھ پر بھڑک چلا گیا کیا معلوم تھا کہ ایک دن ایہ بھی آئے گا اور میری عمروفا کرنے لگی اور اللہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھے گا کہ میں پھر دوبارہ یہاں آؤں گا اور اپنی آنکھوں سے اس دارالعلوم کو دیکھوں گا جہاں ان شہدائے حق نے صرف یاد تازہ ہے بلکہ اپنا اتساق بھی ان کی طرف کیا جاتا ہے، یہ نسبت، یہ نسبت، راوی انہی ہے کہ انشا اللہ رنگ لائے گی، خون شہیدان رنگ لایا، یہ نسبت انشا اللہ رنگ لائے گی۔ اس کا نام تھا یہ ہے اس میں حقانیت انشا اللہ قائم رہے گی اور یہاں سے جو لوگ تقسیم کئے وہ حقانیت کے خیر و دار ہوں گے، اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث اور شیخ العلماء حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کی زندگی میں برکت عطا فرمائے اور اس مدرسہ کی کامیابیوں کو دیکھ کر ان کی آنکھیں شہداء ہوں اور وہ خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لگائے ہوئے اس باغ کو سرسبز و شاداب رکھے اور پھلتا پھولتا رکھے۔ یہاں اس سرزمین میں ایک ایسا مدرسہ ضرور ہونا چاہئے تھا جہاں قال اللہ اور قال الرسول کی تائید میں بلند ہوں، اس لئے کہ یہی قال اللہ اور قال رسول ہی کا نتیجہ تھا کہ کتنے اللہ کے بندے تھیلیوں پر سر رکھے ہزاروں میل سے ہندوستان سے کہاں کہاں سے یہاں پر آئے اور کہاں یہ میدان، یہ قال اللہ اور قال الرسول ہی تھا جو ان کو اتنی دور بھیج لایا اور یہاں جب تک قال اللہ اور قال رسول کی حمدائیں بلند ہوتی رہیں گی۔ انشا اللہ تعالیٰ اللہ کی رحمت برپا رہے گی

۔ بنو آں ابد رحمت درفش است

خیم و خٹانہ با میر و نشان است

ابھی یہ خٹانہ خالی نہیں، وہاں باری ہے اور حافظ کے اس شعر پر میں ختم کرتا ہوں۔

از صد شے چیرے ایک نکتہ مراد است

سائرے شود ویران تا مکتبہ آباد است

کہ اپنے مرشد کی یہ باتوں میں سے ایک بات مجھے یاد رہ گئی ہے کہ عالمہ اس وقت تک ویران نہیں ہو گا جب تک ازمیکہ و معرفت قائم ہے۔ قال اللہ اور قال الرسول کا مکرر قائم رہنا اس وقت تک۔ لہذا ویران نہیں ہو گا اور یہ حدیث میں آتا ہے کہ جب تک ایک بھی اللہ اندک نہ رہے والا باقی ہو گا اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی۔ آپ و مبارک ہو یہ سر زمین بھی مبارک ہو، انجی کہی۔

سازم شہانی دانشمند اقبالہ سیت

نکاتے گاہے باز خولیں اس قلعہ چارینہ را

اور اس بار فطلوہ کی آپ قدر رہیں، اس کے اساتذہ اور اس کے علماء کی قدر رہیں، زبان و قلم صاحب علموں و تحقیقوں، اس لئے کہ اب ضرورت ہے جو یہاں کہ مولانا صاحب الحق صاحب نے اشار فرمایا کہ غربیت نے قلعے میں آجین لوگہ رہ گئے ہیں کہ جن کے اندر موصول ہو، دلولہ ہو، اٹھے خاندانوں سے بچوں، ان میں مجاہدوں کا خون ہو، شہیدوں کا خون ہو، امینوں کا خون ہو، وفاداروں کا خون ہو، دوجہ سنیں اور دوجہ ملک و ملت پہ تیں اور اس کے بعد اس زمانہ میں جو اس وقت ایک دوزخ ہے، جہنم کی ہے اور یہاں اسلامی قانون کے قواعد وادارے لئے جارہے ہیں اور مصلحت کے بارے میں جو

پس ان حفاظ نے مقرر تیں قرار دتے ہوں۔ میں نے یہاں تک کہ کسی پر احسان نہیں کیا۔ یہ انہی نے اور پر کوئی احسان نہیں بلکہ میں نے اپنے اوپر احسان کیا ہے اور وائے ماؤں نے مجھ پر اور یہ ہے مہم جو پر احسان کیا کہ یہ عزیز سرزمین جہنم و دوزخ کی جس مقصد کے لئے یہ زمین زمین ہوئی تھی اللہ تعالیٰ اس مقصد کو دنیا میں قائم کرے اور

۱۔ جس کا کلمہ پائند ہو، اسلام تو غایب ہے، مصلح ہو اور ہمارے گھروں میں، ہمارے دفتروں میں، ہمارے اداروں میں سب جگہ اسلام نافذ ہو۔

وَمَا يَكْبُتُ كَالْقَدْحِ الْفَنَسُ قَرْمَاةً

اللّٰهُمَّ انصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ وَاجْزَلْ مِنْ خِزْلِ دِيْنِ مُحَمَّدٍ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اور ہمارے سب دوستوں عزیزوں کو تمام روحانی و دنیائی بیماریوں سے شفا عطا فرمائے، صحت عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ ہمیں اللہ جس کی نسبت عطا فرمائے، ہمارے قلوب کو منور فرمائے۔ پھر سے وہ فحش کو روشن کرے، ہمارے اعضاء جو ارجح و قوت عطا فرمائے، ہماری آئندہ نسلوں میں اسلام ہو قائم رکھے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَاہٖ اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

عہد حاضر کا چیلنج اور امت محمدیہ کے فرائض

بہار تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد کے اساتذہ طلبہ اور معززین شہر سے خطاب
یہ سہ ماہی ۲۳ جولائی ۱۹۷۹ء کو جامعہ کے وسیع ہال میں منعقد ہوا۔ غیر متقدمی کلمات اور
تقدیمی تقریریں ہوئیں۔ انیسویں صدی کے مذہب اشرف (دھرم و پانی ہامد) کی ہوئی۔
اختتامی خطاب اور کلمات شکر ہوئے۔ عبد الغفار حسن صاحب (استاد جامعہ اسلامیہ
یہ پتہ منورہ گائے) نے فرمایا:

الحمد لله رب العالمين و المصلوة والسلام على سيد
الانبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه اجمعين ومن
تعلمهم باحسان ودعى بدعوتهم الى يوم الدين.
هو الذي سمعت في الامم رسولاً منهم يتلو عليهم
آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتب والحكمة

عہد حاضر کا چیلنج اور امت محمدیہ کے فرائض

حضرات ذمہ دارین جامعہ، اساتذہ و جامعہ اور عزیز طلبہ!

مجھے آپ کی اس مجلس میں شرکت سے مسرت ہے اور یہاں میں کوئی اجنبیت محسوس
نہیں کرتا اور مجھے محسوس بھی نہیں کرنا چاہیئے اس لئے کہ یہ سب حاضرین ہم زبان دور دور
خیال ہیں اور آپ کی تشجیح کے سوا اور ایک ہی قافلوئے مسافر ہیں، علم و دین کا قافلہ اور
اسلام کی دعوت اور تہذیبی کا قافلہ ہے۔

عصر جدید کا چیلنج

میں سمجھتا ہوں کہ عصر جدید کا سب سے بڑا اقتدار جدید اصطلاح میں ڈیٹنگ، مادیات، نفس پرستی اور دولت ہے۔ یہ قدرتی برز مانتہ میں رہا ہے، لیکن یہ قدرتی اس زمانہ میں جس طرح متغیر، طاقتور، دال اور فلسفوں سے مسلح سامنے آیا ہے، اس طریقہ سے کبھی نہیں آیا تھا، واعد یہ ہے کہ کڑشت دور میں، مادیات کے عروج کے زمانے میں بھی جو لوگ مادیات کے خلاف طر و ج پر تھے وہ بھی اسامی کتہ بی کا شکار تھے، وہ اپنی مادیات کے غلام، دروہست و اقتدار کے پرستار تھے، لیکن ان کو اس پر فخر نہیں تھا، بلکہ وہ کچھ شرمندہ و شرمندہ نظر آتے تھے، ان کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ ہم کوئی انھیں سر رہے ہیں، ہم اپنے نفس کی تسلیں تو کر رہے ہیں لیکن دماغ و رکی ترکیبیں سے عاجز ہیں، آپ اس زمانہ کی تاریخ پر جائے اور مادیات کے حیرت و دہش کی آیات کو مطالعہ کیجئے، آپ کو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ کی جو روحانی بستیوں تھیں، بلکہ جو نوک پستیوں سے بلند تھے، یہ نیا دور ان کے سامنے جھک جاتے، ان کا اب کرتے تھے، ان کے سامنے آنے سے کتر، تے تھے، شرماتے تھے، ان کے آنکھیں ملانے کی تاب نہیں رکھتے تھے، ان کے پہلو میں نفس "لوہار" تھا، یعنی وہ ضمیر نہیں تو اپنے جرم کا احساس، ان کا ضمیر بھی اس قسم کا تھا، انہوں نے مظالم کے باوجود وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ وہ ٹھیک راستہ بہت گئے ہیں، ان میں سے بہت سے لوگ جو مادیات کے بام عروج پر تھے وہ بھی مرتبہ خلوتوں میں رہتے تھے، اور بعض مرتبہ جب ان کا ضمیر بیدار ہوتا تھا پتہ ان سے اتر بھی کر بیٹھتے تھے کہ ہمارا استدعا ہے اور ہمہ نفس پرستی کے دلدل میں پیسے دوئے ہیں۔

مشرقی اور مغربی ییمپ کا واحد نقطہ نظر

لیکن اس زہ نعلی ٹھوس بات یہ ہے کہ ماریت کو شرق و مشرق کی کائناتیں مجھ جانتا ہے، ماریت کے بارے میں مغربی اور مشرقی کمپ میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اختلاف صرف یہ ہے کہ ماریت کی تعظیم کس طرح کی جائے اور یہ کس فلسفہ اور کس مکتب فکر کے ہاتھ میں رہے؟ امریکہ و اصرار ہے کہ اپنی ملکیت میں آزادانہ تصرف اور اس کے دست بال کی آزادی رکھنے کا اصول صحیح ہے، اور مشرقی کمپ، حق کی دوست بن کر اس پر ہتھیں رکھتا ہے اور اس کی دعوت دیتا ہے کہ کسی فرد یا گروہ یا خاندان کی وجہ روہ اور ہی نہ ہے، وہ اسکل زندگی کو مہرنا چاہئے اور اس میں جو دی مساوات ہوئی چاہئے اور اس کا اختیار حکومت کے ہاتھ میں نہ ہونا چاہئے، لیکن زندگی کس طرح گزارنی چاہئے؟ زندگی کی طاقتوں کو کس طرح استعمال کیا جائے؟ زندگی کی تنظیم کس طرح کی جائے اور وہ اسکی وہ مقاصد میں کس طرح ہمراہی اور تعاون ملنا چاہئے؟ پھر اس کے نتائج سے کس طرح محتج ہوا جائے اور اپنی زندگی یا مکتبی و مہربان مقصود کس کو ملنا چاہئے؟ انسان کی ترقی کا مدار کس میں چاہئے؟ اس بارے میں ان دونوں فلسفوں میں کوئی اختلاف نہیں ہو، دونوں اس چیز کے قائل ہیں کہ اصل چیز زندگی ہے، عزت اور رادوق آزادی ہے، جوئی ملک کے رہنا اور اپنے نفس کو ترقی کا پیر، موقع دینا، اپنی دونوں ضرورتوں کو پورا کرنا اور کس نے جو حقوق ہیں ان کو پورا کرنا، اس مادی جسم کو کشت و چرست کے جسم کو تمام پیشہ نامی اصل مقصود ہے، ان کہیں سے اسے تھوڑا کہیں جانا ہے، نہ کسی نے اس سے سب کتاب پیش کرنا ہے اور اس سے بندہ پلو کوئی فلسفہ اخلاق ہے، نہ لہذا، وہ نہایت ہے، نہ کوئی فلسفہ عقائد ہے، اور نہ اس کے علاوہ کوئی عقائد ہی جیسا، عقائد مطلق، اھلیت کلی یہ ہے کہ ہم اس دنیا میں اس لئے آئے ہیں کہ ہم اس سے ذخیرہ اور حوائج سے فائدہ اٹھائیں، ان کو آپس میں بانٹ کر

کہہ 'میں اور زعمی کا لطف اٹھائیں۔ اس میں جو چیز بھی حائل ہو اس کو دور کر دیا چاہئے، یعنی مقصد ہے تو نفع اٹھانا، لیکن جو چیزیں حائل ہیں ان کی تعیین میں ان میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے اس میں شائبہ حائل ہے، ایک خندان کی مطلق المعنی حائل ہے، کوئی کہتا ہے اس میں ذہنی ملکیت حائل ہے، کوئی کہتا ہے اس میں سرمایہ حائل ہے اور سرمایہ داری کا استحصال حائل ہے، کوئی کہتا ہے کہ غلط تقسیم اس میں حائل ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ اس میں جہل حائل ہے، کوئی کہتا ہے کہ اس میں ادھر اور طاقت کا فقدان، جو ان سب وسائل کو سب پر تقسیم کرے، حائل ہے، غرض یہ کہ جو اجزاء اور عوامل ہیں ان کے درمیان اختلاف ہے، لیکن مقصود میں کوئی اختلاف نہیں، اس زمانہ میں مادیت کی جو تنظیم ہو گئی ہے، جس طرح اس کو ریفاک (REFINE) کیا گیا ہے، جیسے شانہ دار نام دیئے گئے ہیں، جس طرح اس پر خوبصورت فیصل لگائے گئے ہیں، جس طرح کی توانائیاں اور صلاحیتیں کام کر رہی ہیں، جس طرح مادیت کو عام کرنے اور اس کو زیادہ سے زیادہ قابل قبول بنانے کے لئے کوششیں کی گئی ہیں، ہمارے علم میں انسانی تاریخ کے کسی دور میں اس کا کوئی ریکارڈ نہیں ملتا۔

سب سے بڑا چیلنج مادیت

اس طرح اس دور کا سب سے بڑا چیلنج مادیت کا چیلنج ہے، یہ ایک ایسی نئی حقیقت ہے جس کے اصول و انواع تو سیکڑوں ہو سکتے ہیں، لیکن جنس ایک ہے، اور وہ جنس مادیت ہے، اب اس کے انواع میں سرمایہ داری ہے، اشتراکیت بھی ہے، وراثت (کیوزم) بھی ہے اور دوسرے اقتصادی فلسفے بھی ہیں، لیکن سب کا منہجی اور نقطہ چارہ قدر مشترک (COMMON FACTOR) مادیت ہے، نفس پرستی ہے۔

وہ حقائق جو مادیت پر ضرب کاری لگاتے ہیں

جب انسان اپنے پیٹ کا اپنے معدے کو غلام تھا، اپنی اندرونی سفلی خواہشات کا غلام تھا، جب انسان دوات، عورت، زمین کے سوا کسی کو عقلی نشہ نہ دیتا تھا، جب دنیا کی کثیر آبادی مخلوق نے سامنے بچتی تھی اور اس کے سامنے ذاتی تھی، انبیاء، علیم المسلمام اپنے اپنے دور میں تشریف لائے اور انہوں نے بتایا کہ اس عالم سے ماوراء ایک عالم ہے، وہ عالم اس عالم سے کہیں زیادہ وسیع، کہیں زیادہ رقیق، کہیں زیادہ حسین، کہیں زیادہ کامل ہے، اس عالم کو انرم و کیم لوتو اس عالم کا کوہ انکرنا مشکل ہو گا۔ اس عالم میں زندگی گزارنا ایسا ہو گا جیسے پھلی کو پانی سے نکال کر خشکی پر ڈال دیا جائے تو اس کو دم کھٹنے لگتا ہے، جیسے کسی آواز پر بند نے نو کسی چیز کے میں بند نہ دیا جائے اور وہ پتھر بھی بہت ٹھک ہو، وہ پتھر پھڑانے لگتا ہے، اسی طرح اسے انرم سے ملے کہ وہ کیم لوتو تھوڑی آنکھیں کھل جائیں اور تم کو اس دنیا سے کشمیں آنے چھو جس دنیا کو تم سب کچھ دے ہو جس دنیا پر تم اپنی عزیز متاع و روح نیت کی، علم ہی، اخلاق کی قربان کر رہے ہو، اس عالم سے تمہیں تھیں آنے لگے، جس طرح کسی کو آب و صحت کے لئے لندن کے کسی بہت بڑے ذخیرے پر کھڑا کر دیا جائے تو اس کا دم کھٹنے لگتا ہے، اس کی جگہ آئے تعلق ہے، یہ دوجیز ہے جو قرآن نے صحت سلوی نے اپنے اپنے طور پر بیان کی ہے "قل معاذ اللہ لقل انہیں حطام کے لٹنے سے اس کی تعمیر نہیں ہو سکتی" اور اس کا لٹنے سے ادا کیا، یہ حطام ہے یعنی چور ہے، جیسے فسیق کا چور ہوتا ہے۔ ایسے ہی یہ ہو سکتے ہیں اس کو "کنزوع احجب السکھار لبعہ" کہ کسان کی سمیٹی جلیانی تو اس کو بڑی سمیٹی تھی اور اس نے رال چھینے لگی، اور اس نے کہہ کہ یہ اچھا یہ شان ہے جو نکلا ہے، کیسے یہ سمیٹی ہے، پھر تم کو زنی ویر کے بعد غراس کا ایک مہو کا چلا آیا انسان کی وراثی اس پر مبنی تو معدوم ہوا نہ کیونکہ بھی نہیں ہے۔

باز مچھ اطفال ہے دیا مرے آگے

سب سے پہلے اللہ کے فیصلوں نے دنیا کی یہ حقیقت منکشف کی کہ دنیا بچوں کا نہیں ہے، دینے دیت پر تینھوہ گھر بناتے ہیں، کھل بناتے ہیں، گھر بننے بناتے ہیں، پھر اپنے ہاتھ سے توڑ دیتے ہیں پھر بناتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور پھر خود ہی توڑ دیتے ہیں یہ دنیا بڑی بڑی اطفال ہے یہ دنیا اس مغلہ کے سامنے، عارفین کے سامنے جن پر اللہ نے یہ حقیقت منکشف کی، ان کو سب تاریخی پر عین تو آپ کو یہ سب کچھ نظر آنے لگا۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا

بغیر: میں ایک مرتبہ ہم نے وہ یورپ دیکھا جو قس تاریخی کے مختلف تھوڑے تہذیبوں، وہابی فرات کی تہذیبیں، گھر وہ وغیرہ کا زمانہ اور وہ مغلہ سون کون سی سلطنتوں کے آثار تاریخی یا آثار کے طور پر سجائے رکھے ہیں، پھر اس کے بعد تاریخ کو منہ کرتے کرتے عہد مہاشی اس کے بعد سلطنتوں کا زمانہ، مہاشیوں اور مغلوں کا زمانہ، ترکوں کا زمانہ، انگریزوں کا زمانہ، فیصل بن حسین کا زمانہ، سننے آیا، آپ یقین لیتے اتنی دیر میں مجھے دیر کے تغیر و تبدل سے ملتی گئی جیسے کوئی تاریخی چٹائی کھائے، کوئی اور مغلہ، اور روس روس کے تھلے آیا اور مجھے معلوم ہوا کہ یہ سب تماشائی تماشائے یہ وہ مغلہ ہیں جن کو ہزاروں لی مغلہ نے لے کر لے کر اور آخر کرنے میں ہزاروں سال لگے، اسی کو پانچ سو برس کے ہیں، تاریخ کو یہ معلوم ہونے لگا کہ مغلہوں کا معاملہ سے جو محض جبر کا تھا۔ یا خواب تھا، جن کو لوگ سمجھے ایک ہزار برس تھا، ہم نے ان کا انجام دیکھ لیا، ہم اس قدر کڑا لے ہیں جنہاں انسانیت کا مہر ہے اور لمبے پر گھر ہے ہیں، ایسے ہی ہمارے بعد جو لوگ آئیں گے اور وہ بھی دیکھیں گے۔ "قل مناع اللعاب قذیل" ہم جس بطلوں میں سمجھے

رہے ہیں روئے نکلیں ہے۔

جگہ وہ لگانے کی دنیا نہیں ہے

نہ کو اس دنیا کو آج، رنگ ہے، اس لئے خدا نے یہ دنیا سامانِ فنا کوں پر ایسی مختلف
 نمونوں کی ہے، جیسے کہ رنگین پر مختلف کی تھی، اور یہ دنیا اور ان ہو جاتی، اس دنیا میں مٹان
 بنانے میں کسی کا دل نما اور نہ ہر نہ ہو، ٹیکڑی کو ٹکڑے کرنے میں کسی کا دل لٹا کر یہ خدمت
 انی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو آنکھوں سے روپوش کر رکھا ہے، اور نہ اگر یہ حقیقت
 مختلف ہو جاوے، اور آخر میں ہوتا ہونے والا ہے پہلے کر دکھا دیا جائے تو انسان سے
 پتہ نہیں نہ ہونے کا یہ تو اس کا ہر ٹکڑے جانے کا یہ پتہ پر ہاتھ رکھ کر چھو جائے گا اور اٹھتی ہو
 اس پر شکر ہو جائے گا۔ یہ دنیا، علیہم السلام کے جگہ، اور ان کے ہاتھوں کا پتہ تھا کہ سب
 جانتے ہوئے انھوں نے دنیا کے حقوق والے اپنے عزیزوں کے حقوق اٹکے،
 نہ مایوں نے حقوق اٹکے، اور انسانوں نے حقوق اٹکے، وہ تو سیدھے ساتھ رہے،
 دنیا نے ساتھ رہے، زمین نے ساتھ رہے، عوام کے ساتھ رہے، اپنی صلاحیت کو
 انھوں نے استعمال کیا، اس شے میں رہے، جس محلہ میں رہے، اس کو ساتھ کیا، لیکن اس
 انھوں نے ایک مدت کے لئے بھی اس میں نہیں رہا، اور یہاں کہتے رہے اللہم رزقہ!
 عیش، اور خیر، کیونکہ اس کا انجام بہانہ تھے، اور پھر اس کے بعد انھوں نے تمیہ بھی کی
 مسجد بن بھی جائیں، اسلام بھی پھیلایا، فتور سے بھی نہیں ملوں کو اللہ کی قسم وہیں شامل بھی
 کیا، مئے تلوم و تلون، اور میں لائے، تاریخ کی انھوں نے اسکی بنیاد رکھی جو آج تک
 محکم ہے، یہ سب کچھ کیا، لیکن فرق یہ ہے کہ وہ اس دنیا کو آخری منزل نہیں سمجھتے تھے، وہ
 اس دنیا کو ابتدائی منزل سمجھتے تھے، اور یہ تمام میں اور ان میں فرق ہے۔

مادیت کے راکب یا مرکب

اس وقت مادیت کا جو جادو تھا وہ جادو لوگ توڑتے تھے جو اس مادیت سے اپنے آپ کو آزاد کر چکے تھے، جو مادیت کے غلام نہیں تھے، جن کا یہ حال تھا کہ مادیت کو انھوں نے تابع کر رکھا تھا، وہ مادیت کے تابع نہیں تھے، مادیت کے راکب (سوار) تھے، مادیت کے مرکب (سواری) نہیں تھے۔ آج اصل فرق یہ ہے کہ مادیت کے ہم مرکب ہیں یا ایسے بے اختیار راکب کہ

”نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں“

اور یہ ہماری حالت ہے کہ جیسے کوئی ٹھوڑا چھوٹ جائے اور اس کا راکب بے اختیار ہو جائے، مادیت ہمیں سرپیٹ دوڑائے لئے پھر رہی ہے، وہ دیکھ میں نہیں آتا کہ ہم اس ٹھوڑے کو کس طرف سوزیں گے اور اس کو کس طرح چھوڑیں گے، دونوں باتیں ہمارے اختیار میں نہیں، خدق میں لے کر کود جائے گا، کسی کھائی میں چھٹاٹک گئے گا، سمندر میں کود جائے گا ہمیں پتہ نہیں، تو اس وقت ہمارے پورے تمدن کا یہ حال ہے کہ تمدن ہمارے اختیار میں نہیں رہا، تمدن کی ہڈ ہاتھ سے چھوٹ گئی ہے، مادیت کو ہمیشہ ان لوگوں نے چیلنج کیا اور ان لوگوں کے چیلنج کو اس نے قبول کیا جو اس سطح سے بلند تھے، جن کو اللہ تعالیٰ نے قاعدت کی دولت عطا فرمائی تھی، جو بادشاہوں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے، وہ بادشاہوں سے اس طرح باتیں کرتے تھے جس طرح مرے بڑوں سے باتیں کرتے ہیں، وہ ان کو مرے بڑ سمجھتے تھے، ان پر رحم کھاتے تھے، اپنے حال پر خوش تھے، ان کو ان بادشاہوں پر قریب آتا تھا کہ غریب کس مصیبت میں گرفتار ہیں، ان میں نصیب نام کو نہ تھا، واقعی بن کے اس میں در ہوتا تھا، دیکھئے ربیع بن عامر سے رستم نے جب پوچھا کہ تم کیسے آئے ہو؟ تو کہا کہ تم کو دنیا کی مال کوٹھری سے نکال کر دنیا کی وسیع فضا میں داخل

کر آئے ہیں، میں نے ابولہب کی ایک تقریر میں کہا کہ اگر وہ اللہ کا بندہ کہتا کہ ہم تم کو دنیا کی تنگی سے نکال کر آخرت کی وسعت میں داخل کرنے آئے ہیں تو مجھے درجابند ہوتا، یہ تو ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ "الدنيا سجن العوام و جنة الکفار" دنیا تو ایک قفس اور سجن ہے، لیکن مجھے تعجب ہوتا ہے کہ اللہ کے اس بندے نے جو بیت چتر ہاندھتا ہوگا، اس سے پاس ضرورت کا راشن نہیں ہوگا اور جسم پر جھٹکڑے لپیٹے ہوگا، کیا واقعی تم کو اس نے کہا کہ ہم تم کو دنیا کی کٹھڑی سے نکال کر جس میں تم بند ہو، وسیع فضائیں منتقل کرنے کے لئے آئے ہیں، کیا عرب کی فضا وسیع تھی؟ کیا عرب میں وسائل معیشت محدود ہی نہیں بلکہ تقریباً معدوم نہیں تھے؟ بیت بھر کھانا بھی لوگوں کو نہیں داتا تھا، جہاں ۱۰۰ افراد کی تعداد تھے ہوتے عیسویں کے اندر اور مٹی کے بنے ہوئے بھونچے لوگوں کے اندر رہتے تھے جہاں ان کو یہ شکا مل گیا یا اپنے ہی اونٹوں کو ان کی کمر تو تویاں کی میرد تھی، اس دن معلوم ہوتا تھا کہ رزق کے دروازے کس کے کھلے، کیا وہ اللہ کے اس بندے نے کہا تھا اپنی خبر لو تم تو بیچنے میں گرفتار ہو تھوڑے سے دانے ذال دیکھے کئے ہیں اور تم اس کو کھانا خرش ہو رہے ہو، ہم آئے ہیں تاکہ تم کو آزادی اور کس میر مسلمان کی اس وقت کی فکر تھی، اور یہ اس وقت کے مائے ربانی تھے، لوہا منہ کے پاس جا کر مایہ دیت کا طوق لگاتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ تم ان کی دامن دلتا ہیں اور یہ وہ ایسا پیش کردہ ہے ہیں اور ان جنت میں رہ رہے ہیں، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا مکتوب "الجنة هي صغرى" مہر کی جنت میرے سینے کے اندر ہے، اس لئے کہ ان کو اللہ نے نہ جبراً نہ ہر کسی چیز سے آزاد ہے نہیں تھے، ہر وقت مگر حکم غالب تھا، ان زمر میں ان کو لذت اور دنیا میں ان کو عذاب نہ ہوا، ہر وقت جنت ہی جنت میں اوستے پائے رہتے تھے، سمجھئے اسے دیکھتے تھے وہ دنیا میں ہیں لیکن حقیقت میں وہ جنت القرام میں تھے، "ایک مرید ہوش میں آکر کہا کہ لوگ میرا کپ لے لیں گے مجھ سے کیا چھین لے جائیں

میں، میرے پیش کا سامان تو میرے دل کے اندر ہے، اس کو کون کانٹ سکتا ہے، بعض عارفوں کا قول سنا ہے کہ ”خدا کی قسم اگر دنیا والوں کو معلوم ہو جائے کہ ہم کس پیش میں، کس مزنے میں ہیں تو ہم کو جیٹنے نہ دیں، تلواریں لے کر جس طرح ملکوں پر حملہ کرتے ہیں اسی طرح ہم پر حملہ کریں، اور تھوڑی سی جگہ جو ہم نے بنائی ہے، ایک گوشہ میں یا مسجد کے کونے میں، ہمیں یہاں بھی جیٹنے نہ دیں، سمجھیں کہ یہاں کوئی عزائم گڑا ہوا ہے یہ جو فرش پر بچھا کر بیٹھا ہے، اتنا گناہ ہے کہ اس کو نہ بھوک معلوم ہوتی ہے اور نہ پیاس معلوم ہوتی ہے اس کی جائے نماز کے نیچے ایک سوتا ہے، کلکشن ہے، جہاں سے رزق ملتا ہے، جہاں سے فرحت، البتہ ہے، تو وہ ہمیں انھادیں اس مصلے سے اور ہم سے کہیں کہ جنگل کی راہ لو، اور مینہ کو وہاں کھدائی کریں جیسے پٹرول کی کھدائی ہوتی ہے۔

قناعت کا جوہر

حضرات! اصل چیز کا مقابلہ دو علماء کر سکتے ہیں، جن کے اندر قناعت کا جوہر ہو جو کسی دامن میں نہ تو آسکے اور کہیں نہ۔

برہاں دام بر سرِ باغ و گردن

کہ عقارِ بلند است آشیانہ

جاؤ کسی اور کو آزمائو ہم کہنے والے نہیں ہیں، ہم سکوں کے عوض یا تمہارے عہدوں کے عوض، کرسی کے عوض، یا عزت کے عوض ہم اپنا خمیر بیچ ڈالیں، اپنا سکونِ قلب بیچ ڈالیں، یہ نہیں ہوگا، اس کی امید نہ کر، چنانچہ آپ عارفین کو دیکھیں، حضرت مرزا مظہر جاناں شہیدؒ کو بادشاہِ دہلی نے یہ پیغام دیا کہ حضرت مجھے کبھی خدمت کا موقع نہیں دیتے کبھی تو خدمت کا موقع دیں، کبھی تو فرمائش کریں، اور ہزار روپے کی رقم پیش کرنی چاہی تو فرمایا کہ دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”قل متاع الدنیا قليل“ اس دنیا میں سے ایک بڑا عظم

یہ ہیں نبوت کے چار شعبے جو اللہ تعالیٰ ان کے ناصحین کو بطریق نیابت، بطریق خلافت و عطا فرماتا ہے۔ ایک تو یہ تلاوت القرآن جس کا آپ نے نمونہ دیکھا کئی قاریوں نے پڑھ کر سنایا اور ہر جلسہ میں سنائے کا رواج ہے اور ہر درجہ میں حفظ و تجوید کا انتظام ہے، اور یہ سلسلہ انشاء اللہ قائم رہے گا۔ ”انما نحن نزلنا الذکر وانما له لحفظون۔“ اس کے بعد بعض آیتوں میں آتا ہے ”یصلوا علیہم ایاتہ و یعلمہم الکتاب“ تعلیم کتاب و حکمت کو مقدم کیا ہے اور یہ سیاق و سباق کے مطابق ہے، یہ بڑے اہل نظر کا کام ہے، وہ بتائے گا کہ یہاں کیوں مقدم کیا ہے اور یہاں کیوں موخر کیا ہے، کیا ماحول ہے، سورۃ کا مرکزی نکتہ کیا ہے، یہ تو کام کرنے کا ہے، کتاب کی تعلیم یہ علوم دینیہ ہیں قرآن و حدیث میں تفسیر ہے۔

حکمت سے مراد اخلاق

حکمت سے مراد اخلاق فاضلہ ہیں جیسا کہ ہر استاد اور اپنے زمانہ کے محقق مولانا سید سلیمان ندویؒ کی تحقیق ہے کہ حکمت کا لفظ جہاں جہاں قرآن میں آیا ہے اس سے مراد اخلاق ہے۔ ”وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ“ اس کے بعد جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ اخلاق ہی اخلاق ہے۔ پہلے حکمت کا لفظ استعمال کیا ہے، پھر اس کی جو انواع بیان کی ہیں، وہ سب اخلاق سے تعلق رکھتی ہیں، سورۃ اسراء میں سارے اخلاق بیان کرنے کے بعد فرمایا، ذلک مما اوحی الیک ربک من الحکمۃ (اے پیغمبر بیان ہدایتوں میں سے ہیں جو خدا نے دہائی کی باتیں تمہاری طرف وحی کی ہیں۔ یہاں اخلاق فاضلہ بیان کرنے کے بعد حکمت کا لفظ استعمال ہوا، معلوم ہوا کہ حکمت سے مراد اخلاق ہے، اخلاق فاضلہ۔

تزکیہ کے بغیر تعلیم کتاب و حکمت ناقص

اس کے بعد نفس کا تزکیہ آتا ہے، اخلاق و رویہ کو نکال دیتا ہے، حسد کو، قہر کو دور کرتا ہے، حب و دیو اور حسد جادو کو نکالتا ہے، اس کے بجائے اللہ کی محبت، آخرت کا، جنت کا شوق دل میں نکالتا ہے کوئی بھی جامعہ یا ذرا علوم ہو، اس کا مقصد ان فضلاء کو تیار کرنا ہے جو علماء، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت اور تزکیہ چاروں شعبوں میں اہلیاء کرام کی نیازت کا حق اور ذمہ لیں۔ علماء و حکمت ناقص رہے گی جب تک کہ تزکیہ اس کے ساتھ نہ ہو یعنی ہمارے علماء نفس کی تلاقی، کے پسندے سے نکل چکے ہوں، ان کو دولت و عزت کی بڑی سے بڑی مقدار اپنے معمولوں سے اپنی دعوت سے اپنے معیار سے اپنی تعلیم سے ماپنی زندگی، کے منہج سے نہ بنائے۔

آج عرب و عجم میں کسی چیز کی کمی نہیں لیکن اگر کمی ہے تو اہل ان زندگی اور قناعت کی، آدمی وہاں جھٹکتا ہے جہاں وہ چیز اس کو ملے جو اس کے پاس نہ ہو، یہ قاعدہ ہے ہرے پاس اگر کوئی چیز نہیں ہے تو میں مرعوب ہوں گا، لیکن میرے پاس اگر نہیں ہے کے فرق کے ساتھ وہ چیز موجود ہے تو میں مار نہیں کھاؤں گا، میں سر نہیں جھکاؤں گا تو اب جو لوگ ہدایت پرست ہیں، ہدایت کے ذمہ خود ہیں، یہ جب علماء کے پاس جاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کسی چیز میں بھی یہ ہرے سے کم نہیں ہیں اور پھر ان کے گھر دس کا نقشہ دیکھتے ہیں، اور ان کے گھر دس کی زندگی اور معاشرت دیکھتے ہیں، معیار زندگی دیکھتے ہیں تو متاثر ہونے کے بجائے ان کی بد امتیازی بڑھ جاتی ہے، آج پاکستان میں دو علماء تیار ہوں جو "تسلو علیہم آیاتہ و معلہم الکتاب و الحکمۃ و یزکیہم" پر عامل ہوں، جو نبوی براحت کے حامل ہوں۔ "ان الانبیاء لم یورثو دیناراً ولا درهماً و لکن ورثوا ہذا العلم" عمر حاشر کا بیان ہے ہدایت اور اس کا جواب ہے۔ ہدایت سے بالاتری،

عادت کی سطح سے بلند ہونا اور یہ ثابت کرنا کہ عادت ہم کو متاثر نہیں کر سکتی، اور ہم عادت کے غلام نہیں، میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم عبادت کو اپنے اوپر حرام کر لیں "قل من حرم زينة الله التي اخرج لعباده والطيبات من الرزق" یا ایہذا القبی لم یحرم ما احل الله فک۔ جب حضورؐ سے کہہ دیا گیا تو ہم سر ہمارے میں ہم عبادت سے پورا فائدہ اٹھائیں، اللہ کی نعمتوں سے پورا چرہ اندازہ حاصل کریں، ہم آزاد بن جائیں گے۔ تو خدا تعالیٰ کو سب سے بڑا نہیں، جیسے بعض بعض عالمی مسلمانوں کے حقیقی مانا کہ مسلمان میں پائی اور اسے ذرا دیا تاکہ۔ بے عزت ہو جائے، وہ بیسویں میں تقسیم کرنے کے لئے نہیں بلکہ بے حد سے ماننے کے لئے، یا بہت سائنس دانوں دیا یا بے شک کھارے ہیں تاکہ کوئی لذت حاصل نہ ہو یہ تو کیا نام کا ترکیب نہیں، شریعت میں کی بہت افواہی نہیں رہتی، آپ کو اگر متوسط درجہ کا خوش ذائقہ کھانا میسر ہے تو ضرور اللہ کا شکر ادا کریں اور ہر لمحہ پر شکر کریں، لیکن ہوس "اھل میں مزید" جو آج ہر طبقہ میں آئی ہے، ہر بائیل کوئی مقدار عزت کی کوئی مقدار اس کو طمع کرنے کے لئے کافی نہیں ہے اور "ہسل من مزید" کا غرہ بلند ہوتا ہے، عبادت سے بالکل متاثر نہیں اور فرمایا ہوں۔

چند اور یہ نشینوں کی ضرورت

آج پاکستان کو بچانے کے لئے جہاں اور بہت سی چیزوں کی ضرورت ہے جن کو اگر بچہ سے اسلام آباد تک اور اسلام آباد سے اس قیصل آباد تک جتا چا آ رہا ہوں، ان میں سے ایک بڑا عنصر اور ایک بہت بڑی طاقت سماوی زہرہ اندھا عادت والی اور خوداری والی زندگی ہے، علامہ اعلیٰ زندگی کا نمونہ پیش کریں کہ یہ معلوم ہو کہ یہ کئی اور نئی طبقہ کے لوگ ہیں، یہ وراثت انبیاء کے وارث ہیں، یہ ناہین انبیاء ہیں، یہ عادت کے زہر خوردہ اور اس کے قتل اور یہ نفسانی کے یہ سہا چراغ دنیا کی بے حقیقتی کا بہرہ دار اور اس سے نمونہ

معلوم ہو کہ دولت ہی سب کچھ نہیں ہے، جس کو سو پار غرض ہو وہ یہاں آئے، ہم کسی کے دروازے پر نہیں جاتے، اگر جاتے ہیں تو دین کی دعوت لے کر جائیں گے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے جائیں گے، کسی فریضہ، کسی سنت کے ایام کے لئے جائیں گے اپنی غرض کے لئے کسی کی سفارش کے لئے نہیں جائیں گے۔

اس خلا کو کوئی چیز پر نہیں کر سکتی

یہ پاکستان کی شدید ترین ضرورت ہے، اس خلا کو کوئی اور چیز پر نہیں کر سکتی، تصنیف و تالیف، خطابت، جمعیت، سیاست، بحریائی، کوئی چیز اس کی کو پر نہیں کر سکتی، یہاں کچھ آدمی ایسے چاہئیں جن کے پاس طاقت والے، سیاست والے، لے آنے پر مجبور ہوں اور اپنے در و دل کی دوا پائیں، اور ان کو محسوس ہو کہ خاصانِ خدا کیسے ہوتے ہیں، ہم بالکل سب سے حقیقت انسان معلوم ہوتے ہیں۔

میں نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ تزکیہ و احسان کی اگر آپ کے نزدیک ضرورت نہیں تو اس کی جگہ پر کوئی چیز ایسی ہو جو وہ کام کرے جو وہ کرتی رہی ہے، یعنی جہاں آ کر لوگوں کو اپنے اخلاق کی خرابی کا احساس ہو۔ اپنی انسانی پستی، اندوہنی بیماری کا کچھ احساس ہو جہاں آ کر ایک نئی طاقت، ایک نئی روح آدمی کو حاصل ہو، میں نے عربی شاعر حلیہ کے اس شعر پر اس مضمون کو ختم کیا تھا۔

اقلوا علیہم لا اہلا لا بیکم

من اللوم أو سدد المکان الذی مفدوا

”بس بہت ملامت ہو چکی، ان کو تم نے بہت مٹی میں ملایا اور

بہت ذلیل کیا، اب ملامت کو کم کرو، اس جگہ کو بھرو جس جگہ کو

انھوں نے بھر رکھا تھا۔“

آپ ایک ذاکر کا شفا خانہ بند کر گئے ہیں تو خدا سے کہہ کوئی دوسرا شفا خانہ اس سے بہتر تو قائم کیجئے۔ شفا خانہ نہ تو آپ نے بند کر دیا اور کوئی دوسرا شفا خانہ قائم نہیں کیا اور اس نے بجائے آپ کے کہیں نکال دیا، اس کے بجائے آپ نے کتب خانہ کھول دیا، کتب خانہ بہت مفید ہے لیکن وہ شفا خانہ نہیں ہے۔ کتب خانہ کی جگہ شفا خانہ ہی ملے سکتا ہے۔ طبیعت کی جگہ صحت ہی ملے سکتا ہے۔ اس زمانہ کا پہنچنا ہے مادیات اور اس کا جواب حقیقی، صحیح شرعی، مستوان مادی نیست، ترکیب نفس، جس میں کوئی نیز خداف شریعت نہ ہو کوئی ایسی چیز نہ ہو جس کی نظیر کتاب نیست میں اور عہد نبوی اور عہد صحابہ میں نہیں ملے۔ ایک طرف تو درائخ فی العلم ہوں اور ایک طرف درائخ فی الدین ہوں۔ یس میں اس پر ختم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہم کو اس راستہ پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

زبردست چیلنج اور دودھس نتائج
کے حامل خطرات

یہ فکرمند تقریریں مفسر و مفسرہ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی Nadwi رحمۃ اللہ علیہ ورحمۃ اللہ علیہ صاحبِ معلوم و دیہاد، جامعہ انعام سے خطاب کرتے ہوئے انہیں مدائرس کے مقام پر دیکھتے تھو ان میں سمجھا لے لیں۔ ساتھ ہی وجوہ و مقتضوں سے عقاید کرنے کے لئے ان کے لئے کی گئی تھی کہ وہ رہنمائی کی ہے۔ ان مقتضوں سے پانچ سو نو ناظرین جو سو سو جاقوت و رہبان اور ان کے صاحبِ کبر و عقاید کرتے وقت کا جہاد کی تک خاطر فرما رہے اور ہمارے طلبہ اس جہاد کرا کو حوالہ دینے پر صدرت حاصل کرنے کی تاکید فرمائی ہے اور فکرمندی زبان میں انہیں یہاں پر اس لئے کو بخیر و نعت کو جا کر کہی ہے:

الحسد لله رب العالمين والصلاة والسلام على

رسول الله صلى الله عليه وسلم أما بعد!

فَاعْبُدِ اللَّهَ مِنْ أَتْرَافِهِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ

الرحيب "وم كان المومنون لينفروا كافة، فنزلوا

سفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين

وَلْيَذَرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ.

منظوماتِ انار یہ سوال کیا جاتے کہ یہ قرآن مجید میں مدارسِ درسیہ کا تذکرہ ہے، کیا ان کے فرائض اور وہ بات کا ذکر ہے؟ تو میں کہوں گا کہ قیامت تک کے لئے اس آیت میں مدارس کے فرائض و مذہب و داریوں کی پوری تصویر کھینچی کر رکھ دی گئی ہے۔ اس آیت

میں مدد کی ذمہ داری کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے۔ "ایسا نہیں نہیں، دوا کے مومنوں کی ہر جماعت میں۔ سے ایک جماعت دین میں کچھ پیدا کرنے کیلئے گھروں سے نقل کھڑی ہوتی ہے کہ جب یہ لوگ دین سے کچھ آرا اور اس میں کچھ پیدا کر کے اپنے ملک و قوم میں واپس جائیں تو انہیں عصر حاضر کے تقاضوں سے ڈرائیں اور پانچہ نہیں دے ان کی قوم ان تقاضوں سے چوکنا ہو جائے اور ان سے بچنے کی کوشش کرے۔" حقیقت میں مدد ہرگز کا کام نہیں ہے کہ وہ ایسے افراد یا گریں جو اپنے زمانے کے نئے تقاضوں اور ماحول سے واقف ہوں اور ان کے متوجہ رہنے کی پوری طرح تیار ہوں۔

تاریخی خطرات

حضرت! تاریخ کے ایک طالع بود مشرق و مغرب کو قریب سے دیکھنے اور ایک تجربہ کار واقف کار کی حیثیت سے میں عرض کرنا ہوں کہ مسلمانوں کی تاریخ میں دو بڑے ناخوشگوار خطرات پیدا ہوئے، ایک تو صیہی سلسلہ تھا جس کا مقصد صرف بیت المقدس پر قبضہ کرنا تھا، بلکہ ان کے جوش و خروش میں شریعت پر قبضہ کرنا بھی تھا، آخر سلطان صفی الدین ایوبی کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو تھم کر لیا؛ دہا تو خدا تعالیٰ آج عالم اسلام کے اور قدر مہیا ہوتا۔ ایک مرد فہیم پیدا ہوا، اس نے مسلمانوں کی منتشر طاقتوں کو یکجا کیا اور پوری قوت سے پہلے ہیوں پر ضرب لگائی اور ان کو ایسی شکست دی کہ پھر دوبارہ عالم اسلام پر یورش کی جرأت انہیں نہ ہو سکی، اس یورش کے پیچھے کوئی اعوت و تحریک اور فلسفہ نہیں تھا۔

دوسرا عنصر وہ تاریخی یورش کی صورت میں سامنے آیا۔ تاریخی جیسی و جیسی قوم نے عالم اسلام پر زبردست حملہ کیا اور ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ان کا نشانہ آریہ عربی، ایران اور ترکستان تھے، اور انہوں نے انہیں پوری طرح حیران کر کے رکھ دیا تھا، لیکن ان تباہیوں کی میریت اور غیر معمولی دھماکوں پر ان کی تیشگی جتنی تھی کہ اس زمانہ میں یہ

بات نہ بے اثر رہے۔ بنی قحطی "اداقیل شک ان التبر فسد انہو سوا۔ ہلا
تصدی "۱۱" ہے۔ یہ جاننے لے تا ہمارے کوشش سے کوئی تو اس بات پر یقین نہ کرنا
اس سرے کہاں عراق و ایران و کہاں افغانستان کے ماضی و مستقبل کے لکھائے کہ تاتاریوں
کی تربیت سے آفات ان کے سر میں پر کچھ سے مراد تک ظفر خبیثے نہیں بٹے۔ اس زمانہ
تس یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ عالم اسلام میں وہابی لٹکے سے متبرک ہے کہ ان کے
معدلی قومیت کوئی تھی۔ ان کی اعتبار سے مسلمانوں کو قتل کرنا تھا۔ ان کی اس پیرائی کے
ساتھ کوئی دولت نہیں تھی اور کوئی فخر اور تجزیہ اس نے جس پر وہ مامور رہی تھی اور نہ ہی
وہ فی کلچر و تہذیب اور ان کے وحاب کرنے کا جذبہ ان تاتاریوں کے اندر کارفرما تھا۔
اندہ کوئی نے اس چیز کو بھی ختم کرنے کے لئے مصری جنرل لٹیر بھروسہ کو لکھا کہ اس
سے تاتاریوں کو شک و گمان نہ ہو۔ وہ یہ اثر بوسرہ کے اندر وائی اصرار سے بھی اس امر کی
دہشت نے اس پیرائی قوم کو ختم کر دیا۔

حضرات الشیخین رحمہ اللہ میں جو بہرہ مست فلاحی ہو غیر معمولی و دروس ثرات و
انجائے عالم کی بات ہیں۔ و پہلے وہ حضرات بہرہ جموں سے نہیں زیادہ نکلیں کہ تک
مفت اور تفسیر۔ آئی جدید تصنیف یا لہ اور تفسیر الہیہ کے دل و دماغ میں یہ بات
پوری طرح واضح ہے۔ ان کی کوشش سے امت و ائمہ راہ حق کے لئے یہ بات
آئی۔ وہ میں اس امر کا کوئی گوارا نہیں ماس ترقی یافتہ ماضی و حال اس کا کوئی پیغام
نہیں۔ وہ اپنے پرانی یا کار ہے۔ وہ یہ کہ وہ کا ماحول۔ یہ کہ صلاحیت نہیں کہتا۔ اس کی
ان کی کوئی طرح سے نہیں۔ ان کے ایک زمانہ میں یہ گوارا دیا تھا اس نے آخر ان کی رقم
انسانی تھی۔ علم و اس نے فراموشی میں یا اولیٰ دیا تھا۔ قہریم یہودی اور یہ مانی
مذاہب کی صورت سلامتی ایک ہے بلکہ مذہب ہے اس وقت یہ پیرائی پیرائی پیرائی
حکومت ان پر سرفہمور ہے۔ ان اس کی صورت کی پہلی ذہنییت و تہذیب (چالانی)۔

طویل سفر کر کے یہاں آکر ٹھہری نہیں کی۔ آپؐ ایسے مرکز میں آئے ہیں جس نے دین کی خدمت کا ایک گوشہ سنبھال رکھا ہے، اللہ کا شکر ہے کہ نودی فرزند عرب ممالک کو اپنی طاقت و تحریروں سے متاثر کر سکتے ہیں انہوں نے عرب قومیت کے فتنے کے خلاف جو آواز اٹھائی تھی وہ رائیگاں نہیں گئی۔ اس وقت بھی عدوۃ العلماء ایسے محاذ پر کھڑا ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے موت و زندگی کا محاذ ہے، اس وقت تمام مغربی طاقتوں کی یہ زبردست کوشش اور سازش ہے کہ اسلام کسی طرح گوشہ نشین ہو کر رہ جائے، وہ قصہ ہاشمی کی طرف تین چائے۔ زندگی سے سارے رشتے اس کے ختم ہو جائیں۔ اس وقت اس فتنے کے خلاف صفِ آماہونے کی ضرورت ہے، یہ ہم ترین اور مفید ترین محاذ ہے، یہ اسلام کی زندگی اور موت کا محاذ ہے اسی محاذ پر ندوۃ العلماء کھڑا ہے۔

اسی کے لئے ہم سب کو کوشش کرنا چاہئے یہی اس تعلیم کی غرض و غایت ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی نبیر خلقہ محمد و علی آلہ وصحبہ اجمعین
وہ اسلام علیکم

عصر حاضر کا جدید چیلنج اور اہل مدارس کی ذمہ داریاں

زیر نظر تقریر مفتاح اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم
لدنہ و العلماء میں تشریف لائے ہوئے۔ اہل اسلام کے ذمہ دار حضرات سے
خطاب کرتے ہوئے فرمائی تھی۔ جس میں حضرت موصوف نے عصر حاضر سے جدید
چیلنجوں کے سامنے اہل مدارس اور باب مدارس کی کیا ذمہ داری ہونی چاہئے اس پہلو
کو خوب اجاگر کیا ہے!

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد
الانبياء والمرسلين وخاتم النبيين محمد وعلى آله
وصحبه اجمعين ومن تبعهم باحسان ودعا مدعوهم
الذي يوم الدين ، اعا بعد!

حضرات گرامی! یہ ناچیز اپنے رفقاءے کار کی طرف سے حضرات اذکارین
انتظامی کا جو اپنا قیمتی وقت نکال کر اور سیر کی زحمت برداشت کرتے ہیں مجلس انتظامی میں
شرکت کے لئے تشریف لائے ہیں خیر مقدم کرتا ہے۔ اس چیدہ اور ممتاز و منتخب مجمع کو دیکھ
کر آپ سے اجازت چاہوں گا کہ اندر و کھارے انتظامی امور اور مشورہ اور فیصلہ طلب انتظامی
و تعلیمی معاملات کے متعدد دائرہ سے ذرا بحث کر ان حقائق اور حالات کی طرف بھی اشارہ
کروں اور آپ کی توجہ متغلف کروں جو اس ادارہ کے سرکردہ پیش اور عمل و مقام میں نہیں
ملک و ملت کو بھی درپیش ہیں اور ان سب پر اثر انداز ہیں۔ اور کوئی ادارہ و تحریک۔ تنظیم اور

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس کا تعلق کسی جراثیمی عصبيت اور عقلی سے نہیں کہ ان شخصائے مدارس نے یہ فرض (علیٰ حسن مرعوب و قویث) کا موبلی سے انجا سہ دیا اور ان کی وجہ سے ابھی تک اس پر ضعیفہ ہند میں بڑی حد تک علمی شخصوں اور ائمہ دینی، فکری، تہذیبی اور ادبی اہلیہ نے اختیار کیا ہے۔ یہ اور بڑی بات یہ ہے کہ ایک بڑے دائرہ میں اس نے وہ مقام محفوظ کیا جس میں سے فاضل و ارجحین زعمہ میں، مسیحیوں، آبادیوں اور مرزا اسلام جزیریۃ العرب اور جوہر مقدس سے نئے علم کے نئے نئے بہت و تفریق سے گزرے (اور ایک خاصہ فرقہ میں) عربی زبان اور سوسائٹی کے نام پر رہ گئے ہیں۔

ان ویلی تہذیبی و علمی غیرت و اہلیت مسلمانوں اور علماء دین و مذہبوں نے اپنے اس علمی جذبہ ملی غیرت اور اپنی خواہش اور پیش پیشی کو ہندوستان کی تک محسوس نہیں کیا۔ بلکہ اس سے کہ اسلام سے تعلق و تعلق میں بھی کام کیا، اس سے حد سے قریب خلافت، آزادی و غیرت اور آزادی و آزادی کے تشکیلات کی خواہش تک ان کی بھی پہنچ گئی۔ اور ان کی مدد و ہمیں تھی، ان کا تعلق ملی سے و کم کرنے کی ضرورت نہیں کہ اس کی تائید بہت دور محفوظ ہے اور ان حالات میں حال تک رہ گئے ہیں ان میں سے بہت سے اس کے شام علمی اور دماغی پہنچے ہیں اور بہت سے حضرات نے اس کو بھی کشش افکار سے اپنے اور ان کی طاقت اور اپنی غیرت سے واقف ہیں۔

علماء ہند کے کارنامے

یہ بات بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں محفوظ نہیں رہی کہ ہندوستان کے علماء اور مدارس کے ہندو علم و تعلیمی اور تعلیمی طور پر بھی ہندو علماء اور یہ ان ہند میں رہنے والے مسیحی جموں اور تعلیمی و انتظامیہ پہنچے کا یہ متاثر کیا جس کو ان مسلمان اہلیت کے علم اور علمی و تعلیمی مایاں میں بھی یہاں صدیوں کی پہنچ اور غاصبیت

متعدد علمی کارنامے اور تحقیقی و تقابلی مطالعہ کے نمونے ہیں جن کی مثال عالم عربی میں بھی ملنی مشکل ہے، ہم یہاں پر چند کتابوں کے نام پیش کرتے ہیں:

سولانا ٹپلی کی "الف حزمۃ فی الاسلام" مولانا سید سلیمان ندوی کی "خطبات مدراس" اور "ارض القرآن" مولانا عبد الماجد وریا آبادی کی انگریزی اردو ترجمہ اور تفسیر جن میں جدید ترین معلومات و تحقیقات، روشنی میں قرآن کا اعجاز اور مخفیہ سادہ پر تفوق ثابت کیا گیا ہے، ایسے ہی ان کی کتاب مشکلات القرآن، مولانا عبد الباقی ندوی کی کتاب "مذہب و عقیدت" وغیرہ۔

اب اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ علمائے ہند و فضلاء مدراس نے کبھی بیرونی اسلامی ممالک سے آنکھیں بند نہیں کیں، وہاں انھیں والے قتلوں، تشکیکی حملوں اور اتحاد و لادینیت اور "قومیت عربیہ" کی خطرناک اور بے حد فتنانگہ رکھنے والی مخالف اسلام دعوت کو نظر انداز نہیں کیا، اس سلسلہ میں (معذرت کے ساتھ) لیکن منظر اراہ اور ضرورتاً یہ عرض کیا جاتا ہے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فرزندوں اور فضلاء نے ہمیشہ ان بیرونی قتلوں کا نوٹس لیا، جو مرتز اسلام میں اورتیاب اور ترلازل پیدا کرنے والے بلکہ نصرانیت، یہودیت اور لادینیت کے لئے راستہ کھولنے والے تھے، اس سلسلہ میں ندوہ سے نکلنے والے رسالے "البعث الاسلامی" اور "الواند" کو فراموش اور نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، جن سے سنیم الطبع، اسلام پسند عرب بڑے متاثر ہوئے ہیں، پھر مرحوم عزیز القدر محمد اُتشی کے رسائل اور کتابیں جن میں "اسلام الحق" اور "الاسلام بین الاولیوم" خاص طور پر قابل ذکر ہیں، جن میں سے بعض کتابوں کو پڑھتے ہوئے راقم نے بعض عرب فضلاء اور قائدین کو انگلیاں اور تردید دیکھا ہے، اسی مقصد کے لئے مئی ۱۹۹۵ء میں مجلس تحقیقات و نشریات اسلام دارالعلوم ندوۃ العلماء کے احاطہ میں قائم ہوئی اور اس نے عربی، انگریزی، ہندی اور اردو میں وائز پچر شائع کیا جو بہت موثر اور اسلام کے بارہ میں غیر مستعد

مشترک و متحدہ طریقہ پر اس مقصد کے حصول میں شریک ہیں یہاں پر صرف ایک اسرائیلی فیاض جومیل زویئر (ZWIYER) (۱۹۵۲ء) کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جو ان کی اس تقریر سے، خود بخود بخوبی متلعین کی گائٹرس میں انھوں نے کی تھی۔

”برصغیر ان عمل میں ہماری سرگرمیاں ایسی ہونی چاہئیں کہ جن کا اصل نکتہ نہ تو خیر مسلم نس نہ اور جو مسلمانوں کے باہمی رہنمائی میں انتشار پیدا کر دے تاکہ ان کا ردوائیوں کے غلط فہمی میں مسلمان جلد کر رہ جائیں اور ہماری یہ کوششیں انھیں سخت لخت اور پڑھ پڑھ کر رہیں، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ اسلامی ممالک میں اس عمل کو ویکر امور پر مقدم رکھا جائے، کیونکہ اس عمل جدید کے سینوں میں اسلام کی روح پیدا ہو گئی تو اسلام ایک بار پھر اپنے غفلتوان شباب کے ساتھ منہ پر شہود پر چلو آ رہا ہوگا، نہہذا اس نازک صورت حال میں ضروری ہے کہ نو خیز مسلم نسل کو اس کے اٹھ اعتماد و ارتقا سے بعید سے کانہ ہٹا دیا جائے، قلموں سے کہ اس کی عقلی و فنی بالیدگی جنھیں کے مرحلہ میں داخل ہو۔“

حضرت ان کوششوں کے نتائج یافتہ ممالک عربیہ میں ظاہر ہوئے ہیں اور انھوں سے دیکھے جاسکتے ہیں، ان کا اولین اثر یہ ہے کہ دین کی اہمیت اور اسلام پر افتخار جب یہ تعلیم یافتہ طبقہ میں کمزور و ناتواں اور صاحب اقتدار طبقہ میں معدوم و منقود ہے، اور نہایت مشکل و آریاب، مغربی تہذیب و اتمدان سے حقیر اور جذبیہ جہاد اور شوق شہادت و شہیدانہ چیزیں ہیں ان میں عربی نکل میں تو اب ان چیزوں سے مستحکف اور مغربی تہذیب و اتمدان سے بیزار اور ان سے آزاد ہونے کی سعی و جدہ بھی فہم ہوتی چاہی ہے کہ ہمت کا رنگ آزادی و امانہ اہمیت (SECULARISM) کی حرف و کتابا بار بار ہے، قرآن مجید کا اعجاز تھا

سدا کا۔

ان سب حقائق، واقعات، خطرات اور اندازات کو سامنے رکھ کر آخر میں یہ عرض کرتا ہے کہ ہمارے مددگار عربیہ و ہندیہ میں ان حقائق و خطرات کو سامنے لانے اور مدافعت کے فضا، کو ان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار اور سرگرم بنانے کی ضرورت ہے، مدد و اعانت، جو انہیں حقائق و خطرات سے شعور و علم اور ان کا مقابلہ کرنے کے عزم کے نتیجہ میں وجود میں آیا، مجلس انتظامی میں جس میں منتخب و ممتاز علماء و دانشور شریک ہیں پیش کرنے کی جرات کی تھی جس کے لئے رحمانی بھی چاہی جاتی ہے اور توجہ و حسن استماع کا شکر یہ بھی ادا کیا جا رہا ہے۔

وما النصر الا من عند الله.

وما علينا الا البلاغ المبين

عالم اسلام کا سب سے اہم مسئلہ

ذیل میں ہم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی وہ فکر و فکر تحریر، جس پر انھوں نے اپنا عقائد و عقائد پر غور کیا تھا، غماز و غور کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اس مسئلہ کو حل کرنا ہے جس کا نام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ۱۹۹۵ء کو دارالعلوم میں لکھا تھا۔ یہی ہے جو واقعہ پر علماء و مفکرین اور دیگر بہت سے جدید تعلیمی ادارہ حضرت کی موجودگی میں علماء دارالعلوم ابوالحسن علی ندوی کی دعوت پر عمل پیرا رہنے میں فرمائی تھی اس واقعہ میں ایک ہم قدر کی طرف تفتاحہ ہی کی گئی ہے علماء و مفکرین نیز جدید تعلیمی ادارہ حضرت کو بطور و فکر کے ساتھ چاہنے کے بارے میں ہم ۱۹۹۵ء سید سلیمان ندوی کی زبان میں اس بات ہی کہنے کی جرات کر سکتے ہیں کہ سب کے لیے چاہنے والوں کو

میں اتنا دل پیاسا تھا کہ یہ

الحمد لله رب العالمين وانصروا و انسلام على سيد
المرسلين وخاتم النبيين محمد وآله وصحبه
اجمعين ومن تبعهم باحسان ودعا بدعوتهم الى يوم
الدين . اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم
بسم الله الرحمن الرحيم . ووصى بها ابراهيم نبيه
ويعقوب يبنى ان الله اصطفى لكم الدين فلا تسون
الا و انتم مسلمون .

میرے کرم لایا اب، مہمانان کرام و علمائے عزیز! میں اس وقت ایسے دہشت گردی میں ہوں
اور وہی دہشت گردی ہے اور تقریرات ہر شخص ایسی گفتگو کی چیزوں میں ہوتا تھا کہ میرے لئے

منہ سب تھا کہ میں یہ خدا سے امر دینا کہ یہ اپنا گھر ہے اسی وقت تک مجھے خطاب نہ ہوا کہ کتاب طیبہ
 انجی میسج میں لیکن میں نے اس وقت وعدہ کیا تھا اور وہ منسوب انی اہمیت بھی اسی تھی کہ
 وہ بارے میں چھو لیں، میں آپ سے سب شکف اس وقت بات کرنا چاہتا ہوں،
 میرے سامنے عزیز نو جوان طلبہ ہیں۔ آپ کو علوم ہے کہ میرے علاقے اور میرے ماحول
 اور نزدیکی میں لوگوں میں بہت لمبوں کو یہاں مقول ملاؤ، کیا یہ اسے خاص طور پر
 عام اسلام کی یہ سنت ہے اس نہ چچ علم، یہ فقر کی بات نہیں ایک آزاد نفس کی بات تھی اور
 اللہ تعالیٰ کرط ف سے یک نہیں اور تقدیری سہان تھا کہ جہاں تک عام اسلام کا تعلق ہے
 مرا آئیں سے لے کر ارا تین کو انہی شاطی یا پائے تو وہ بھی بہت بڑا اسلامی تہذیب کا مہر
 رہا ہے وہاں بھی چاہا اور ارا تین سے لے کر یہاں دنیاوی اشیاء نے مسلمہ کہ تک مجھے
 پایا، وہاں سب ممانک میں سے کوئی امر ملک پہونائیں، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے
 اپنے اسباب فراہم سے لے کر مجھے یورپ کے قروں کا اور یورپ کو بہت قریب سے دیکھنے کا
 اور وہاں بار بار پائے کہ موقع ملا اس کے علاوہ فرانس، جرمنی اور ترکی، سوڈان لینڈ بھی
 کیا مآثر میں رہی جانا، وہاں اس کے علاوہ جہاں تک عربی اور اسلامی ممالک کا تعلق ہے
 وہاں سب جاننا نہیں بلکہ رہنا بھی ہوا، بعض جگہ کی کئی مہینے رہا ہوا وہاں کی زندگی
 نے ہر شعبے میں اور ہر مسئلہ اور ہر فرق کے لوگوں سے ملنا زمان میں بڑے
 بڑے دانش بھی تھے، اوپ تھے، مسئلہ بھی تھے اور مفکر بھی تھے۔ تو اند بھی تھے، انکا،
 پر رزقی تھے، صحافی تھے۔ سب سے ملنا ہوا۔

خاص طور پر مصر میں بڑے علم برلی کے لئے وہ درجہ رکھتا ہے جو بھی ولایت کو درجہ تھا
 بلند ہستان میں جب اسلامی حکومت تھی تو ولایت، افغانستان اور ایران وغیرہ کو کہتے تھے
 اور شمالی ہندوستان اور اس کے بعد دیگر ہندوستان میں آج کے تو ولایت افغانستان کو کہتے
 تھے تو وہ (مصر) انجی صرف عالم عربی کے لئے ایک درجہ اور ایک معلومہ، ہر مفکر اور ایک

نحوۃ کی حیثیت رکھتا ہے وہاں تقویٰ نہیں سمجھیں رہتا ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ اس وقت عالم اسلام کا سب سے بڑا مسئلہ سب سے نازک مسئلہ سب سے فوری اور آزمائش کا کفر و بدعت کا مسئلہ اور سب سے زیادہ قابل توجہ مسئلہ یہ ہے کہ عالم اسلام کی فکری، فہمی، تعلیمی، اخلاقی اور اندیشہ میں سیاسی قیوت اس طبقے کے ہاتھ میں آگئی ہے کہ بدعت و کفر کی اہمیت کا تقریباً منکر ہے اور اسلام کے بارے میں وہ صرف احساس کمتری ہی میں مبتلا نہیں بلکہ مایوس ہے اور اس کے دل میں یہ احساس بیٹھ گیا ہے اور اس نے ایک فکر اور ایک فلسفہ اور حکمت کی حیثیت اختیار کر لی ہے اسلام اس زمانے میں اس جدید دور میں اس ترقی یافتہ دور میں قیوت کی صلاحیت نہیں رکھتا، یہ ایک تعصب کی بات ہے اور ایک قدامت پرستی کی بات ہے کہ دین و ملت پر براہ حال یہ کہنا ہے کہ اسلام کا مشرقی کے خلاف اور تنقید کرتا ہے جدید تعلیم یافتہ طبقے پر اور وہ مطمئن نہیں ہے زندگی سے اور نہ اسل یہ ہے کہ اسلام اپنے کام تم نہ چکا ہے، اس کی تاریخ جنہوں نے چرچا ہے اس کا انکار نہیں کر سکتے کہ یہ یہ بھی حقیقت ہے کہ جس وقت اسلام کا ظہور ہوا، وہی اس وقت بہت ہی پسماندہ تھی اور برسرِ فسطاح نہیں بلکہ برسرِ تنزلی بھی نہیں بلکہ وہ بالکل ایک رکاوٹ تھی اور عیسائی اور تہذیب کی حالت میں تھی۔ جس کو اسلام نے اور قرآن مجید کے احکام نے تو کتب مجیدہ کی بیخ زبان نے جس سے زیادہ بیخ زبان ہو نہیں سکتی، جاہلیت کا سرمایہ، اور عربی زبان ہی نہیں کسی زبان کو شکال دینے میں ایک عربی زبان کے خالص علم کی حیثیت سے جہاں میں مختلف زبانوں سے جو آئینی رہتا ہے ان سے کچھ اس کا استعمال ہے کہ بڑے بڑے اور ابھی دیکھا ہے جو بائیں میں تو اس کے لئے جاہلیت سے زیادہ بلیغ وسیع ہو سکتا، کثیر المعانی اور اس سے زیادہ کثیر تعبیر کرنے والا لفظ ہے گا نہیں۔

یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ اس نے اس کو عہد جاہلیت سے تیز کیا ہے تو حسب جاہلیت کا دور تھا، دنیا میں اس وقت اسلام آیا، اور اس نے مفید کام کیا، اس نے کچھ نمایاں کر

خدمت کی، کچھ سے ملنا کام، اور ہے، تھے، انسانیت خود نشی پر مامہ تھی اس نے اس کو خود نشی سے بچایا، لڑائیوں کو فتن کرنے والی عادت سے، جاہلیت کی ریت سے بچایا، عورتوں کو کچھ حقوق دلائے، کچھ مساوات کا سبق پڑھایا اور کچھ اخلاق کی تعلیم دی اور قریب کا بھی پیغام دیا اور قریب کا فتن بنایا، اسلام نے اپنا کام ختم کر لیا وہ تاریخ کی نظر میں اور حقیقت پسندوں کی نظر میں قابل تعریف بلکہ مستحق شکر ہے یہاں تک تو وہ طبقہ مانتا ہے۔ لیکن اب اس ترقی یافتہ دور میں جب سائنس ٹیکنالوجی اور پوٹینٹس اور مائیک کے باہمی تعلق اور پھر اس کے ساتھ ساتھ انسانی دماغ اور پھر آلات ان انسانوں کو نئے عقائد تک پہنچانے میں معاون ہیں، خواہ سائنس کی کتنی شاخیں ہوں سب اس میں شامل ہیں۔ کیمسٹری تک شامل ہے، فزکس کی کتنی شاخیں ہوں سب کچھ شامل ہے، ان کی ترقی کے بعد اب اسلام کے لئے متعصب قیادت پر فائز ہونے اور اس ترقی یافتہ زمانے کی رہنمائی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے اور یہ بہت ہی افسردہ اور ایک تعجب کی بات ہے جو کہی جا رہی ہے یہ میں آپ کو بتاتا ہوں کوئی رائے نہیں ہے یہ عالم آشکار حقیقت ہے کہ اس وقت سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ پورے عالم اسلام کی فکری، اخلاقی اور آخری درجے میں سیاسی اور انتظامی قیادت بھی خود مسلمانوں کے اس طبقے کے ہاتھ میں آگئی ہے جو اسلام کے مستقبل سے مایوس ہے اور اسلام کو اس نرمے میں رہنمائی کے قابل نہیں سمجھتا اور وہ یورپ کی ترقیات اور یورپ کے علوم و فنون اور یورپین معیشت کی کتابوں سے وہ ان کی تعینات اور تحقیقات سے اور ان کے ذرائع ابلاغ سے جن چیزوں کو نشر کرتے رہتے ہیں ان سے اتنا متاثر ہے کہ جیسے کوئی کسی چیز پر ایمان لاتا ہے وہ اس پر ایمان لے آیا ہے اور وہ ایمان کچھ متوازن نہیں ہوتا ہے۔ میں آپ کو بتاتا ہوں اور یہ اس وقت بہت بڑی چیلنج (مکنت) تھی، بہت کم لوگوں کو معلوم ہے جب یورپ نے مشرق میں اپنا اقتدار قائم کرنے کا سلسلہ شروع کیا اور مائیک فتح کرنا شروع کئے تو ان کے دانشوروں نے یہ

خبرہ کی سمجھ کہ ایک طبقہ ایسا بنونا چاہئے جو ہر اولیٰ دستے کا کام دے اور وہ جن ملکوں پر چنا سیاسی اقتدار قائم کر رہا ہے ہیں اس ملک کے ذہین Intellectual Class جو اثر انداز ہوتا ہے اور زندگی کو ڈھالتا ہے معاشرہ کی تشکیل کرتا ہے اور رہائوں کو ڈھالتا ہے وہ اس میں اپنے دین کے بارے میں اپنے دین کے مآخذ کے بارے میں شک کا شکار ہو جائے اور وہ ان کے بارے میں احساس کمتری کا شکار ہو کہ ان لوگوں نے بہت ہی پس ماندہ دور میں بہت کام کیا تھا، کوشش کی تھی، درکوشش جاری ہے، اب ان کتابوں کی تصنیفات کی شکل میں۔

لیکن وہ اس وقت دنیا کی رہبری نہیں کر سکتے اس لئے انہوں نے مستشرقین کا ایک طبقہ پیدا کیا، بہت کم لوگوں کو اس کا علم ہے۔ یہ شخص انتہائی ذہین تھا بلکہ ایک انکیم کے ماتحت ہوا، یہ ایک پلاننگ تھی تہذیبِ تھیمات اور دانشورانہ پلاننگ تھی ایک طرف تو ان کی ذہین شرقی ملکوں کی طرف بڑھ رہی تھیں اور ملک فتح کر رہی تھیں لیکن وہ جانتے سمجھتے کہ ملک فتح ہونے کے ساتھ گروماں شیخ نہ ہو، اور اگر وہ انسان کے یہ قویٰ کو تعین کرنے کی ہوسلاطیت ہے کہ یہ اچھا ہے یہ برا ہے، یہ بلند ہے یہ پست ہے، اور یہ قدیم ہے یہ جدید ہے، اور یہ قابلِ عمل ہے، اور یہ قابلِ عمل ہے، جب تک اس میں اس کے بارے میں وہ سمجھتا ہے کہ اس وقت تک کسی سیاسی فتح پر اطمینان نہیں آیا جاسکتا ہے اور یہ ان کی اہمیت ملی بات تھی کہ ساتھ ساتھ مستشرقین کے ذریعے اور اپنے ہاتھوں کے مصنفین کے ذریعہ وہ لٹریچر پیدا کیا جس کے پڑھنے سے اسلام کے بارے میں اسلامی تعلیمات کے بارے میں، اسلامی ثقافت کے بارے میں، قرآن مجید کے عجاز اور قرآن کے کلام اللہ اور وحی الہی ہونے کے بارے میں شکوک پیدا کر دے، اضطراب پیدا کر دے اور کم از کم ایک ندامت کا جذبہ اور نجات کا احساس پیدا کر دے وہ سنا قابلِ اعتبار ہے جس کے ساتھ دماغی شیخ نہ ہو اور جس کے ساتھ ذہنی تسخیر نہ ہو، میں تسخیر کا لفظ خاص طور پر بیٹا ہوں تو

آج سرے عالم کا بد عمل مسئلہ ہے اور اس کی طرف بہت کم لوگوں کو توجہ ہے۔ میں بہت معذرت کے ساتھ کہتی ہوں، تمارے ہذا سے بڑے دھوکے داروں کو تھیموں اور تجربوں کو بھی چہرے طور پر اس مسئلہ کی نشیمنی کا ادارہ نہیں کہ اس وقت سب سے بڑا جو امرہ اور کاسمان سے وہ یہ کہ ہم اسلام کے ترقی یافتہ ممالک کی قیادت اس طبقے کے ہاتھ میں ہے جو اسلام کی قیادت کی صلاحیت سے ماہوس ہے۔ اور اس کو اس زمانے کے مسئلہ کا حل نہیں سمجھتا اس زمانے کے تقاضوں اور ضروریات کا حل نہیں سمجھتا اور وہ اس پر یقین رکھتا ہے کہ جو قیادت اسلام کی تعلیمات پر مبنی ہوگی اور جو فرہنگ پر پابندی کرے گی اور ایمانیات پر اصرار کرے گی، اس پر ایمان آنا ضروری ہے، وہ قیادت جس میں ملتی۔

پشت پناہ طاقت

اور اب آئے اختلاف یہ نہ ہے کہ میں کو امریکہ اور اسرائیل چلے بھی نہیں دیکھ سکے، میرے سر پر اتنا تھا کہ ان کے اندر احسان کتنی خوبصورت تھا، اپنے اپنے ملکوں میں اور تعلیم یافتہ طبقوں میں، لیکن سب سے بہت بڑی پشت پناہ طاقت مل گئی ہے بلکہ یہ بہت طاقت مل گئی ہے وہ ہے امریکہ اور اسرائیل، یہ بات بالکل کھل کر سامنے آئی ہے اور ہم نے یہ بات عربوں کے اجتماع میں اور رابطہ عالم اسلامی کے مؤقر ترین جلسے میں جس میں ممتاز ترین شخصیات موجود تھیں یہ بات کھل کر کہی کہ اس وقت کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اسرائیل اور امریکہ دونوں متحدہ ہو گئے ہیں جن کے اندر مذہبی طور پر سب سے بڑا اقتدار ہے، ایک مضرت یہی کہ وہی اللہ ماننا ہے اور ایک ان کے نبی اور ان کی شرافت پر احترام کرتا ہے، انہیں لگتا ہے یہ دونوں اس نقطہ پر متحد ہو گئے ہیں کہ انہوں نے اسلام کوئی نسل کو مٹانے کا ارادہ نہیں کیا اور جس اسلام کو امریکہ اور یورپ میں بھی کوس قبول کرتے ہیں اور قبول کرتے ہیں ان کی قہار ہے یہی ہے اس کو کسی طریقہ سے ختم کیا جائے، جہاں تک

یہود کا تعلق ہے انہوں نے یہ سمجھا ہے کہ اس وقت اُتر مغربی اقلہ اور کو قطرہ ہے تو صرف مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ سے ہے اور اسلام کے عروج اور نئی بیداری سے ہے اور کسی سے نہیں۔ ان کے صحیفوں کا دارِ ابراہیم راست مطالعہ ہے اس میں صاف صاف یہ تصریحات دیکھی جاسکتی ہیں کہ دنیا کو اخلاقی طور پر تباہی و بربادی جائے اور یو ایلیہ نادیا جائے یہاں تک (Eunifound) کی کتاب جو انگریزی میں نکلتی تھی۔ یہودیوں نے اس کو چلنے نہیں دیا، اس میں صاف صاف تھا کہ تاملوں کے ذریعہ، سینما کے ذریعہ، ٹی وی کے ذریعہ، فلموں کے ذریعہ، ہر ذریعہ سے انسانی اخلاق کو یعنی انسانی (Character) کو یعنی ایک انسان کو جو ایک کردار عطا ہوا ہے نظرت کی طرف سے ہم حال اس میں خیر و شر کی جو تمیز اللہ تعالیٰ نے اصرار رکھی ہے اس کو قائم کر دیا جائے اور پوری دنیا کو ایسا بنادیا جائے کہ جیسے شطرنج کی ایک بسا ہوتی ہے جو اس میں ہے ہمارے قبضے میں ہو، ہم جس امور کو جہاں چاہیں اٹھائیں اور جہاں چاہیں اٹھائیں، اس پر اس وقت اسرائیل اور امریکہ کا ایسا اتحاد ہوا ہے جو اب راز کی بات نہیں رہی اور یہ حقیقت بالکل عین ہو گئی ہے۔

تو اس وقت کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہ طبقہ جس کے ہاتھ میں صرف سیاسی قیادت ہے، سیاسی قیادت اپنے اندر دوستانہ اور مضمرات رکھتی ہے، وہ اثرات رکھتی ہے جو کسی چیز میں نہیں ہے۔ اس لئے اس کو مذاہب تک نے اہمیت دی ہے اور اس کے لئے خدافت اسلامی کا نظام بنایا گیا ہے اور اس کے لئے مسلمانوں کو دعوت دی گئی ہے، دوسل انسانی کی، اہری قبول کرنے، اور وہ قانون بنائے اور اس کو خدا کے بتائے ہوئے اور رسول ﷺ کے سکھائے ہوئے راستے پر چلانے، تو بہر حال سیاسی اقلہ اور محض دو لفظ نہیں کہ جو چیز بار بار کہی جاتی ہے اس کا وزن کم ہو جاتا ہے، جن لوگوں کے ہاتھ میں یہی اقلہ ہے پھر اس کے بعد وہ جن کے ہاتھ میں فکری اقلہ ہے اور یعنی اقلہ ہے، وہ جن کی تشکیل کا سامان ہے اور جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے وہ طبقہ تقریباً کہا جاسکتا ہے

کہہ کر لے کر دیکھیں شاید وہ قید و محبس کے اضیاء سے اس کا واحد اور نیک اور سابق
مذہب ہوئے سے اور اس کے اراکین و تباہات اور دنیا کی زندگی میں ملاقاتی کا، یہ
اعتقاد کا قریب اور حسن۔ مان کا قریب اور اتفاق کا قریب ہونے کا منکر ہے۔ ہوسکتا ہے
بہت سے لوگوں کے لئے ایک منکر نہ ہو سکتا ہے یہ بات علیٰ ہر اہمیر و تکرار یا ہوں اس کی
بہدیش اور تیسہ جائیں نہ وہ آپ کو معلوم ہوگا کہ نہ ہی یہ نور علیہ نور ان کے گورنوں کو
یہاں تک کہ ان کے ہاتھوں و جہی کے دیکھیں کہ جتنا ان کو کھانا میں وصل ہے ان کیوں نے وہ
تاریخیں پڑھیں اور ان کو وہ اس میں مہیا کی گئی ہیں اور اس کے لئے سکھتوں میں سریلہ اور
پورب کے قریبی داروں میں، ان کے گورناری پر پستی حاصل ہے جن کی منظر پوشش ہے کہ
ایک سوچ میں نہ ہاں تک پہنچے جس نے کہ وہ مذہب کے اثر سے مایوس ہو چکے یا نہ ہو
اور نہ ہی صورت پر ایمانی صلاحتیت سے مایوس ہو چکے اور یہ اس کے دل میں پیدا
ہوئے۔ اب اس وقت دیوانہ کی نہیں کر سکتا کہ ملی حکومت اور کوئی اور مافی دلی
حاکم و جہی منکر اس قید سے پرکار نہیں رہ سکتا۔

یہ اس وقت کا سب سے بڑا (Problem) ہے بہت کم لوگوں نے اس کی بہت کچھ
سمجھا ہے۔ دینی کوششیں جو ہر دینی میں دوستانہ کیجئے اور جی ہیں، مجھے معلوم ہے کہ
میں نہ قدرتی نہیں، تمام ایسی تحریکوں سے امداد قدرتی تعلق جی ہے اور دینی تعلق جی
نہیں اس کے ساتھ کہ بہت سے لوگ ہیں کہ ابھی تک یہ سمجھنے کے ذہن میں پورے
اور پورے نہیں آتے، ذہن کے گرفت نہیں ہے کہ وہ ہماری تعلیق اور حقوق کوششیں دو
اثر سے اور اون کے یہ اثرات کر رہی ہیں۔ وہ قوموں کی میں امداد کے پیچھے ہیں اس لئے
ان دھوکوں کے مانتو کوئی ایسی قسم دینی چیز تھی اور ان کا مقابلہ ہی اپنے لئے ہے۔ ان کے
تو ہر قسم کی قریب است، غلطی کیوں نہ ہو، اور غلطی اور کل سے بھی نہیں تو اس سے
صاف تو اس وقت صاف، انہوں ہی حکم نہیں چھٹی بلکہ اس کو کمرانی

میں پہنچ گئی اور ان کے چہرے کوئی پرچائی نہ تھی آج یہ نہیں ہو رہا ہے، اس کی بڑی وجہ یہی ہے جو نہ صرف سیاست قیادت کر رہا ہے بلکہ وہ اسلام کی فکری قیادت بھی کر رہا ہے اور اس میں فکر کا وہ لحاظ اور مدافع بھی ہے اور اس میں بہت دخل ان کے مطالعے کو ہے۔ وہ مطالعہ جس کے بارے میں آپ سے کہہ رہا ہوں ایک تعلیم کا کام کرنے والے ایک مدرسہ کی حیثیت سے بھی سمجھتا ہوں، تجربہ کار آدمی کی حیثیت سے بھی، کہ کورس جو پڑھا جاتا ہے اور جن چیزوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے ان میں ایک فرق ہے یہ فرق بتانا اُن پر ناگزیر کام ہے اور ایک ذمہ داری کی بات ہے اس سے غلط نتیجہ نہ نکالا جائے۔ پھر ایک نفسیاتی نکتہ ہے کہ کورس پر ایک طرح جیسے کوئی سرکاری مہر ہوتی ہے، کورس پر اس ادارہ کی اور اس انصاب تعلیم کی اور اس گمراہ جماعت کی، ایک خاص انتساب کی مہر لگی ہوتی ہے اس لئے وہ ایک طرح سے حجاب بن جاتا ہے لیکن معاملے کی کتابوں پر یہ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسباب کی قدر دانی عزیب کرے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

ملت کا تحفظ، تحریکِ نفاذِ شریعت اور غلبہٴ اسلام انجمنِ عمل اور قومی و ملی منشور

ہر ملّت کو اپنی آزادی اور خود مختاری کا حق حاصل ہے۔ لیکن اس حق کا استعمال کرتے ہوئے کسی ملّت کو اپنی آزادی کا حق استعمال کرتے ہوئے کسی اور ملّت کی آزادی کا حق استعمال کرنے سے منع ہے۔

اسلام کی تعلیمات اور احکامات میں جو اصول بیان کیے گئے ہیں، ان کے تحت ہر ملّت کو اپنی آزادی کا حق حاصل ہے۔ لیکن اس حق کا استعمال کرتے ہوئے کسی اور ملّت کی آزادی کا حق استعمال کرنے سے منع ہے۔

اسلام کی تعلیمات اور احکامات میں جو اصول بیان کیے گئے ہیں، ان کے تحت ہر ملّت کو اپنی آزادی کا حق حاصل ہے۔ لیکن اس حق کا استعمال کرتے ہوئے کسی اور ملّت کی آزادی کا حق استعمال کرنے سے منع ہے۔

الحمد لله رب العالمين ، والصلاة والسلام على
سيد الانبياء والمرسلين . وعلى آله واصحابه
اجمعين . ومن تبعهم باحسان ودعى بدعوتهم الى
يوم الدين . آمين

اسلام کی تعلیمات اور احکامات میں جو اصول بیان کیے گئے ہیں، ان کے تحت ہر ملّت کو اپنی آزادی کا حق حاصل ہے۔ لیکن اس حق کا استعمال کرتے ہوئے کسی اور ملّت کی آزادی کا حق استعمال کرنے سے منع ہے۔

اسلام کی تعلیمات اور احکامات میں جو اصول بیان کیے گئے ہیں، ان کے تحت ہر ملّت کو اپنی آزادی کا حق حاصل ہے۔ لیکن اس حق کا استعمال کرتے ہوئے کسی اور ملّت کی آزادی کا حق استعمال کرنے سے منع ہے۔

اسلام کی تعلیمات اور احکامات میں جو اصول بیان کیے گئے ہیں، ان کے تحت ہر ملّت کو اپنی آزادی کا حق حاصل ہے۔ لیکن اس حق کا استعمال کرتے ہوئے کسی اور ملّت کی آزادی کا حق استعمال کرنے سے منع ہے۔

کہ ان کے ذریعہ اس کو اپنے دل کی بات کہنے اور اپنے مطالعہ و تجربہ و بات کے نتائج کے انحصار کا ایک ایسی فہم میں وقوف ملتا ہے جس میں اس کی بات صبر و سکون و راسخ و قوت و وقوف و اشتیاق کے ساتھ سنی جاتی ہے۔ مجھے امید کرنی چاہئے کہ یہ پیش کش آپ کی طرف سے کوئی نئی امر انہیں ہے بلکہ ایک اعتماد کا اظہار ہے۔ ہر چیز کی ابتدا بڑی تازگی اور اہم ہوتی ہے اور اس کا اثر اس سے پہلے کے علم پر پڑتا ہے لہذا مجھے اس اعتماد و تازگی کا اہل ثابت فرمانے۔

بزرگوار عزیز! اللہ تعالیٰ نے ہمارے اور آپ کے لئے جس حالت میں اور جن حالات کا انتخاب فرمایا ہے اور اپنے حکم و حکمت اور اپنے ارادہ و اختیار کی بنیاد پر انتخاب فرمایا ہے وہ بہت اہم و بہت تازگی ہے۔ واقعہ تو یہ ہے کہ یہ ماحول، یہ حالات، یہ سبب و سبب اور یہ عہد تو کسی بڑے مجدد کا لب تھا، میں تارتا اسلام و تجدید کے نہ صرف طالب علم بلکہ ایک حقیر معصوف کی حیثیت سے آپ سے کہتا ہوں کہ جو عہد اور جو ماحول ہم آپ کو ملے ہیں مسئلہ سے جو آپ کا واسطہ ہے جن خطرات، جن اندیشوں اور جن خطرات کا ہمیں سامنا کرنا ہے اور ان زمانہ کے جن فکری نکتے ہیں جو ہم اشاروں کو سمجھتے ہیں وہ کسی بڑے مجدد کے کسی صاحب عزیمت، صاحب حسرت اور مودت کے طالب ہیں اس میں فرما دیا کہ یہ دور حضرت مجدد غی کے شان و شان تھا۔ ختم اسلام حضرت شادوی اللہ تعالیٰ تعالیٰ نے قادیان و مودت و عزیمت کے شان و شان تھا، یہ شہیدین بطریق حضرت سید احمد شہید اور شاد و اطمینان شہید کی حمیت و عزیمت اور بلند نگرانی و بلند و معلیٰ کے شان و شان تھا۔ لیکن یہ دور یہ مسئلہ اور یہ مشکلات ہمارے لئے منتخب کیے گئے۔

ذلک تصدیق العزیز العلیہ

لیکن ایک اچھے فکری طالب علم کا اثر امتحان میں کوئی مشکل پر چڑھے تو اثرات نے محنت لی ہے اس میں صلاحیت ہے اور اس نے اپنی حیثیت اور صلاحیت کے مطابق

تیرہویں کی ہے اس میں شانِ نبویؐ کی پر شک و نہ ترے جگہ شکر ادا کرے کہ وہ اس پر چہ
کے قابل سمجھا گیا ہے۔۔۔ بدھ تو ہی بودا کی مشہور نہیں رہے بلکہ

وَاللّٰهُ اعْلَمُ عَلٰی الْغُیُوْبِ

وہ جو بخود فیصلہ کرتا ہے۔۔۔ اس کی قدرت کا بھی انکار ہوتا ہے۔ اس کی حکمت کو بھی اور
انہیں یہ نہیں کہ اس کی رحمت کا بھی انکار ہوتا ہے تاہم انہیں۔۔۔ اس کے اس فیصلہ میں (۱)
انہوں نے اسے اس قدر قرار دیا کہ یہ حیدر و ربیبی سر زمین کے لئے الگ کتاب تھا اس کی قدرت
کا انہوں نے بھی اس کی حکمت کا بھی بے حد شکر یہ یقین دہشتہوں کہ اس کی رحمت کا بھی
انکار ہے۔۔۔ یہ حدیث میں بھی کتاب قرآن حکمت سنی بعد میں انہوں نے صحابہ کو مخاطب
کرت ہوئے کہ تم کو یہ کہ تم زمانہ ایمان کا کہ تم جو زمانہ رہے ہو اس کا فخر مشیر بھی اگر کوئی انجام
دے گا تو اس کی نجات ہو جائے گی۔

بدھ تو یہ ہے کہ انہوں نے اس مہدویت میں ہوتے اور اس زمانہ میں کوئی عمل کرتے تو
اس عمل کی اس زمانہ میں کوئی برائی اور نافرمانی نہ ہوتی۔۔۔ انہیں اپنے حالات
مراپے مانوں کے خلاف سے نفسی جہت میں۔۔۔ بے دوسرہ بھل بازی قیامت میں لکھا ہے۔
انہیں مسلمانوں کا جس بوجھ میں کہ وہاں لکھا ہے۔۔۔ آپ کو معلوم ہے کہ جب کسی نے جس کے
معتقد پر کوئی کرے وہاں۔۔۔ تمام کفر ہے۔۔۔ وہاں جو دہب مارے۔۔۔ اس کے سچے
ہوں میں وقت کوئی مڑا۔۔۔ پانی کوئی مینہ۔۔۔ کوئی پیر۔۔۔ مسلمان قدم نہ اٹھائے۔۔۔ اس کے
اس بوجھ میں کہ انہوں نے اپنے وقت کے تہذیب و تمدن کو انہوں نے کہا تو یہ سچ ہے۔
انہوں نے کہا کہ انہوں نے۔۔۔ وہاں یہ بھلائی کے پیر جو وہم کو جو ہے۔۔۔ اس کے دوسرے
کے سچے قیام میں اس کی رحمت کا انہوں نے کہا۔۔۔ انہوں نے ایک زمانہ مانا دیا کہ اس کے بعد
تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت شکر کیا۔

اس کے بعد انہوں نے کہا کہ انہوں نے مسلمانوں کے لئے۔۔۔ انہوں نے ان کی شہادت ادا کی

کے فرائض منہی کا سوال ہے۔ تو تاریخ اسلام کے طویش سلسلہ اور فقہ اسلامی کے وسیع ذخیرہ میں اس کے وہ نمونے ملتے ہیں۔ پسنا نمونہ یہ ہے کہ مسلمان حاکمانہ حیثیت میں ہوں اور ملک اسلامی حکومت کے زیرِ اقتدار ہو جیسا کہ خلافت راشدہ کے بعد رومی و ایرانی شہنشاہیاں اور ان کے ممالک مسلمانوں کے زیرِ تسلیم آئے اور مسلمان جزیرۃ العرب سے لے کر مراکش تک پھیل گئے۔ انہوں نے افریقہ کی پوری شمال مغربی پٹی فتح کر لی اور اس سے آگے سمندر کو عبور کر کے یورپ کے آئین پر قابض ہو گئے۔ اس حیثیت کے متعلق صریح احکام ہیں۔ قرآن مجید کے اشارات ہیں۔ ہدایات ہیں۔ سناہ کرام کا طرزِ عمل ہے یہ عقل سلیم کا فیصلہ ہے کہ ایسے موقف پر مسلمانوں کا منصب کیا ہے۔ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے۔ ان کے داعیوں و مصلحین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے علماء نقباء اور مفتیین کو مسائل کس ذہنک سے سلجھانے چاہئے؟ اور ان کے مصنفین و مؤلفین و مفکرین کا طرزِ عمل ان کا طرزِ فکر اور اسلوب کیا ہونا چاہئے۔ یہ بات واضح ہے اور اس کے لئے پورا تاریخی ریکارڈ موجود ہے۔

دوسری شکل یہ ہے کہ مسلمان کسی جگہ مختصر و محدود اقلیت میں ہوں وہ اس ملک کے حالات پر مطلقاً اثر انداز نہ ہو سکتے ہوں۔ ان کا ملک کے نظم و نسق میں کوئی حصہ نہ ہو وہ خالص چھوٹا مذہبی گز ارد ہے ہوں اس کے لئے بھی کتابوں میں فقہ و شریعت کے احکام موجود ہیں۔ لیکن ہندوستان میں ہماری نوعیت اس وقت وہیوں سے مختلف ہے اور وہ بڑی فکر انگیز، اجتہاد طلب، اعلیٰ ذہانت، حقیقت پرستی اور سخت جدوجہد کی طالب ہے اور اس سے بڑی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ یہاں ہم اقلیت میں تو ضرور ہیں لیکن وہ اتنی بڑی اقلیت ہے کہ اکثریت کے بعد اس کا دوسرا نمبر ہے اور اس کو اقلیت کہنا بھی صحیح نہیں۔ بلکہ اس کو "ملت" کہنا چاہئے ہم یہاں کم سے کم ہندوہ کرہ کی تعداد میں ہیں۔ بہت سی خالص اسلامی سلطنتوں میں مسلمان اتنی بڑی تعداد میں نہیں ہیں۔ کوئی اسلامی ملک تیس۔

مزید طلب میرے محدود مطالعہ میں اس ملت کی حیات اور اس کے ضوابط سفر اور تجربوں میں یہ بالکل انوکھی مثال ہے کہ ہم ایک ایسے ملک میں رہتے ہیں۔ ہم عظیم ترین اقلیت میں ہیں۔ یہ اتنی بڑی اقلیت ہے کہ اگر وہ اپنی امتیازی صلاحیت کا ثبوت دے۔ اکثریت سے زیادہ محنت سے کام کرے اور اپنی اہلیت و افادیت اپنے خلوص و صداقت کا مظاہرہ کر لے تو وہ قیادت کا مقام بھی حاصل کر سکتی ہے اور اگر یہ نہیں تو کم از کم ملک کا رخ تبدیل کر سکتی ہے اور صاحب اقتدار جماعت کو اپنی ضرورت و افادیت تسلیم کرنے پر مجبور کر سکتی ہے۔ پھر اس کے ساتھ اس میں حقیقی زندگی کی وہ رمت باقی ہے۔ (میں اس کو زندگی کی رمت ہی کہوں گا) جو دنیا کی اکثر ملتیں کھوپٹکی ہیں روحانی حیثیت سے ایمانی حیثیت سے، اور احتساب نفس کے لحاظ سے وہ ملتیں، اس آخری اخلاقی شعور اور ضمیر کی زندگی و بیداری سے محروم ہو چکی ہیں جس کو زندگی کی رمت کہا جاتا ہے۔ یہ ملت اپنی ساری کمزوریوں کے ساتھ اس رمت کی محافظ ہے۔

ایسی حالت میں اس ملت کے علماء کی علوم دینیہ کے اہل نظر و اہل فکر ماہرین کی ملت کے بے لوث و باغ نظر کاندھین کی، اس ملک کی مہم اور اس ماحول میں ذمہ داری اتنی عظیم ہونے کے ساتھ اتنی نازک اور اتنی چھپیدہ ہے کہ اس کا تصور اس سے پہلے کسی ملک میں کرنا مشکل تھا۔ پندرہ کروڑ کی تعداد میں مسلمان ایک ایسے ملک میں موجود ہیں جو لرزہ خیز مصائب اور ہوشربا مسائل سے دوچار ہے۔ جہاں عرصہ سے انسان سازی کا اخلاقی و کردار بنانے اور ان کو توانائی بخشنے کا دیانت کی کشش اور مادیت کے سحر کا مقابلہ کرنے والی اخلاقی و روحانی طاقت پیدا کرنے کا کارخانہ بند ہو چکا ہے۔ اس کے جو بھی وسباب ہوں (ان اسباب کی اس مختصر تقریر میں تشریح نہیں ہو سکتی) یہ واقعہ ہے کہ ہندوستان کا معاشرہ ایک اخلاقی بحران میں مبتلا ہے جس کے آثار و نشانات قومی زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں ہیں۔

ایسی حالت میں ایک ملت یہاں رہتی ہے جو چند دگردی کی تعدد میں بتائی جاتی ہے وہ اپنے پاس اللہ کی کتاب صحیفہ آسمانی رکھتی ہے۔ سنت نبویؐ مدین اور محفوظ طریقہ پر اس کے پاس ہے۔ فقہ اسلامی کا اختیار اخیرہ ہے جو زندگی کے تمام احکام (عبادات سے لے کر معاملات و سیاست تمدن و اخلاق و اجتماع کے آداب تک) پر مشتمل ہے جس کی مثال دنیا کی کسی قوم میں نہیں پائی جاتی۔ فقہ کا جتنا بڑا کام اعمال اور انسانی حرکات و اعمال کا طواف و احرام، چارہ و ناجارہ کے تصور سے جو ربط ہے اس روابط کی تفسیر و تشریح کرنے کے سلسلہ میں جو محنت اسلام کی تاریخ میں ہوئی ہے اس کی کوئی مثال مجھے معلوم نہیں اور اس کی کوئی نظیر گزشتہ تاریخ میں نہیں ملتی۔

حضرات! ہم ایک ایسے ملک میں جہاں اگرچہ ہم اصطلاحی طور پر اقلیت میں ہیں۔ لیکن حقیقت میں پوری قوم ہیں پوری ملت ہیں۔ اس کے ساتھ ایک جملہ ہے۔ ہندوستان میں آج سو برس تک اس نے حکومت کی ہے۔ اس ملک کو بنایا ہے ستوا ہے۔ ملک کا نام دنیا میں روشن کیا ہے۔ اس نے ملک کو وہ چیز دی جس سے وہ عرصہ سے محروم رہ چکا تھا۔ اس میں پہلی مرتبہ سیاسی و اجتماعی وحدت پیدا کی۔ اس کو مساوات و اخوت انسانی کا پیغام دیا اور ہندوستان کو جو کمزوریوں میں مبتلا ہوا تھا۔ ایک طویل و وسیع و مضبوط و مستحکم توانا، مستحکم و انتظامیہ اور وسیع مرکزی حکومت عطا کی۔

اس کے بعد سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم آخری امت ہیں۔ ہم مل قرآن میں ہم داعی الی اللہ ہیں۔ ہم مقتبہ کائنات ہیں۔ اقبالؒ نے انہیں کی زبان سے یہ حقیقت ادا کرائی ہے۔ اس کے سامنے اس کی مجلس شوریٰ میں مختلف قوموں کے بارے میں کہا گیا اور مختلف نظریوں کی نشاندہی کی گئی۔ اس کی مجلس کے ارکان نے کہا ہمارے نظام اور کام کو اکثر اکیس سے فطریہ ہے، جمہوریت سے فطریہ ہے، موکیت سے فطریہ ہے، جمہوریت سے فطریہ ہے، حق نے کہا کہ۔۔۔

فکرت فرما کی جیت کا یہ عالم ہے کہ آج
 کا پتہ چن کو بسا دھر غراؤ دھوئے پار
 میرے آقا وہ جہاں زیر و زبر ہونے کو ہے
 جس جہاں کا ہے فقط تیری سیاست پر مدار
 اچھے نے ان تمام نظروں کو کوئی اہمیت نہیں دی اس کے برعکس اس نے کہا ..
 ہر نفس ذرا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
 ہے حقیقت جس کے دین کی انتساب کائنات
 اس نے کہا ۔

یہ اگر مجھ کو خھ کوئی تو اس امت سے ہے
 اس نے خائن میں ہے اب تک شرار سوز
 خدا خاں اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
 کرتے ہیں انک سحر جھکی سے جو ظالم بھڑو

ظفر بیت کوئی مسلمان قوم کا یہ امتیاز اور اس ملک کا جمہوری نظام، پھر مسلمانوں کی
 اتنی بڑی آبادی، یہ ساری باتیں سوائے فراموش کر رہی ہیں کہ ہم یہاں نے نظم و نسق پر اثر انداز
 ہوں۔ یہاں قانون ہے نہ میں ہمارا حصہ ہو سکتا ہے پھر اس ملک کے جمہوری ہونے کی
 وجہ سے اس ملک کی قیادت کا منصب بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اپنے خواہشات کی طور پر
 باطنی طور پر، اپنی طور پر اور ملکی طور پر ہی ممتاز فائق ثابت کریں تو اس ملک کی قیادت
 کے ہم طرب نہیں ہوں گے، ملک کی قیادت خود ہماری مطالب ہوگی، ہمیں سورج کا چرلٹ
 لے کر ڈھونڈنے لگیں۔ یہاں کی خاک کے ذرہ ذرہ، درخت کے پتہ پتہ سے آواز آئے گی
 اس ملک کو بچانے والے کہاں ہیں۔ آئیں اور اس ملک کو بچائیں۔ آپ کی یہ دیریت
 نہیں ہے کہ آپ کو آسمانیاں چاہئیں۔ آپ ملک کے نجات دہندہ ہیں۔ آپ اس

ملک کی آخری امید ہیں۔ اس ملک کے باشندوں کو باجمہ عدل کا پیغام دیں۔ عقل سلیم کا پیغام دیں۔ خدا ترستی اور انسان دوستی کا پیغام دیں اور اس میں اس کا لانا نہ سمجھیں کہ خدا و پیغمبر اسلامی عقیدہ اور ایمانی جذبہ کے ساتھ عربوں اور جزائروں کو۔ یہاں تک کہ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ خالص طرح کی قوت شاہد عطا فرمائی ہے (جو معنویات میں بھی اسی طرح کا مرقع ہے جیسے مادیت میں)۔ اس عروہی انسانی قوت میں ہمارے ایمان کی خوشبو اور مہک پائیں۔ وہ یہ محسوس کریں کہ یہ خود غرضی کا پیغام نہیں۔ انسانیات کا پیغام نہیں۔ اس کے پیچھے مایہ کی باتھرائی مقاصد نہیں۔ یہ وہ پیغام ہے جس نے ان لوگوں کے ایمان کو بلند و اعلیٰ مقامات پر لے آیا۔ اور جہاں اور طاقت وہی ہے اور اس مقام کا سرچشمہ اور اس کا مرکز و اقیانوس خدا ہے (جو رب العالمین ہے) اور خدا اس آخری رسولؐ کی طرف سے جو ذمہ للعالمین بنا کر بھیجے گئے تھے راہدہ ہے۔

اگر ہم کام کریں گے تو صرف یہی نہیں کہ ہم اس ملک میں عزت سے رہیں گے بلکہ اس ملک کی قیادت ہم کو تپاؤں کرے گی۔ حضرت پروفیسر مایہ السہم جیل تھے اور ایک ایسے الزام میں تھے جس کے بعد ایسے "اسیر زندان" کا کوئی مستحق نہیں ہوتا اور وہ آدمی وہ نہ تھا جس کے کاغذ نہیں رہتے۔ لیکن انہوں نے اپنے کردار سے اپنی عملی صلاحیت سے اپنی معجزانہ ایمانی طاقت سے۔ اپنی ایمان دوستی سے جس کے اندر وہ بھی یہ ثابت کر دیا کہ وہ مصر میں تنہا آدمی ہیں جن کے پاس ایمان ہے جن کے پاس ارادہ کار جو ہر بے ایمان کے پاس عملی صلاحیت ہے۔ ان کے پاس دوستی کا جذبہ اور ایمان کی دیانت ہے۔

بالآخر بادشاہ مسران کو جیل سے جوتا ہے لیکن وہ خود دہری کے ساتھ کہتے ہیں۔

أَوْجِعَ الْمَيِّ وَتَكَفُّرُ فَلَسَفَهُ مَا بَالُ الْبَنَسَةِ الْفَتْنَى قَطْعُ

أَبْدِيَهُمْ مَا أَنُ وَتَمَيَّ بِكِبْدِهِمْ عَلِيمٌ ۝

"اپنے آقا کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا

معاملہ یہ جسوں کے اپنے باحوکات لئے تھے۔ بہ شائبہ :
 پروردگار ان کے طر سے خوب واقف ہے۔
 ہاشمہ نے پھر تحقیق کی اور مدید کے قہر پر۔

ما علمنا علیہ من سوء

ترجمہ: ہمیں اس میں کوئی برائی معلوم نہیں ہوئی۔

اس کی کوئی غلط فہمی۔ یہ سب میرا چاہا یا ہوا چاہا اور میری برائی توئی ماضی تھی۔
 جب وہ دیکھیں گے تو براہ شائبہ شائبہ کٹش کی آپ کوئی عہدہ دقورس لیجئے۔
 انہوں نے کہا:

اجعلنی علی خزائن الاوص : ابی حنیفہ علیہ السلام

مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے کیونکہ میں حفاظت بھی

کر سکتا ہوں اور اس کام سے واقف ہوں۔

قرآن و روای مارخ کی کتاب نہیں بعد اوقات کی تفصیل یہ سن کر۔ لیکن اس قسم
 کے یہ باتیں ہیں۔ یہ بات مضمحلہ ہوئی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام انہوں نے
 سات سال مصر میں گزارے تھے، پھر آئے۔ اس ملک اور اتحاد میں یہ سب سے زیادہ ضرور
 علم و وسعت اور فکاہ شہر بہ نام یہ وہ شہر ہے جو تمام سے زیادہ سے زیادہ اور بہرہ رکتا
 ہے جس کے ذریعہ یہ سب کام تک پہنچا ہے اور ان کی بنیاد کثرت کر کے انہوں
 مومنین و مشرک اور ان کو سمجھاتے اور ان کے تعلق پر غور کرنے پر آمادہ کیا جاسکتا ہے۔ پھر انہوں
 انہوں نے کہا۔

اجعلنی علی خزائن الاوص : ابی حنیفہ علیہ السلام

امرات: ماری بیوی پارسیاں کی موجودگی میں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی
 موجودگی میں اور تعلیم کا وسیلہ جو اس وقت ہے اور اس نے جو ممالک اس ملک کو میں ہیں۔

ان سب کے باوجود صالح قیادت، عادل قیادت، خدا ترس قیادت اور انسان دوست قیادت کا منصب خالی ہے آپ اپنی حیثیت پہچانیں، اپنا منصب جانیں اور ملک میں خدمت، ملک میں صالح انقلاب لانے اور ملک کو صحیح رخ پر لگانے اور چلانے کی اپنی صلاحیت کو پہچانیں اور اس سے کام لیں۔

ہمیں ملک و ملت دونوں زندہ حیثیتوں میں سے کسی حقیقت سے آنکھیں نہیں بند کرنی چاہیں۔ البتہ ہماری دو میانہ حیثیت، ہماری بے لوث اور خدا اندیش فطرت اور ہمارا دُعا و فرغ نہ بھی جس کی بناء پر ہم کو "غیر امت" کا لقب ملا۔ اس پر غالب رہنا چاہئے۔ اس سرود و زیاں کی دنیا میں اس قمار خانہ سیاست میں ہماری اصول پسندی ہمارا اخلاقی کردار اور ہمارا ایمانی شعار سب پر غالب رہنا چاہئے۔ ہمیں ان سیاسی پارٹیوں کی پست سطح پر کبھی نہیں آنا چاہئے۔ جو دوسروں کی تحریب میں اپنی تعمیر اور دوسروں کی بربادی میں اپنی ترقی کا خواب دیکھتی ہیں اور جن کا منبجائے نظر صومت کی کرسی کے سوا کچھ نہیں۔ ہمیں اس ملک کے بارہ میں بھی اور اس ملت کے بارہ میں بھی چنانچہ بن نبوی و اہل نقلی تعلیمات کی اساس پر تعمیر کرنا چاہئے۔

حضرات! اس کے ساتھ ساتھ ہمارا فرغ میں رہنی شعور پیدا کریں۔ آپ کی ذمہ داری ہے کہ مسلمانوں میں دینی شعور پیدا کریں۔ ہماری سندہ سنیں ارتداد کے خطرہ میں جتا ہیں۔ تہذیبی اور ذاتی ارتداد تو بالکل کھلی سی بات ہے لیکن اعتقاد کی ارتداد کا خطرہ بھی سر پر آگیا ہے۔ آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ تصورات میں، محاذوں میں، شہروں میں، محلوں میں، گھروں میں اور برادریوں میں بچوں کو دینی تعلیم دینے کا احساس پیدا کریں۔ مدارس اور مساجد قائم کریں اور ان کا جال بچھا دیں۔ میں اس موقع پر اپنی ایک گزشتہ تقریر کا اقتباس پیش کروں گا جو میں نے کچھ عرصہ پہلے دینی و نسل کے پلیٹ فارم پر کی تھی:

”اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ ملت کے لئے صرف ایک پوسٹر بنانا ہے اور صرف ایک تملک کی کچھ نقش ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں تو میں کیوں کا۔“

”ما فَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي“

لکھ دو۔ پوسٹر بنے پچھ لکھو کہ ہر مسلمان اپنی اولاد سے لے کر نیا سے جانے سے پہلے سوال کرے اور جب تک دنیا میں ہے اپنا جائزہ لے لے، خاصہ کر اس کے نزدیک اس کی اہمیت ہے یا نہیں؟ ”اپنے بچوں کی اپنی آئندہ نسل کے لئے اطمینان کرنا ضروری بحث ہے۔ نہیں کہ ”ما فَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي“ (میرے بعد تم میں کی عبادت کرو گے) میں آپ سے کہتا ہوں کہ ہمارے آپ سب اپنے اپنے دلوں کو نوا لیں اور یہ دیکھیں کہ واقعی اس سوال کی ضرورت یہاں اہمیت ہے یا نہیں؟ اور یہ سوال افراد کے پیمانہ پر، خاندان کے پیمانہ پر، برادری کے پیمانہ پر، اور آخر میں کچھ ہوں کہ ملت کے پیمانہ پر اور صحت چھ یہ اسلامیہ کے پیمانہ پر، ہمارے دلوں میں نقش ہے یا نہیں؟ ہماری آئندہ نسل ہمارے بعد کس راستہ پر چلے گی۔ دوسرے وہ ملت کی پیروی ہوگی۔ کس کی پرستش کرے گی۔ کتنے عقائد کو مانے گی۔ یہ خدا کے واحد کی پرستار ہوگی یا سینکڑوں، ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں خداؤں اور دیوتاؤں کی، یہ اس وسیع کائنات میں اپنی محدود زندگی میں کس سے دسب قدرت کا کائنات پر توجہ کرے گی اور مانے گی۔“

اسی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں اپنے ملی تشخص کو برقرار رکھنے کی جدوجہد شروع

ہو گئی ہے اس کو جاری رکھیں ہم کو کسی ملک میں دریا کی مچھیوں کی طرح (جن کی کوئی شناخت نہیں ہوتی) زندگی گزارنے کی اجازت نہیں۔ شاہ با تو کس میں سپریم کورٹ کے فیصلہ نے پوری ملت کو ہنسنے لگا دیا اور اس کے نتیجہ میں آئل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے جو پہلے سے قائم تھا۔ اس کو اپنا موضوع بدلا۔ پھر یکساں سوال کوڈ کا مسئلہ ہے۔ ان سب مسئلوں کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ یہاں بھی میں اپنی گزشتہ تقریر کا کچھ حصہ پیش کروں گا۔ جو آئل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاس بمبئی منعقدہ ۱۶/۱۵ دسمبر ۱۹۹۶ء میں کی گئی، میں نے کہا تھا :

”مسلمان اگر مسلم پرسنل لا (لا شرعی عائلی قوانین میں تبدیلی قبولی کر لیں گے تو آدھے مسلمان رو جائیں گے۔ اس کے بعد خطرہ ہے کہ آدھے مسلمان بھی نہ رہیں۔ فلسفہ اخلاق، فلسفہ نفسیات اور فلسفہ مذہب کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ مذہب کو اپنے مخصوص نظام معاشرت و تہذیب سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ دونوں کا فطری تعلق اور رابطہ ہے کہ معاشرت مذہب کے بغیر صحیح نہیں رہ سکتی اور مذہب معاشرت کے بغیر مؤثر و محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ آپ مسجد میں مسلمان ہیں (اور مسجد میں کتنی دیر مسلمان رہتا ہے اپنے سارے شوق عبادت کے باوجود اور گھر میں مسلمان نہیں۔ اپنے معاملات میں مسلمان نہیں۔ اپنے عائلی و خانہ داری روابط تعلقات میں مسلمان نہیں۔ اس لئے ہم اس کی بالکل اجازت نہیں دے سکتے کہ ہمارے اوپر کوئی دوسرا نظام معاشرت تمدن اور عائلی قانون مسلط کیا جائے۔ ہم اس کو دعوتِ ارتداد سمجھتے ہیں اور ہم اس کا

اس طرح مقابہ کریں گے۔ جیسے حکومت اترہ اڈاکا مقابلہ کیا جائے
چاہئے اور یہ ہمارا شہری، جمہوری اور دینی حق ہے اور ہندوستان
کا دستور اور جمہوری ملک کا آئین اور مفاد نہ صرف اس کی
اجازت دیتا ہے بلکہ اس کی اہمیت افزائی کرتا ہے کہ جمہوریت کی
بقا اپنے حقوق کے تحفظ اور اظہار خیال کی آزادی اور ہر فرقہ اور
اقبیت کے سکون و اطمینان میں مضمر ہے۔

حضرات! اس نے چند سال ہونے اندر میں ٹیکور ہاں میں پیام انسانیت پر تقریر کی
اس موقع پر RSS کے لوگ موجود تھے۔ اگلے دن ایک وفد میری قیام گاہ پر آیا۔ مجھے
معلوم ہوا کہ اس میں RSS کے میزبان اور اس کے ممدار ہیں اور مجھ سے باتیں کرنا چاہتے
ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ ”کل آپ کی تقریر میں کربہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ آپ کو اس
ملک کی ہم سے زیادہ فکر ہے۔“ میں اپنے آثار اور شہادت کو اپنے اور پوری امت کے لئے
تمام شکر سند بکھت ہوں۔ ضرورت ہے کہ آپ کی ہر بات سے اس کا اظہار ہو اور یہاں
کے شہری یہ سمجھیں کہ آپ کو اس ملک کی ان سے زیادہ فکر ہے۔ آپ کو دوست سے زیادہ
ملک عزیز ہے۔ آپ کو یہ حاشہ عزیز ہے، یہ وہ جو ہر ہے جو منقود ہوتا جا رہا ہے۔ اب یہ
موسم کیا جا رہا ہے۔ اٹلی سے اٹلی لوگوں میں بھی یہ بات نہیں رہی وہ بے تکلف اپنی
دوست میں اضافہ کرنے کے لئے اس سطح پر آ جاتے ہیں اور وہ کام کر لیتے ہیں جس سے
ملک خدہ میں پڑتا ہے۔ حاشہ دہری طرح زوال کا شکار ہوتا جا رہا ہے اور چوری چوری
کیونتی بگاڑ ملک کی اس تھیم آ رہی ہے اس صورتحال سے تحقیقی طور پر مضطرب رہے جیسا
ہوئے والا اور اپنی تہذیبی، پارٹی، فرقہ اور جماعت کی مدامت و تحقید یا مدح و تعریف سے
بے پردہ رہے نیاز، ذکر، تعقید و احتساب کا فرض ادا کرنے والا اور خضر کا بگل بھانے والا
دور دور نظر رکھیں آتا۔

حضرات! آپ کے اس اجلاس میں بڑے بڑے علماء، فضلاء، علوم و دینیہ، وزعماء، قائدین، اہل قلم و مفکرین موجود ہیں۔ میں اپنی اس گزارش کو اسلام کے عہد اول کے ایک مہرے و تکبیر اور سبق آموز واقعہ کو یاد دلانے پر ختم کرتا ہوں جو ہمارے لئے پورا پیام رکھتا ہے۔

جس وقت جزیرۃ العرب میں ارتداد کی آگ پھیل گئی تو یہ سب کی ذمہ داری تھی۔ لیکن ذمہ داری کے احساس میں فرق ہوتا ہے۔ یہی فرق آدمی کو بڑا اور زندہ جاوید بناتا ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ اس وقت خلیفہ وقت تھے۔ انہوں نے کہا۔

اینفض البذین وانا حئی

کیا میرے جیتے ہی دین میں کوئی کتر پٹنٹ ہو سکتی ہے؟ کوئی قطع برید ہو سکتی ہے؟ حیف ہے میری زندگی پر اگر میرے سامنے شرح حب اسلامی میں ترمیم دینے لگے اور اس کے فرائض و احکام میں انتخاب کیا جانے لگے نماز تو ٹھیک، روزہ بھی ٹھیک، لیکن زکوٰۃ نہیں، یا زکوٰۃ بھی ٹھیک، روزہ نہیں، میں زندہ ہوں اور میرے سامنے یہ تحریف ہو؟ ہو ہی نہیں سکتا۔

بس یہ حسیتمی جو اہل کراچی کی زبان پر آئی اور یہ لفظ ان کی زبان سے نکلے اور اس نے زمانہ کی کھانسی موزوں کی اور تاریخ کا دھار بدل دیا۔

اللہ جل جلالہ ہم سب کو اپنی ذمہ داریاں احسن طریقہ سے انجام دینے کی توفیق بخشے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ وصحبہ

اجمعین، و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

زمانہ جس زبان کو سمجھتا ہے وہ نفع اور زندگی کے استحقاق کی زبان ہے

یہ زبان اللہ و کتاب و سنت سے سوا اور کسی اور انسان ہی اللہ کی رحمت اللہ علیہ نے نہ مقرر
فرمائی اور نہ اس پر طاعت کی ضرورت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ و تفسیر میں آیا
جاوے گا کہ یہ ایسا شریعت اللہ سے سوا اور کسی اور انسان ہی اللہ کی رحمت اللہ علیہ نے نہ مقرر
فرمائی اور نہ اس پر طاعت کی ضرورت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت امی شریعت سے اس لحاظ سے کہ اس طرح کے عزیز آج میری ایک دینی آرزو پوری
ہوئی کہ میں یہاں اس عزیز و محبوب سرزمین پر حاضر ہوں۔ میری یہ حاضری آپ نے لئے
کسی نفع یا کسی خدمت کا ذریعہ ہے یا نہیں اس میں بہت شبہ کی گنجائش ہے۔ اور یقین کے
بغیر نہیں کہا جاسکتا کہ میں آپ کی کوئی خدمت ان ہی مہرے سکوں کو، اور اس موقع کو پورا
کر سکوں گا جن کا آپ نے اپنے اس خدشانہ پاس نامہ میں ظہار کیا ہے۔ لیکن اس میں
کوئی شک نہیں کہ یہ حاضری میرے لئے موجب سعادت اور باعث سرفرازی ہے۔ میں
یہاں خادمانہ حاضر ہوں، عزیزان بھی، برادران بھی لیکن اس سے زیادہ خادمانہ۔ میں یہ
سمجھتا ہوں کہ اگر میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ بھی یہاں تشریف لائے تو وہ بھی اس
حاضری پر خوش ہوتے۔ اور جن کی خدمت میں وہ آتے ان کو بھی اس سے بڑی مسرت
ہوتی۔

میرا قدیم اور عمیق تعلق

عزیز صلیب اجینا کہ سپاساتے میں کیا آیا ہے، میرا اس سلسلہ سے اور اس ذاتِ کریمی سے جس سے اس جہد کا انتساب ہے، بہت قدیم اور عمیق تعلق ہے اور میں اس تعلق پر نازاں بھی ہوں، شکر گزار بھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو بھی کہ اس کو باقی رکھے۔ میں یہاں بالکل محسوس نہیں کرتا کہ میں کسی نئی جہد پر ہوں اور یہ جو انجیلی طلبہ کو کسی نہر سے نئے طالب علموں کو خطبہ کر رہا ہوں۔ میں بالکل یہ محسوس کرتا ہوں کہ اپنے خاندان کے افراد کو اپنے ہی خاندان کے دونہالوں اور عزیزاں کو خطاب کر رہا ہوں، اور خدا ہمارے ساتھ ہو اور انامذات اللہ صاحبِ ہمیشہ شریعت بھی یہی سمجھتے ہوں گے، اور یہی محسوس کرتے ہوں گے، اور انہوں نے مجھ پر یہ تصور نہ کیا ہو گا کہ وہ کسی انجیلی کو دعوت دے رہے ہیں، بلکہ اپنے ہی ایک عزیز اور فرد خاندان کو اپنے بچوں سے اور اس چمن کے دونہالوں سے دعا رہے ہیں، اس لئے آپ سے مجھ نے کسی قسم کی کوئی معذرت کرنی ہے نہ کوئی دبی شکر یہ کہ کہتا ہے، البتہ سپاسنامہ پر اتنا ضرور عرض کر اس کا کہ یہ سپاسنامہ تو اس کو پیش کیا جاتا ہے جس سے کسی قسم کی یہ کانٹگی ہو، یا وہ مہمان کی حیثیت رکھتا ہو، یہ تو میرا افسر ہے میں یہاں گھر کے ایک فرد کی حیثیت سے نہ سر تو ابرا یہ آپ نے عجب بڑا لیکن چونکہ یہ تکلف بہت پر مبنی ہے اور میں کا محرک بہت قوی قہر ہے، آپ معذرت نے اپنے تعلق کے اظہار کا یہی طریقہ سمجھا جو کافی کل رائج ہے اس لئے میں اس کی زیادہ شکایت نہیں کروں گا، البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ اس کی ضرورت نہیں، اگر آپ نے خلوص کے ساتھ اس کو پیش کیا تو اس کو سراں گھول پڑکتا ہوں اور آپ کا شکر یہ ادا کرتا ہوں۔

کھنبے کی باتیں تو بہت ہیں

میرے عزیز! اس وقت آپ سے کھنبے کی باتیں تو بہت ہیں۔ ہم آپ سب ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ جگہ میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کی کشتی دنیا کی کشتی ہے اور وہ نہ ہندوستان میں ہوگی، خواہ دو منہ و شام میں نہ ہو، خواہ دو مراکش، الجزائر اور تیونس میں ہوگی۔ سب کے کھنبے ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ یہ کشتی اس وقت ایک تلامس سمندر میں ہے اس کے گرداب بلا اور اس کے بھنور بہت سخت ہیں۔ اس میں اس وقت طوفان آیا ہوا ہے اور بڑے بڑے جہاز جو بڑے بڑے انتظامات سے مسلح ہیں اور جن کے تحفظ کا پورا سامان کیا گیا ہے اور جو سمندر کے رخ پر بہہ رہے ہیں وہ بھی اس وقت تلامس میں ہیں وہ بھی اس وقت آئیں، خیر و محسنوں کرتے ہیں چہ جائیکہ ہم اور آپ جو دریا کے رخ کے بالکل مخالف اپنی کشتی کو لے جا رہے ہیں اس لئے ہم آپ کو بہت تنبیہ کی کے ساتھ اپنے مسئلہ پر غور کرنا چاہئے۔

دو فریق

اس میں ایک تو وہ ہے جو دنیا کی مدارس کے مستقبل سے بالکل مایوس ہے، ان کی افادیت کا منکر ہے اور اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کس غرض کے لئے ہیں اور یہ کیا خدمت انجام دیں گے اور ان کا کوئی فائدہ بھی ہے یا نہیں۔ ان کے پاس بدلے ہوئے زمانہ کے لئے کوئی پیام ہے، یہ اپنے اندر کوئی افادیت رکھتے ہیں، ان کے اندر کوئی رہنمائی کی بھی صلاحیت ہے؟

ایک فریق وہ ہے کہ جو باطل خواب غفلت میں مدہوش ہے۔ وہ حقائق کو بالکل نہیں سمجھتا۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ جیسے آج سے چار سو برس اور چھ سو برس پہلے کا زمانہ ہے، جاوید

نظامیہ بعد ازاں زمانہ ہے۔ اس کو کسی تفسیر، انقلاب کی خبر نہیں دیا اگر خبر ہے تو اس نے اپنے کو اس سے بالکل بے تعلق بنا رکھا ہے، جیسے کہ آپ نے منہ ہوگا کہ شتر مرغ مریت میں اپنا سر دھنسا دیتا ہے اور خراج دیتا ہے اسے آنکھیں بند کر لیتا ہے اور پھر اس کو خبر نہیں ہوتی کہ کیا ہوتا ہے، جب وہ نہیں دیکھتا تو سمجھتا ہے کہ کچھ ہو رہی نہیں رہا ہے، یہ دونوں فریق دوسروں پر ہیں۔ دونوں دو مختلف انتہاؤں پر ہیں جسے ہماری دلی زبان میں بنی خرافیہ والا غیر کہتے ہیں، جن میں کوئی بھی حقیقت پسندی سے کام نہیں لے رہا ہے، اور کسی کی بھی راہ، معتدل کی راہ نہیں ہے۔

زمانہ تیزی کے ساتھ بدل رہا ہے

آپ سے کوئی چھٹی دھنکی بات نہیں ہے، اور اس کے لئے کسی بڑے انگشتانہ اور کسی بڑی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے کہ زمانہ بہت نزدیک ہے اور زمانہ بہت تیزی کے ساتھ بدل رہا ہے بلکہ بدل چکا ہے اور اس کے بعد بھی وہ ایک جگہ پر رکا ہوا نہیں ہے، بلکہ بدلتا چلا جا رہا ہے اس لئے ہمارے مدارس کے طلبہ کو ان دونوں فریقوں سے بالکل ہٹ کر ٹھنڈے ماراؤ۔ اور بہت صبر و سکون اور بڑی جمیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہئے کہ ان کا مستقبل کیا ہے، اور وہ کیا خدمت انجام دے سکتے ہیں۔

مذہب کوئی عجائب خانہ اور میوزیم نہیں

عزیز طلبہ! یہ میں آپ سے کہہ دوں کہ بڑی بڑی کتابیں آپ پڑھ سکتے اور آپ نے پڑھی ہوں گی، اور اگر پڑھنے کا بھی موقع نہیں ملا تو آپ آئندہ پڑھ سکتے ہیں۔ اس موضوع پر بڑی اچھی اچھی کتابیں ہیں، لوگوں نے علمی حیثیت سے تحقیقی طریقے پر اس پر بحث کی ہے کہ کسی نظام کو محض روایات پرستی، محض قوت مقابلہ اور محض مصلحت و افکار کے

ساتھ باقی نہیں رکھا جاسکتا کوئی صالح سے صانع نظام ہو، اس کو کھنڈ روایت پرستی پر اور ایک مقدس دریے کے طور پر یا آثار قدیمہ کے طور پر باقی نہیں رکھا جاسکتا، دنیا میں آثار قدیمہ کی گنجائش تو ضرور ہے، اور آپ نے بڑے بڑے شہروں میں آثار قدیمہ کے مرکز دیکھے ہوں گے، وہاں زندہ عجائب خانے بھی ہیں اور مردہ عجائب گھر بھی ہیں، شاید آپ نے سوچے کہ، اگر انکوارت پینے میں بھی کوئی ایسی جگہ ہو۔

ایسے آثار قدیمہ دنیا میں نہ صرف یہ کہ باقی رکھے جاتے ہیں بلکہ ان کو سینے سے بھی لٹایا جاتا ہے، امر ان کے لئے بہت بڑا اقلیدہ زمین مخصوص کر دیا جاتا ہے، اور ان کے لئے خدمت کے بجٹ کا ایک بہت بڑا حصہ بھی مخصوص کر دیا جاتا ہے۔ یہ صحیح ہے لیکن اس کی اشیئت کیا ہے، اس کی حیثیت ایک بے ضرر، ایک غیر متعلق، ایک قابل زیارت، قابل دید، اور تفریح کے ایک سامان کے طور پر قدیم یادگاروں کے ایک نمونہ کی ہے۔ اس سے زندہ آنچھ نہیں۔ ان کو اس لئے نہیں رکھا جاتا کہ زندگی میں ان کی ضرورت ہے۔ ان کے بغیر کام نہیں چلتا، وہ ایک بہت اہم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ بالکل نہیں، بلکہ صرف اس لئے کہ اس مشہور زندگی میں بھی کبھی تفریح کی ضرورت ہوتی ہے، تو ان سے تفریح حاصل ہوتی ہے، یا پھر قدیم تاریخ پر فخر کرنے کا ایک موقع ملتا ہے کہ قدیم عظمت کا وہ نشان ہے کسی قوم، کسی ملک کے ایک دور کی تہذیب کا سرچشمہ ہے، اگر آثار قدیمہ کے اندر احساس ہو گیا، جن کی طرف ان آثار قدیمہ کی نسبت ہے وہ اگر زندہ ہوتے تو ہرگز اس صورت حال پر خوش نہ ہوتے۔

یہ پوزیشن کوئی زندہ اور صاحب دعوت قوم قبول نہیں کر سکتی

کوئی زندہ جماعت جو یہاں سرکھتی ہے جس کا ایک مقام ہے جس کو بعض حقیقتوں پر اعتبار ہے، جس کو بعض چیزوں سے انکار ہے، جس کا اپنا ایک راستہ ہے، جس کو خدا نے

روشنی۔ سطا کی ہے، جو کچھ چیزوں کو نکلنا سمجھتی ہے، کچھ چیزوں کو جمع سمجھتی ہے، وہ دہرگز اس پوزیشن کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ اس کے لئے کوئی جگہ مخصوص کر دی جائے اور اس کو بے ضرر سمجھ کر وہاں رہنے کا موقع دیا جائے جیسا کہ فرائض قدیم کی لائسنس میٹی کی ہوئی۔۔۔ مصر میں رکھی ہوئی ہیں۔

عربی مدارس آثار قدیمہ کے طور پر

جو لوگ عربی مدارس کی وکالت اور ان کی سفارش اس انداز سے کرتے ہیں کہ ہمیں آپ کے یہاں بڑے بڑے میوزیم ہیں آپ کے یہاں بڑے بڑے دارالآثار ہیں۔ برطانوی قوم کا حال یہ ہے کہ اس کو سب سے زیادہ شغف ہے۔ یوزیم سے۔ شاید جتنے بڑے بڑے میوزیم لندن میں ہوں دنیا کے کسی شہر میں ہوں۔ اس لحاظ سے یہ عربی مدارس آثار قدیمہ کی حیثیت سے باقی رکھے جائیں تو میں کم از کم ویسی پوزیشن کو دہرگز قبول کرنے پر تیار نہیں، میں سمجھتا ہوں کہ جس نظام کی وکالت حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کی اور حضرت مولانا محمد علی صاحب مونگیری نے کی جس کے لئے محمد و عبداللہ کی درگاہ قائم ہوئی اور جس کے لئے دارالعلوم دیوبند قائم ہوا، جس سے ہم سب لوگوں کو تعلق ہے، اس کی بنیاد دہرگز اس پر نہیں تھی۔ یہ نرمی کوئی درخواست نہیں تھی، یہ نرم کے لئے کوئی استغاثہ نہیں تھا، کہ وہاں بہت سی چیزیں آپ نے چھوڑ دی ہیں قبرستان بھی باقی ہیں بڑے بڑے آباد اور ایسے شہر کہ جہاں پر ایک گز زمین کا ملنا بھی مشکل ہے وہاں پر بہت بڑے رقبہ میں قبرستان پڑے ہوئے ہیں۔ ان کا کوئی مصروف نہیں ہے اور وہ ایک بہت بڑی جگہ گھیرے ہوئے ہیں۔ بہت سے لوگوں کے مکانات بھی بن سکتے ہیں، مکانات کے لئے لوگوں کے پاس جگہ نہیں ہے، شہر تنگ ہو رہا ہے، پھیلا جا جا رہا ہے اور یہ قبرستان ہیں، آپ نے قبرستان چھوڑ رکھے ہیں، آپ کا کیا حرج ہے

اُس نے آپ ان مہر رسول کو بھی اسی طرح بچہ وز دیں، اُن سے اُن میں اس پوزیشن کو قبول کرنے کے لئے ہانک تیار نہیں ہوں۔

بہر حال ایک تو فریق یہ سمجھتا ہے کہ یہ مدرسے اپنی افادیت، اپنی زندگی کی صلاحیت، اُن سے کم تر چنگے ہیں اور اب ان کو اُن واقعہ پر اس لئے بطور پر باقی رکھنا چاہئے۔ تو میں آپ سے یہ کہہ رہا تھا کہ نول تو میں اس پوزیشن کو قبول نہیں کرتا، دوسرے یہ کہ دنیا میں جو اس وقت سر پر تھے، جو اپنے لئے یہ مقام پسند کر لے اس کے لئے پھر زندگی کی نئی وہ منجائش نہیں ہوتی۔ آج اُن قہرستانوں، نولوں نے کسی جہد سے چھوڑ رکھا تو کل ان کو نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ آپ دیکھیں لیکن کہ جعلی میں حضرت خلیفہ باقی باغداد قہرستان استاذ تھا۔ اس کے دیکھنے والے یہاں بھی موجود ہوں گے۔ میں بھی جب شروع میں دینی چاہ کر رہا تھا، اعلیٰ کی سیر کرتا تھا تو ایک ملحق، ملحق یہ کہ تھو۔ ہزاروں ہزار قبریں تھیں۔ اب ان کو حائل کرتے رہتے رہتے۔ اب جہاں حضرت خلیفہ کا مزار ہے اس کے آس پاس کا تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا ہے، اس لئے کہ شہر کی نہ دریا تہ زمینی جاتی ہیں اور شہر کی ضرورت کو ایک حقیقت سمجھا جاتا ہے اور یہ چیزیں نہیں ایک رعایت اور مجبوری کے دائرہ میں آتی ہیں اور رعایت مجبوری حقیقت کا مقابلہ نہیں کر سکتی، اس لئے اول تو ان مدارس کی پوزیشن سچی نہیں، دوسری بات یہ کہ تاریخ یہ ثابت کرتی ہے کہ ان چیزوں کو رواں دواں اور حقیقت پسند زندگی، وہ زندگی جو زندگی کی صلاحیتوں سے نہ صرف معمور بلکہ محصور اور مدعو ہے اور جو حق کو قبول کرنے کے لئے کسی کو اپنے حصہ میں سے حصہ دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ زیادہ سیر تک پروا نہ تھی کہ نہیں کر سکتی۔

محض قدامت اور تاریخ کے سہارہ پر کوئی ادارہ زبردستی نہیں رہ سکتا

دنیا میں کوئی ادارہ محض اس وجہ سے نہیں چل سکتا کہ یہ ادارہ آٹھ سے سو برس (دوسو برس پہلے قائم ہوا اور اس نے کچھ مفید خدمت انجام دی تھی۔ محض تاریخ کے بل پر، محض تاریخ کے سہارے کوئی ادارہ کوئی خریف، کوئی نالائق، کوئی نکاح نہ چلا سکتا ہے۔ اگر آپ کسی ادارے کو تھمرائیں گے لے لے لے اور اس کے لئے کچھ مراعات حاصل کرنے کے لئے اس کی تاریخ پیش کرتے ہیں کہ اس نے دور ماضی میں یہ خدمت انجام دی ہے۔ تو گو کہ اس کو بالکل نہیں سنیں گے اور اگر کوئی ترقی خاموش رہے تو سب سے زیادہ اس کے اندر سے نہایت پر زور اور پر جوش تقاضہ پیدا ہوگا کہ اس کو تھمر کر دینا چاہئے۔

ہیواء انش کا بے لائق قانون

اللہ تعالیٰ کا جو انصاف اس کے لئے ہے اس میں جاری و ساری سے جو ہمیں نہ آئے ہیں اور تاریخ کے صحاح سے معلوم ہوتا ہے وہ بڑے انش کا قانون ہے۔ یوں تو اس وقت دنیا کے جس قانون کو تسلیم لیا، وہ بڑے انش کا قانون ہے (SLAUGHTER OF THE FITTEST) لیکن حقائق میں قرآن مجید سے جو کچھ میں آتا ہے وہ بڑے انش کا قانون، صاف صاف قرآن مجید میں ہے۔ اور اگر کوئی آیت ہے۔ آپ نے بہت بڑی بڑی باتیں کہی ہیں۔

”فَاتَمَّا نُرْزِئُ فِیْہِ ذَہَبٌ خَفِیْفٌ ۖ وَ اِنَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَنُفِثْکُمْ

فِی الْاَرْضِ ۚ کَذٰلِکَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ

جس چیز میں کوئی نافعیت نہیں، جس چیز میں کوئی پیام نہیں ہے، جو چیز کوئی اہم

خدمت انجام نہیں دے رہی ہے، جس پر انسان کی بقا اور نشوونما اور انسان کی راحت اور ترقی کا کوئی اٹھار نہیں ہے اس کو قرآن مجید نے زہر کے لفظ سے لانا کیا ہے۔ جو بہت سی ہائیں اور نہایت آسج اور شیع لفظ ہے، اور معانی سے لبریز ہے۔ زہر بھجن کو کہتے ہیں یعنی مر یا کاہہ جھال۔ جو اپنے اندر کوئی ہستی نہیں رکھتا۔ جس کے اندر نہات واستحققت کی کوئی صلاحیت نہیں۔ وہ دیا کے جوش کی ایک نمود ہے، اور یا کے جوش کا ایک خارجی ظہور ہے، اور اس کے اندر کوئی استقامت نہیں کوئی صلابت نہیں، اس ایک پھوٹی ہوئی سی چیز ہے جس کے اندر نہ دوا بھر گئی ہے، نہ یہ نہیں کہ نیچے کا جو میل کیل تھا وہ اوپر آ گیا ہے۔ اس کے اندر انسانوں کو فائدہ پہنچانے کی کوئی صلاحیت نہیں ہے، وہ اوپر اوپر بہہ جائے گا یا نہ رو پر جا کر نہیں کسی چیز سے ٹک جائے گا اور باقی نہیں رہے گا اس لئے کہ اس میں باقی رہنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا جو قانون تربیت ہے، وہ قانون تربیت اس کی اجازت نہیں دیتا کہ زہر نہ رو دو دنوں تک باقی رہے اس لئے کہ یہ عالم اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ اس میں زہر بنی مائی ہو۔ اگر دیوانوں کا مہاگ اور پانی کا چین اس طرح باقی رہنے لگے تو جن کو باقی رہنا چاہے ان کے لئے مشکل ہو جائے و اما ما یضع الناس لیکن جو چیز لوگوں کو نفع پہنچانے والی ہے فیحکمت فی الارض وہ بظہر جاتی ہے۔

نرمانہ جس زبان کو سمجھتا ہے وہ نفع اور زندگی کے

استحقاق کی زبان ہے

تو اگر ہمارے مددگار یہ چاہتے ہیں کہ وہ باقی رہیں، اور وہ اس زندگی میں اپنی جگہ بنا چاہتے ہیں، زندگی کا استحقاق ثابت کرنا چاہتے ہیں تو ان کو اپنے اندر منافعت پیدا کرنی چاہئے کہ زندگی کی کوئی غمناک بات ہے، ہزاروں کے بغیر پوری نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ زمانہ

اُس زبان کو سمجھتا ہے اور ہر زمانہ میں سمجھتا رہا ہے، اس کے لئے ترجمہ کی ضرورت نہیں، وہ آپ عربی میں کہئے تو زمانہ مجھے گا، انگریزی میں کہئے تو سمجھ گا، اور زبان بے زبانی میں کہئے تو سمجھ گا۔ گو ظاہر اس کو کہے گا، اس کا خیال کرے گا تو زمانہ سمجھ گا، اور اگر اپنے زمانہ کا کوئی صحابہ اور اپنے زمانہ کا کوئی مسلمان اس کا اظہار کرے گا تو زمانہ سمجھ گا۔ زمانہ جس زبان کو سمجھتا ہے، وہ قطعاً ہی زبان ہے، وہ زندگی کے استحقاق کی زبان ہے، زندگی جیسا کہ اقبال نے کہا ہے، ایک استحقاق ہے، زندگی کوئی خیرات نہیں، زندگی تو خود حاصل کی جاتی ہے۔ آپ اس کا استحقاق پیدا کر لیجئے تو دین آپ کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوگی، جرنی کو وہ ہولناک جنگوں کے بعد بھی اس لئے باقی رکھا گیا ہے کہ اس نے اپنی مصاحبت کا ثبوت دیا۔ اس کو ہمیشہ کے لئے کوئی تہ نہیں کر سکا۔ بہت سی قومیں دنیا میں ہیں جو بالکل ختم ہو گئیں، لیکن بہت سی قومیں ابھی ہیں جو بار بار شکست کھانے کے بعد بھی باقی ہیں۔ مسلمانوں نے تاتاریوں سے شکست کھائی اور اسی کھائی کہ شاید دنیا کی کسی قوم نے اسی شکست نہیں کھائی تھی لیکن ہنگوئوں کے اندر مایوسی انصاف کا وہ تھا۔ وہ ایک پیام برتتے تھے، وہ ایک زندہ دعوت دیتے تھے۔ اس لئے تاتاریوں کو ان کے سامنے جھکنا پڑا، وہ تاتاریوں کے سامنے جھکے ان کی گوارہ کے سامنے جھکے لیکن تاتاریوں کی گواروں کو دلوں کو اور دماغوں کو ان کی مافوقیت کے سامنے، اور ان کے پیام کے سامنے جھکنا پڑا۔

میرے عزیزو! آج ہمارے دینی مدارس کے لئے ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ وہ زندگی کا استحقاق ثابت کریں، اپنا امتیاز ثابت کریں کہ انہ وہ نہ رہے تو زندگی بے معنی ہو جائے گی، یا زندگی ناقص ہو جائے گی اور کمر سے تم ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گا، ایک بڑا شکاف اس زندگی کے اندر پیدا ہو جائے گا جس کو اور کوئی پُر نہیں کر سکتا۔ جتنی رقم کو درخواست نہ بھی دیا میں سنی تھی، نہ بھی سنی ہو سکتی ہے، اور زمانہ تو آج دریت کا ہے، یہ دور ہے بھی ایسی کہ اس نے اب غایت پر زندگی کو دیکھنا شروع کر دیا ہے، بالکل ہونا

مجھ کو ایک منزل کے طور پر، منزل ہی نہیں بلکہ ایک فیصلے کے طور پر اس نے کیونز مہم قبول کر لیا ہے تو اس میں تو اب ہانگن اس کی گنجائش نہیں رہی کہ ہم یہ سمجھ کر بھائی ہمیں فلاں حکومت نے باقی رکھا، ہم فلاں دور میں باقی رہے، آپ بھی ہمیں باقی رکھئے یا آپ یہ نہیں کہ ہم نے جنگ کی نئی میں اتنا حصہ لیا تھا۔ ہمارا استحقاق ہے۔ اس کو اب دنیا مافقت کے لئے تیار نہیں ہے۔

آپ ایک اہم محاذ پر تعینات ہیں

آپ یہ ثابت کیجئے کہ آپ ایک ایسے دور پر کھڑے ہوئے ہیں، زندگی کے ایک ایسے محاذ پر کھڑے ہوئے ہیں کہ اگر آپ نے وہ محاذ چھوڑ دیا تو اس کو سنبھالنے والا کوئی نہیں۔ آپ ثابت کریں کہ آپ اخلاق کے محاذ پر کھڑے ہیں۔ خدمتِ خلق کے محاذ پر کھڑے ہیں، آپ علمی بلندی کے محاذ پر کھڑے ہیں، آپ علمی تحقیق کے محاذ پر کھڑے ہیں۔ آپ نے اگر اپنی جگہ چھوڑ دی یا آپ کو بے محالہ سے ہٹا دیا یا تو زندگی میں اتنا خلا بند ہو گا جس کو نہ یونیورسٹیاں پر کر سکیں گی نہ علمی مجلسیں پر کر سکیں، تو انہ کو دیکھ کر پریشان ہو جائیں گی اور ان کوئی اور کوشش نہ کر سکیں گی۔ یہ سب سے خدا کا بنایا ہوا واجبِ قانون ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ

”فَأَمَّا الزُّنُّبَ فَيُضْهِبُ بَخْفَاءٍ وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْسِكُ

فِي الْأَرْضِ كُلُّنَا لَكَ بِضَرْبِ اللَّهِ الْوَاقِعِ“

یہی بات تو یہ ہے کہ اب اس وقت ہمارے ممالک میں کہ بعض مسلمانوں کے جذبہ خیر، مسلمانوں کے دین پسندی، اسلام پسندی، فضلِ مسلمانوں، اسکے دین و شریعت کے احترام، یا بعض علماء کی قربانی یا بعض علماء کی بزرگی کے مل پر قائم نہیں رہ سکتے، میں دل پر پتھر رکھ کر یہ الفاظ کہہ رہا ہوں در خود مجھے اس سے تکلیف ہے، لیکن یہ حقیقت ہے جس کا

انبارِ کرم سے کم اس درگاہ کے عزیزِ طلبہ کے سامنے ہو جانا چاہئے جس کے بانی نے زمانہ کی انہیں کو بچھڑا کر جس کے بانی نے رب سے پہلے اپنے اور میں یہ دعائے نیا کد زمانہ بدل کر دیا ہے زمانے کے ہر تغیرات کو واقعی تغیرات تسلیم کرنا چاہئے اور اپنی اقداریت ثابت کر لی چاہئے۔

حضرت مولانا محمد علی موٹھیری کی فراست و بصیرت

حضرت مولانا محمد علی صاحب موٹھیری رحمۃ اللہ علیہ جن کو آپ حضرات ایک شیخ طریقت کی حیثیت سے پانتے ہیں۔ بیخ و دو ایک بلند پایہ شیخ طریقت تھے، بہت عرصہ تک بہت بزرگوں میں تھے اور اس کی تہذیب ان کے تمام معاصرین نے دیکھی ہے۔ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ان کے متعلق بہت بلند ہیں کہ اس کی بلند کی تک ہماری رسائی ممکن نہیں اس میں اضافہ کرتے ہوئے میں عرض کروں گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ بصیرت عطا فرمائی تھی، وہ اور ایک شیخ اور نور مطلق تھا فرمایا تھا جو بہت کم لوگوں کو دیکھتا ہے، انہیں لوگوں کو ملتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ کوئی بڑا کام دیتا ہے۔ اقبال نے جو کہ ہے ان وائلس اس کا صدق سمجھتا ہوں۔

دو صدائے دریں محفل سخن گزشت

نہیں نازک تر از بگ سخنِ نازک

دستِ پامنِ بگو آں دیدہ و رست

کہ نہ رہد دیدہ و رست سخن گفت

ندوة العلماء کی تحریک دینی بصیرت کا نقطہ عروج ہے

یہ ندوة العلماء دینی تحریک جموں تحریک شمس ہے۔ یہ امر زمانہ کی فی الحقیقت کا لکھ

غروں ہے۔ میں آپ کو حضرت مہدیؑ کی درگاہ کا خطاب بھیج کر خطاب کر رہا ہوں۔ میں یا مہدیؑ اور مہدیۃ العالَم کو کلمہ جانتا ہوں۔ میں تو حضرت سوا نا محمد علیؑ کی درگاہ کی حیثیت سے آپ کو بھی اور مہدیۃ کے خطاب کو بھی خطاب کرتا ہوں۔ دو تین دن پہلے ہی میں نے وہاں کے صاحب کو خطاب کیا، یہ لیکر جس اتفاق سے کراچی میں آپ کو خطاب کرنے کی اجازت حاصل کر رہا ہوں۔

کرنے کے دو کام

میں نے عزیز و اہل بیتؑ میں تم سے یہ عرض کر دیا گا اور میں نے اس میں حضرت امیر شریعت کے شعوروں سے بھی فائدہ اٹھایا ہے، اور انھوں نے مجھے توجہ دلائی، رشتہ ممکن ہے کہ میری اس سرگوشی کا رخ سمجھ اور ہوتا۔ اب میں آپ سے آپ کی زبان اور آپ کے مطالبہ کی بات لینا چاہتا ہوں۔ آپ دو طرح سے اپنی افادیت ثابت کر سکتے ہیں، اور اپنے وجود کو تسلیم کر سکتے ہیں، اور زندگی کا استحقاق پیدا کر سکتے ہیں، ایک باطنی محاذ سے ایک خارجی محاذ سے، باطنی محاذ تو یہ ہے کہ آپ علم میں کمال پیدا کریں یہ بات میں آپ کو ایک ایسے جہاں گردابی کی حیثیت سے بتاتا ہوں جس کے متعلق پہلے میں بھی شمارے ہیں اور حضرت امیر شریعت نے بھی فرمایا، اس میں کوئی تعریف کی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکومت تھی۔ مجھے باہر جانے کا اتفاق ہوا، بارہ روز اور صرف باہر جانے کا اتفاق نہیں ہوا بلکہ مجھے وہاں کی ان مجلسوں میں شرکت کا اتفاق ہوا جو تعلیمی مسائل پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوا کرتی ہیں، اور بعض آدمیوں سے میرا متعلق تعلق ہے۔ یہ میں نے سن لیا تھا کہ آپ ہی لڑائی کی قدر و قیمت سمجھیں۔ یہ کوئی عارضی سبیل درست کرنے والے آدمی کی بات نہیں، یہ اس شخص کی بات ہے جو ان مجلسوں میں بیٹھا ہے، اور

”میرے دیکھے ہوئے ہیں شرق و مغرب کے مکانے“

میں نے شرق و مغرب کے میٹھانے دیکھے ہیں، اس نے آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ علم میں کمال پیدا کرنا خواہ وہ کوئی علم ہو آپ کے لئے مفید ہے۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم عربی میں اور علوم دینیہ میں کمال پیدا کریں گے تو جھل میں سورنا چاکس نے دیکھا؟ بھلا اس کمال کا قدر دان کون ہے یہ آپ کی بے خبری کی بات ہے، میں آپ کو بتاتا ہوں کہ یہاں سے لے کر امریکہ تک، یورپ تک میکس گل تک، اور آکسفورڈ اور کیسبرج تک ہر جگہ اس علم کی قدر ہے بشرطیکہ آپ نے اس میں کوئی کمال حاصل کیا ہو۔ لیکن سماں کس کو کہتے ہیں، کمال خد بد کو نہیں کہتے، کمال کا ان کیون کو نہیں کہتے۔ کمال اس کو نہیں کہتے کہ آپ عربی کی عبارت پڑھ لیں اور سمجھ لیں، اس کا نام کسی نے بھی کمال نہیں رکھا۔ کمال وہ ہے جسے کہتے ہیں کہ ”جادوہ جو سرچڑھ کر بولے۔“ کمال وہ ہے جو اپنا احترام کرا لے، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں زمانے کے انقلابات و تغیرات کی یہ سب داستانیں بالکل بے بنیاد ہیں، یہ لوگ آپ کو بالکل دھوکہ دیتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ زمانہ بدل گیا ہے۔ آپ کہاں ہیں، کس پتھر میں ہیں، آپ کہاں اپنا وقت کھو رہے ہیں۔ ارے بھائی کالج، یونیورسٹی میں پڑھاؤ، سائنس پڑھی ہوتی، انٹرنیٹ میگزین پڑھاؤ، آپ نے (ECONOMICS) کنیکس کا مطالعہ کیا ہوتا، آپ نے فزکس کا مطالعہ کیا ہوتا، آپ نے (TECHNOLOGY) ٹیکنالوجی کی تعلیم حاصل کی ہوتی، یہ سب الجہ فرعی اور خیام خیال ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ کمال آپ کسی چیز میں پیدا کریں اور امتیاز حاصل کر لیں، پھر آپ کو کبھی یہ شکایت نہیں ہوگی کہ زمانہ ہم کو نہیں پوچھتا، ہماری کوئی جگہ نہیں ہے۔ آج جو کچھ بھی آپ ہماری دینی تعلیم کا ملاحظہ دیکھ رہے ہیں وہ بے کمالی کی وجہ سے ہے۔

طیب یونانی کو اس لئے زوال ہوا کہ باکمال لوگ ختم ہو گئے

میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں، شاید میں اور کوئی مثال دیتا تو اس کے سمجھنے

میں اٹھ جاتی، یہ دیکھتے کہ ایک زمانہ میں سارے ہندوستان میں طب یونانی کا زور تھا۔ ہر جگہ مطب کھلے ہوئے تھے اور ہندو اور مسلمان، اور نیک و بد اور جاہل و عالم سب علماء کے پاس جاتے تھے اور ان کے مطب کا یہ حال تھا کہ بس ایک بھینز قلمی رہتی تھی، اور معلوم ہوتا تھا کہ ایک تیراں کے ہاتھ میں ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ طب یونانی کو زوال اس لئے ہے کہ ڈاکٹری نامی ہے، ورنہ یہ چٹک آگئی ہے اور جدید میڈیسن آگئی ہے اس لئے طب یونانی کو زوال ہوا۔ میں بالکل نہیں مانتا، طب یونانی کو اس سے زوال ہوا کہ اب اس طرح کے طبیب نہیں پیدا ہوتے، اب اس طرح کے ذہین طبیب، ذی استعداد اور مجتہد اندوین کے طبیب نہیں ہیں۔ اگر آج وہ پیدا ہو جائیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کے پاس ڈاکٹر جائیں، اس میں ذرا مبالغہ نہیں، آپ کے شہر کا سول سرجن جتنے بار کر کے ان کے پاس جائے۔ جب اس کی تکلیف رفع نہیں ہوگی تو کیا کرے گا۔ آپ ایک ایسا طبیب پیدا کرو جتنے میں جانیوس اور لیڈر ایفٹن نہیں لیتا۔ میں افسر الاطباء حکیم عبد العلی جھوٹائی ٹولی اور شیخ الملک حکیم اجمل خان کا ذکر کرتا ہوں، حکیم نور و خان کا ذکر کرتا ہوں، انہیں ان کے پائے کا نہیں ان کے آدھے کمال کا بھی کوئی پیدا ہو جائے تو طب یونانی کے زوال وغیرہ کی ساری داستان ختم ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ طب یونانی زندہ ہے، بات یہ ہے کہ پہلے درز نظامی پڑھ کر لوگ طب کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ جتنے بڑے بڑے علماء ہیں آقریہ اصمب پڑھتے تھے۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مجھے معلوم نہیں، لیکن اکثر علماء اسی زمانہ میں طب پڑھتے تھے، ان میں سے بعض پیشہ کے طور پر اس کو اختیار کر لیتے تھے اور بعض اس سے اشتغال نہیں رکھتے تھے اور وہ منطوق و فلسفہ پڑھتے، دوائے اور اشارات طوی وغیرہ پڑھتے ہوئے۔ ضرر کئے ہوئے جب شب کی طرف جاتے تھے، ذہین خاندانوں کے افراد ہوتے تھے، محنت کرتے تھے تو ان کو ایک ایسا ملک حاصل ہو جاتا تھا کہ فیض پر ہاتھ رکھا اور اندر تک پہنچ گئے۔ ایک ایک رنگ و

رہے تو پہچان لیا۔

مدارس کا بھی یہی حال ہے

بچوں، تمارے آپ کے درمیں کا حال ہے، آپ کسی مہم میں کسی فن میں انحصار میں ہیں، امتیاز پیدا کر رہے ہیں، آپ کا لوہا مانے لگی اور معاشی مسئلہ بھی حل ہو جائے گا اور مدارس کا جو مسئلہ اس وقت ہمارے سامنے درپیش ہے یہ سب ختم ہو جائے گا۔ یہ سب دراصل ہماری پرستہ مٹی سے تھکی اور تھری کام چھوڑی کی عادت کا نتیجہ ہے کہ آج کوئی استعداد پیدا نہیں ہو رہی ہے۔ اس کا سب سے زیادہ تجربہ تو ہمارے مولانا منت محمد صاحب نور جگہ کا ہے وہ بچہ دیکھتے رہتے ہیں، ہندوؤں میں دیکھتے رہتے ہیں اور دونوں جگہ کے وہ اہم بنیادی رکن ہیں، کہ کس طرح کے فضاء، فکل رہے ہیں۔ دورہ کا امتحان لینے کے لئے لوگ کھٹے اور معذور ہو کر مہارت صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ کئی حد تک انہماک لامعناں بالمشیت، واقفانہ لکھی، غریبہ مذہبیوں کی کوٹھالی پڑھا اور ترمیم بھی نکال دیا۔ اسی طرح کے فضاء، محسوس اور کئی سال سے فکل رہتے ہیں، میرے تیار میں کوئی بیس سال سے یہ نحرطان نہیں خرقے پر شروع ہو گئے ہیں، اور پھر یہ شکایت کرتے ہیں کہ ہمارا زندگی نہیں رہا، ہمارے وطن میں نے ہمارے مہربان کی۔ سن بھی ایسے لوگ ہیں کہ انہوں نے کسی فن میں امتیاز پیدا کر لیا اور جہاں ہیں وہاں مہربان غلامی ہیں، اور ان کا اصرار ہے کہ انہوں نے مشکل ہے۔ اگر کسی نے کسی ایک مسئلہ میں بھی کوئی امتیاز پیدا کر لیا تو اس پھر اس کے سے فقر و فاقہ اور پریشانی میں خستہ اور تھری ہو گئی، یہی تو وہ کسی اپنی کمزوری کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ میں ابھی مولا نا کی مجلس میں ابھی ہاتھ لگے، میں نے دارالعلوم مظاہر انصوم میں اس مہینے کے شروع میں مذہب و مہربان کی میں تقریر کی تھی اس میں میں نے ہاتھ لگا کر تم کسی صاحب کمال کے بارے میں جو تاریخ میں پڑھو، وہ نہ نفع دے گا اس کی قدر نہیں دینی تو یقیناً مانو کہ

اس کے اندر کوئی تیز دہی ہے، کوئی - نہ تھکی، سراقی تھا، سختی تو رکھتا تھا، یہاں دیکھا تھا،
 مارنے لگے تھے، دیکھا تھا، دھوکے پر آیا تو دھوکا چاہتا رہا ہے۔ جانتے پر کیا قہر تھا، چڑا ہوا
 - ہاں ہے، ایسی کوئی اس - اندر سراقی کی بات تھی اس جہ سے لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھا
 سکتے۔ مرگ میں نہیں، مگر یہ کوئی صاحبِ کمال اس کے اندر تو اڑے اور عہد میں، وہ ہوتے ہی
 ہوا ہو۔

اصل مسئلہ محنت کا ہے

پھر آپ نے ایک بات اور بھی بہ دوں جا رہا ہے، یہی زبان سے آپ اس وقت
 کے ہاں متاثر نہیں ہوں گے، اور وہ یہ آپ کو مصمم ہے کہ، یہ دہی درجہ ۱۰۰۰۰۰
 جیو، یہی سائنسِ انساب پر ہے، آخرت میں، انہی اندھی صاحبِ موفقیہ رہیں، جیسے جیسے کہ
 قدم قدم پر تعلیم کا جائزہ لیں اور ان کا بہترین نمونہ، وہ اس کا دانی، اور، ابھی اس نے
 دانی، اور دارِ مہنت، اندر صاحب بھی اس کے ہیں۔ لیکن میں آپ سے کہتا ہوں کہ یہ وہ
 مسئلہ انساب کا بھی نہیں زیادہ، مسئلہ محنت کا ہے، ہر مسئلہ کے پڑ جانے کا ہے۔ قدم
 انساب سے ۱۰۰۰ - تیار ہو۔ دہائی بعد یہ انساب سے تیار نہیں ہوتے ہیں۔ یہ بات
 ہے، حالانکہ یہی بات سے کہ قدم انساب سے بعد یہ انساب کی بعض چیزیں بہتر ہیں
 مثال کے طور پر جس زمانہ میں نصیحة البیہن اور مہنتات حریری پڑھائی جاتی تھی اور ستر
 کی کوئی اہمیت کی کتاب نہ تھی جس سے زبان و ادب کا صحیح ذوق پورا نہ ہو، خیر لیا
 سماجیت پیدا ہو، اس وقت تو اپنے دل پیدا ہو گئے جنہوں نے بڑے بڑے کارنامے
 انجام دیے۔ علامہ زریں کی پیدا ہونے والے زمانہ میں بھی پھر اسی پیدا ہونے والے محنت کی
 ترقی پیدا ہو گئے، جو کہ صدیقی حسن خان پیدا ہوئے، درمیان صدیوں میں آکر وہ پیدا
 ہوئے، عرب جب کہ شریکی لکھی لکھیں پڑھائی جارہی ہیں اور اس میں عربی زبان

کے بہترین حصوں کو جمع کر دیئے گئے ہیں، آج ایسے لوگ جیسے پیدا ہو رہے۔ اگر نصاب اس کا ضامن ہوتا تو اب پیدا ہونا چاہئے اور ہم ہی لوگوں کو دیکھ لیجئے مولانا مسعود عالم صاحب ندوی ہمارے رفیق تھے اور ہمارے بڑے دوستوں میں تھے انہوں نے عربی لکھنے میں بڑا کمال پیدا کیا اور انہوں نے پڑھا کیا تھا۔ یہی تحریری وغیرہ پڑھی تھی۔ میرے زمانہ میں بھی مختارات وغیرہ لکھی گئی تھی۔ اپنی طالب علمی کے زمانے میں میں نے بھی تحریری پڑھی اور دوسری کتابیں پڑھیں تو اس میں بہت کچھ انھما اساتذہ کی محنت اور ذوق آفرینی اور طلب کی محنت اور جدوجہد پر ہے۔ نصاب معاون ہے، میں اب بھی نصاب کے تغیر کا داعی ہوں لیکن جہاں اس پر انحصار نہیں۔

اصل بات

حضرات گرامی! اصل میں شکایت تو یہ ہے کہ آپ حضرات نے محنت کرنی چھوڑ دی ہے۔ آپ حضرات کے اندر دلولہ نہیں، مسابقت کا جذبہ نہیں، آپ حضرات کسی میں کامل ہونے اور درس کی قوت پیدا کرنے کو فخر کی چیز ہی نہیں سمجھتے، اور ہمارے اسلاف ایسے تھے کہ ان کو بادشاہی ملتی ہو تو مدرسہ کی خاطر اس کو وہ قیوں کرنے کو تیار نہ تھے۔ مدرسہ بننے میں وہ اتنا بڑا اعزاز سمجھتے تھے کہ وزارت کو ٹھکرادیں، اور بعض بعض ایسے حضرات تھے کہ ہیں وزیر درس دے رہے ہیں، لکھتو میں وزیر آصف الدولہ کے زمانہ میں سعادت علی خان کے زمانہ میں ہر روز ان کے یہاں رات کو درس ہوا کرتا تھا اور دن کو وزارت کا کام ہوا کرتا تھا۔ ایسی بہت سی آپ کو مثالیں ملیں گی۔ تفضل حسین علامہ ریاضی کے بہت بڑے عالم گذرے ہیں، یہ وزیر اودھ تھے۔ لیکن درس اس طرح دیتے تھے کہ گویا صرف مدرسہ ہیں۔ ایسی بہت سی مثالیں ہیں لیکن اب ہمارے آپ کے اندر مدرسہ بڑا جہد افتخار نہیں رہا بلکہ ہم اس سے شرماتے ہیں کہ ہم مدرسہ بن جائیں تو ایک بات آپ سے یہ کہنا ہے کہ

خالق اللہ پر آپ استعدا اور دست نیچے محنت نیچے اور غرض پائی نیچے اور دل پر غرض اور
 تم کو جان مال پر نیچے۔

میرے عزیز و اقارب! آج ہمارے مدارس میں اس وقت جو بہت بڑا مسئلہ ہے جس کو
 برائیس کہنا چاہیے وہ ہے مدرس کو مسئلہ۔ آج مدرس نہیں مل رہے ہیں، ہماری حالت
 یہ ہے کہ ہم اتنی بڑی درگاہ لئے بیٹھے ہیں لیکن ہر چاہے میں کہ ہمیں دو تین مدرس بعض
 فنون کے مل جائیں وہ نہیں مل رہے ہیں اور دیکھو اس وقت شیخ الحدیث غفرلہ فی رہا ہے
 اب یہ بات آپ کے لئے روز نہیں رہی کہ دیکھیں شیخ الحدیث کا مسئلہ منہ سب
 طریقہ چھٹ نہیں ہو گا۔ آج سو اسی سنت و فقہ صاحب اس کے رکن زمین ہیں، اور وہ
 اس سمجھتی ہیں کہ یہ مسئلہ اس میں وہ شریک ہیں انھیں وہ بھی حصہ نہیں ہیں، میں
 بھی حصہ نہیں ہوں، کوئی فلسفہ نہیں، یعنی جو دارالعلوم کی روایت تھی، جو دارالعلوم کا
 حیار تھا اس کے مطابق انہی مسئلہ حل طلب ہے۔ کوئی مدرس نہیں مل رہے ہیں اس کے
 میں کہتا ہوں، یہ نام آپ نہیں، آپ بالکل دیکھیں کہ آپ کوشش میں پڑے ہوئے
 ہیں، آپ دیکھیں کس کس پر چھ رہے ہیں، آپ عدوۃ میں نہیں پڑھ رہے ہیں۔ ان باتوں
 میں چھوٹیں رکھا ہے، آپ یہاں کمانا پیدا کیجئے، دیکھو آپ کا حلقہ ہوگا، عدوۃ آپ کا
 طالب ہوگا، میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ جس جگہ کسی فن میں مال پیدا کر لیں۔
 دیکھیں میں آپ کی جگہ محفوظ اندوہ میں آپ کی جگہ محفوظ۔

دینی صلاحت پر پورا کیجئے

فیصلہ ہے تو آپ سے یہ کہنا ہے، اور دوسری بات یہ، اور اس کے ساتھ ساتھ آپ نے
 اور دینی صلاحت پیدا کیجئے۔ آپ نے اندر سامنے رہائی کے چھ اوصاف دیے، آپ
 کے اندر اس میراث کی جگہ ہے جو ان پڑھوں میں تھی۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب، ان

کے معاصرین اور ان کے ساتھیوں میں تھی، کچھ استغناء نہ ہو، کچھ اللہ تبارک و تعالیٰ سے معتر ہو، کچھ آپ کو ہدایت میں ذوق آئے، کواہم کی تلخ سے آپ کی تلخ بکھڑو داب یہودیہ پر نہیں فتن میں کمال، نہ تعلق مع اللہ نہ ہی جو مانے رہائی کا شعاع تھا کسان کے ویٹھنے سے خد یاد آئے تھہ ان کے پاس بیکھنے سے فقرت کی یاد آواز ہوئی تھی، مرن میں گداز اور ایک قسم کی حرارت پیدا ہوتی تھی۔ خدائی بہت جوش مارتی تھی، اسی میں وہ بہت زیادہ تھے۔ تو آپ کو باطنی طور پر لایا ہے۔

خارج کے دو کام

خارجی حور پر میں دو باتیں آپ سے کہوں گا کہ یہ آپ کے کرنے سے تھیں۔ میں اس سے نہیں ہر ماہوں کہ میں اس وقت ایک ایسی مجلس میں کھٹو سر رہا ہوں۔ اس میں میرا شریعت نہ ایک دیکھتے ہیں، وہاں میں انعام سے وہاں بہت سے ایک چیز میں بالکل ایسے چہ سے شخص سر رہا ہوں۔ افسوس منہ صوفیوں کے آپ سے استقبال آیا ہے، مجھ پر اعتماد پایا ہے تو میں منہ جاننے کو اہل اللہ سے آپ سے آپ سے تم سے یہ زیادہ رہے۔ میں اس وقت نے نظم و چھپانے اور دور سے ہر ماہی کا چار نہیں، چھپنے کوئی نواں اور کوئی قصبہ ان سے خاص نہ ہو، یہ آپ سے اس سے اس سے اتنی بڑی نعمت ہے کہ مجھے آخر رشک آتا ہے اللہ بجا، پر تو انی پر آتا ہے۔ یہاں وہ بہت ہی رشک کے قائل چیزیں ہوں گی، میں ان کا انداز میں کرتا، لیکن مجھے سب سے زیادہ یہ رشک آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان نعمت سے نوازا ہے کہ یہاں ایک تھا مشعلی تو م ہے اور نول اس کو قدر میں سمجھ رہے ہیں، اور بہت سے لوگ اس نظام کو کمزور کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ میں آج میں پر لوبہ باقھا کہ میری مجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے مذہب سے بڑے آدمی نے قیامت میں سوال ہوگا کہ تم نے بغیر شرعی نظام کے زندگی

نہایت ہی سبب کہ انہوں نے انہیں نہیں تھا، مگر انہیں آتی ہیں کہ بعض مرتبہ آدمی ٹامپ جاتا ہے تو میں آپ سے معافی کے ساتھ یہ کہتا ہوں، مولا مانا ہوتے یا نہ ہوتے میں یہی کہتا کہ آپ کا پہلا فرض یہ ہے یہاں سے نکلنے کے بعد آپ اس امداد شریعہ کے کام کو دست اور متعلقہ کریں اور اس سے صوبے میں اس کی شافعی بنائیں۔ اور اس کے حالات سے میں زیادہ واقف نہیں ہوں، لیکن تم سے کہ ہمارا اور اویس کے بھی اگر طلب یہاں ہوں تو میں ان سے بھی کہتا ہوں کہ وہ ان صوبوں کو اس نقطہ پر لائے کی کوشش کریں اور اس نظام سے ایسا مروجہ کر دیں کہ پورے صوبہ میں زندگی بالکل شرعی طریقہ پر گزرنے لگے اور بلکہ بہت چھانچا کہ نہ صدقات اور نہ کوئی دوسرا نظام ہے، شریعت کی تعلیمات وغیرہ کے ساتھ کہ مشن اور معاہدہ کوئی ذمہ داری کی جائے۔ اور اس کے متعلق نہیں جانتے اور اس کا موقع جو آخر مسرت مقامات رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے وہ نظام بھی نافذ تھا۔ بہر حال یہ آپ کا پہلا کام ہے۔ میں اس کام پر کسی کام کو ترجیح نہیں دیتا، آپ نے ذکر یہ کام کہ لیو تو آپ نے نہ صرف اس مدرسہ اور جامعہ نمازیہ کا حق تک ادا کیا اور اس کے ساتھ آپ نے وفاداری کی اور اس نے سہولت ثابت ہوئے بلکہ آپ نے اس وقت دینی مدارس کے فرائض میں ایک عیادتی مقام پیدا کیا۔

دوسری چیز دینی مکتب کا قیام ہے، معاف کیجئے گا میں اس وقت عربی مدارس کی اہمیت کا اتنا قائل نہیں ہوں کہ قصبہ قصبہ میں ہوں اور ہر جگہ اور وہ وہ ہر جگہ بخاری شریف ضرور ختم ہو، لیکن ان مکتب کی ضرورت زیادہ ہے، یعنی مسلمانوں کو دین کے مبادیات سے واقف کرنا، اور ان کا تحفظ اور ریاضات سے واقفیت اور حلال و حرام اور اس سے بڑھ کر کفر و ایمان اور توحید و شریک، ان کا اختیار ان کو دیا جائے۔ تارے ملک میں آج جیسی کے ساتھ کہ ہم دین یا جاہلیت اور کوئی موقع کوئی فرصت کوئی لمحہ اس کے لئے نہ ملے گا، اس لئے ہم اس مکتب میں اس کے لئے ہیں اور تیزی کے ساتھ دین و ایمان بدل رہے ہیں۔

ہے۔ برجہ کو فیضانِ کربا جبار ہے۔ یونہی رستہ کی باری آگنی مسلم یونہی کی باری آگنی بھل مدد کی باری آگنی ہے تو اس کے لئے مکاتب کا جال۔ پچھو پچھو ہمارے مساجد کو مسلمانوں کی زندگی کا مرکز بنائیے۔ سب سے آخر میں انقلاب کے قدم جہاں پر پہنچیں اُسے وہ مسجدیں ہیں، اس لئے آپ اُنکا جگہ اپنے مرکز بنائیے، جہاں دیر میں انقلاب پھیلے یا وہاں تک انقلاب پہنچے پہنچے قیامت آجائے ممکن ہے موقع ہی نہ ملے تو آپ مساجد کو مرکز بنائیے اور کفر سے مکاتب قائم کیجئے اور بالکل اس کی پروا نہ کیجئے کہ آپ نے مدرسہ میں یہ پڑھا تھا، اور وہ علوم عالیہ اور معارف اور حقائق پڑھے تھے اور اب یہاں بچوں کو پڑھا رہے ہیں، وہ یہاں توں سے باہر نہیں آ رہے ہیں۔ آپ نے علم ضائع کیا کبھی اس کا خیال نہ کیجئے۔ مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور اسلام کا حفظ، یہ وہ محاذ ہیں، یہاں رہتے ہوئے استعداد پیدا کرنا اپنے علم میں کنال پیدا کرنا، اچھے مدرسہ بنانا اور باہر مارتے شرعیہ کا نظام اور مفاتیح کا قیام۔ اگر آپ نے یہ وہ چیزیں کر لیں تو آپ دماغاً صاف صاف الناس فیہ حکمت فی الارض کے صدق ہوں گے اور کوئی بے رحم بے درد ہاتھ کوئی ظالم ہاتھ اور کوئی انقلاب بغیر آپ کے نقش کو نہیں مٹا سکتا اور آپ کو اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتا اور سچی بات ہے کہ آپ کے لئے انقلاب نہیں ہے۔ آپ کے لئے کوئی تغیر نہیں ہے اس لئے کہ آپ نے اپنی مافیت طہارتِ تروی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے یہاں اس کے لئے خاص طور پر ضمانت ہے جو دین کے زریعہ دین کے راستہ میں اپنی مافیت ثابت کر دے، جب ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔ ان فہلک هذه العصاة لمن تعبد، اے اللہ تیری عبادت کا انحصار ان پر ہے۔ تیری توحید کی منادی کا انحصار ان پر ہے۔ آپ بھی ثابت کر دیجئے کہ اللہم ان فہلک هذه العصاة لمن تعبد فی هذه الارض تم نے تمہیں بندہ و تین کے متعلق کر دیجئے پھر کوئی آپ کا ہل بگاڑ نہیں کر سکتا۔

میر کی در خواست

میں بھائی انراپ نے میر کی باتیں پڑھیں، وہ کتاب اس میں آپ کی خوش
خوش نہ پائیں کوئی خط نہ پائیں، کوئی علی تحفہ نہ پائیں لیکن یہ آپ نے ہامی
پائیں ہیں تو انکار اند آج سے ہی ہر کے بعد معلوم ہوگا کہ آپ نے ایک بہت بڑا
معارفہ ظم کر لیا، روح نے اپنے سے بلند تمام مدارس کے لئے اور انجیلی محبت اور اس کے
کا کہنے کے لئے، انہیں یہ کہیں بھی تو چھوئے ان دینی مدارس کے بلند ہونے کا بہت اہم ہے، میر
کا اندیشہ ہے کہ ان کی جامعہ دہلی کو اور ان کے وسائل کو اپنے انتھک سہ سے بننے کا بہت
بیلدری مطالبہ کرتا ہو جائے اور ہم اس کا مقابلہ نہ کر سکیں، لیکن انراپ نے اللہ تعالیٰ
سے یہاں دعا کا استحقاق پیدا کر لیا اور یہاں آپ سے اندوہ بننے کا استحقاق ہی بہت کم ہے
اللہ اللہ چرچا کتاب کی کوئی دست برد آپ کو ملنے کے لئے میر کا مہیا ہے کہ یہ کوئی دعا ہے۔

رحمۃ فی انجیل بر کوئی ام سر زلمہ دیکھیں، رہنمائی

اور ان یہ کہیں تو سنا رہے ہیں، ان کے لئے سنا ہے، ان کے لئے سنا ہے، اور ان کے لئے
استغاثے کے لئے پرائیڈ ہے، ان کوئی رہنمائی دے سکتی ہے، کوئی اور روایت ہے کہ
میر کی رہنمائی ہے، آپ ہی یہاں کے نقطہ ہوں تو میر کی یہاں آپ سے مراد ہے۔
انراپ کی درخواست اس لئے ہے کہ آپ سے درخواست ہے کہ انراپ کو
مشاورت کے لئے طلب کیا جائے، آپ کو یہی مسئلہ ہے، اس کے علاوہ کوئی اور مسئلہ
نہیں۔

میں دعا کرتا ہوں کہ ان تمام آپ کی مساعیتوں کو پورا کرنے کے لئے
خوش قسمت ہیں کہ انہیں یہی شخصیت کے ساتھ ہیں، انہیں ہرگز نہ تھوڑا رہے۔

میں، اور وہ مرکز ایسا ہے کہ ظلم سے بھی اس کا تعلق ہے اور انصاف سے بھی۔ اس کا آسقا ہے،
 مدارس سے بھی اس کا تعلق ہے جس دعا کرتا ہوں کہ آپ ان کے دامن تربیت میں
 پورے طور پر پروانہ پاؤں میں ترقی کریں، اپنی صلاحیتوں کو پرانے چہرے میں، ہر اپنے ہم
 سے ملت کو ملک کو اور مسلمانوں کو ناکند دیکھنا میں۔

واحر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔



زبان و ادب کی اہمیت اور اس کی ضرورت

محرم الاسلام، نور محمدی سیمائی کا اختتامی جلسہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی سہ ماہی میں امر دہلی قلعہ واسطے کو مدثر مغرب طیمانیہ ہاں میں منعقد ہوا۔ ۱۹۸۰ء رات کے ظلم سے یہ خطبہ فرمایا جس میں طبع و دہش کو اپنے اندر قوت پانچ کر کے پھر آتی ہے۔

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد
المرسلين وحنانهم اليين محمد وآله وصحبه
اجمعين ومن نفعهم ما احسان ودعا بدعوتهم التي يوم
الدين . اما بعد

عزیز بھائیو اور عزیز ندان دارالعلوم:

مجھے بہت خوشی ہے کہ الاملا کی کسی دوسرے بازہ اور اس دوسرے خاندان میں
آئے اور اپنے عزیزوں کو دیکھنے اور ملنے کا موقع ملا ہے۔ الاحسان در حقیقت اس قوت
پانچ کو پیدا کرنے کی جگہ ہے۔ جو زبان و قلم کے ذریعے سے وقت اور زمین کے تقاضوں کو پورا
کرنے اور زمین پر جو نفع ہو رہے ہیں ان کا جواب دے سکے اور پڑھے لکھے لوگوں
کے ذہنوں میں سرمایہ اور مایوس کر سکے، جو متحرک ہوتا جا رہا ہے، اور جس کے
بہت سے اسباب ہیں اور ان سبب پر کہہ سکیں کہ میں اپنے اپنے مقصد اور اپنی اپنی وسعت
سے طریق ہمیشہ کی پابھی ہے، انسانی اخلاقی کے چلنے میں سے کہہ سکیں کہ اللہ کی
وقت ہے یہاں ہے، ان کو نہ وہاں کی ضرورت ہے نہ حقوں کی، جو انسانی

ہوں، نجبی ہوں، یا مصنوعی ہوں، کسی چیز کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ قوتِ بیانیہ کا ایک نعمت کے طور پر تذکرہ کیا ہے اور اس کی تاثیر بیان کی ہے مثلاً اس نے کہا کہ۔

”نَزَّلَ بِهِ الرُّوحَ الْأَمِينُ عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ“

یہاں تک ہی کافی تھا، اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے لحاظ سے کہ
لَتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ”تاکہ آپ ڈرانے والے بنیں“ لیکن اس کے بعد فرماتا ہے
بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ۔ آپ ڈرانے والے بنیں ایسی عربی زبان میں جو واضح کرنے والی
ہو دل نشین ہو اور جو دل و دماغ کو متاثر کرے اور جو یقین پیدا کرے اور پھر فرمایا
”إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ“

(سورۃ یوسف)

یہاں عربی کہنے کی ضرورت کیا تھی اِنَّا اَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا کافی تھا لیکن چونکہ اہل عرب
مخاطب ہو رہے ہیں اور عرب ہی دینی دین کے۔ اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے
اس کے لئے نہ صرف عربی زبان کا انتخاب کیا بلکہ عربی میں کہا اور پھر اللہ تعالیٰ نے
اپنی نعمت کا جہاں ذکر کیا ہے خلقتِ انسانی کے موقع پر تو وہاں پر بھی اس کو فرائض نہیں کیا
یہ تو کہنا ہے اولیٰ ہے۔ بلکہ اس کو ترک نہیں فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

”وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ“

(سورۃ الرحمٰن)

اور انسان کو پیدا کیا اور اسے فرماتا ہے کہ خَلَقْنَاهُ مِنْ عَلَقٍ انسان اس کو قوتِ بیانیہ عطا کی، اس
کو ملکہ دیا اور اس بات کا کہ وہ اپنی بات کو واضح کر سکے دل نشین کر سکے تو یہ ایک طاقت ہے،

اس نے اس طاقت کا استعمال نہیں فرمایا جس ذہنیت اور مہارت حاصل
 نمونوں کے ہاتھ میں جاتا ہے، اس سے لوگ، میں ہی قائمہ اٹھاتے ہیں اور وہ
 مصلحتیں کے ہاتھوں میں چلا جائے قوت یہ نہیں ان کو ملے اور وہ اس سے فائدہ اٹھا کر تو
 وہ باطلیت کی وجہ سے کام کرتے ہیں اور اس کے سے اس کے اخلاق، اسلوب اور پورے
 انسانی تعلقات سب کو متاثر کرتے ہیں اور دنیا کی بین الاقوامی تاریخ میں اس واقعہ اور ایسا
 ۱۰۰ بار دہرایا ہے کہ ان قوموں کے ہاتھوں میں قسم پہنچ گیا اور قلمرو خیر ہر ایک کے لئے
 ہے لیکن وہ چلنے والا اور متاثر کرنے والا قلمرو پہنچ گیا اور ان کو وہ زبان ساحر اور بیان
 سر جڑی لیا، جس سے وہ بگاڑ پیدا کر سکیں اور ایک ایسا ادب وجود میں آیا جس نے پورے
 مہر کو متاثر کیا، آپ یونان کی تاریخ پر دھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ اس میں بہت بڑا
 حصہ اس ادب کا تھا جو یونان سے پیدا ہوا۔ لادینیت کا ادب، تشکیل کا ادب، نفس پرستی
 کا ادب ان کو تمام بارز مائے اور شاہدہ کہتے ہیں۔ اگر یہ بانی شاہ مائے پر دھیں گے جن کا
 غربا میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے خود عیسائیوں نے کیا ہے اور کچھ تاریخ میں محفوظ بھی ہے،
 پھر فرما آپ کو معلوم ہو گا کہ اس کے پس منظر کی بہت بڑی حصہ یہ تھی کہ قلم و زبان ان قوموں
 نے قبضہ میں آگئے جن کو نہ خدا کا خوف تھا نہ انسانیت سے محبت تھی اور نہ محاسبہ کا کوئی
 ذرا تھا اور وہ نفس پرست تھے اور وہ سارے کدواہی تھے، ان کا ایسا اثر ہوا آپ کو معلوم ہے کہ
 یورپ بالکل ان کے چھتے سے میں پھنس گیا، لیکن کی مشہور اور شہرہ آفاق کتاب

CONFLICT BETWEEN RELIGION AND SCIENCE یورپ پر دھیں یا فرمیں کی
 SCIENCE پر دھیں، اصرار ہے کہ جب وہ نفس پرستی میں آپ کو یہ دوں گے میں انسان کا
 قانون ہوں کہ میں جب یہاں پہنچتا تھا تو تعلیم کے آخری دور میں جب اس عہد
 جب یہاں تہذیب کا سرمایہ سے پورا ہوا تو مجھے اس کتاب کی ضرورت تھی، میں انگریزی
 جانتا تھا، انگریزی پر بھی تھی اور محنت سے میں اس انگریزی میں کتاب پڑھ سکتا تھا۔

CONFLIT BETWEEN RELIGION AND SCIENCE۔ لیکن مجھے یہاں اس کا ترجمہ مل گیا۔
 مولانا ظفر علی خان کا شاہکار ترجمہ ہے۔ معرکہ مذہب و سائنس۔ یہ کچھ اصلاحات سے ملا
 اور ایسے ہی HISTORY OF EUROPEAN MORALS تاریخ اخلاق یورپ پر مبنی ہے۔ اس کے
 کام کی چیز تھی اور ان دونوں کتابوں سے میں نے اپنی کتاب صافا خسر العالم میں
 نائدوالغیا اس لئے کہ میں وہاں کتابوں کے ترجمے نہ کئے تھے اور نہ اس کی ترجمہ
 نے قسم سے جو سند کا درجہ رکھتے تھے ایک مولانا ظفر علی خان صاحب۔ یہ قلم سے نہ تھا۔
 یہ مولانا عبد الامید دریا آبادی کے قلم سے، میں اصلاحات کا ممکن نہ تھا، حسان منہ
 وں اور میں چاہتا ہوں کہ اصلاحات میں یہ صلاحیت باقی رہے کہ اس سے لوگ اپنی
 تفسیر و تالیف میں اور تحقیقات میں کام لے سکیں میں اس موقع سے نہ کہ انھیں
 دے۔ یہ بھی یہ رہا ہوں۔ آپ کو اپنے فرائض و کتب پر ہمیشہ نظر رکھنی پڑے کہ کون سی
 تقریریں میں میں میں شامل ہوئی ہیں جو ہمارے طلبہ کی تھیں ہوں۔ اس کی نظر سے
 نہ رہیں یہ میں اس کا احاطہ رہا ہوں اور میں نے خود اپنے متعلق غبار سے اس
 سے نہ رہا تھا میں اس سے نائدوالغیا تھے وہ اصلاح کوئی تدریج کی چیز نہیں ہے اس
 لئے نہیں ہے۔ میں جو نو خطبات پڑائے جائیں، اخبارات تو آپ پر جگہ پڑا سکتے
 ہیں، ہوں کی جگہ ہے جہاں انہیں نہیں آتا، یا آپ رسائل پڑھتے ہیں، ان کے اس
 پر میں اس پر ہندوستان کے مختلف صوبوں سے لکھتے ہیں، آج کل یہ بہت سے ہندو
 نے انہیں سے یہ شہرت رسالے لکھتے ہیں۔ ان کی چیزیں ہونی چاہئیں، اصلاح سے دور
 کتاب میں میں سے نہیں ہے اور ان سے با مقصد مستظہین اور انہوں نے اس سے جن
 سے وہ جدید تعلیم یافتہ ہیں تو انہیں اس میں، یہ اصلاحات کی بہت بڑی طاقت اور بہت
 بڑی خدمت ہوگی۔ اور اس وقت میں میں یہ ہندو ہوں کہ اس کے لئے میں ایک ذمہ دار
 رہا علم تدریس و تعلیم کی حیثیت سے یہ صفائی سے نہ ہوں کہ اس میں تمام اصلاحات

دونوں آپ کی مدد کرنے اور آپ کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آپ نئی کتابوں کی طبعیت تیار کریں، اچھے اعلیٰ نظریے مشورہ سے اور جدید اور فکر انگیز اور مواد فراہم کرنے اور رہنمائی کرنے والی کتابوں کی، اور اس کے بعد آپ کا بحث اس کے لئے کافی نہ ہو تو میں اعلان کرتا ہوں کہ وہ اعلیٰ اس میں مدد کرے گا، تو اس وقت یہ قوت بنیادی خواہ وہ تحریری ہو یا تقریری ہو اس وقت اور زیادہ مسلح ہو گئی ہے اور مسیح بھی نہیں بلکہ یہ ما کہ ہمارے عزیزانہ علاج کے عالمگیرانہ ہیں انہوں نے جو مضمون پڑھا اس میں انہوں نے کہا کہ یہ بات میں نے بہت دن پہلے کہی تھی کہ صدیوں کے بعد یہ بات پیش آتی ہے کہ یہودی دماغ اور عیسائی وسائل و طاقت دونوں متحد ہو گئے ہیں حالانکہ دنیا کے جن دو مذہبوں میں زیادہ سے زیادہ تضاد ہو سکتا ہے وہ یہودیت اور عیسائیت ہیں، عیسائیت کی بنیاد اس پر ہے کہ مسیح ابن اللہ ہیں اور یہودیت کی بنیاد اس پر ہے کہ وہ حضرت مسیح پر تہمت لگاتے ہیں، پس تہمت لگاتے ہیں، جو کوئی عیسائی برواشت نہیں کر سکتا، یقیناً اس کو عیسائیوں نے فراہم کر دیا یہاں تک کہ پاپائے اعظم نے یہ تصور معارف کر دیا یہودیوں کا جو عیسائی پر اعتراض کرتے تھے تہمت لگاتے تھے، تو اس وقت ایک بڑی گہری سازش ہے دنیا میں اور پوس نے اس وقت عنوان اختیار کیا ہے FUNDAMENTALISM کا یعنی روس کے زوال کے بعد امریکہ نے یہ سمجھ لیا اور برطانیہ اور عیسائی و یہودی بڑی طاقتوں نے کہ اگر اب خطرہ ہو سکتا ہے اور کوئی حریف میدان میں آ سکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہے اس لئے بڑی ہوشیاری سے اور اس میں یقیناً یہودی دماغ کام کر رہا ہے، انہوں نے اس کو عنوان دیا ہے FUNDAMENTALISM کا اصول پرست، گویا قدامت پرست، اور حق پرست یا یوں کہتے کہ جو قدیم ذخیرہ ہے اس کے پرستار، اس کی اصطلاح کی جگہ پر FUNDAMENTALIST کی اصطلاح استعمال کی جا رہی ہے اور اس قدر پر و پیگندہ ہے اور اس دور و شور سے اور بلند آہنگی کے ساتھ اور ایسے مدلل بلکہ منظم طریقہ پر یہ بات کہی جا

ہی ہے کہ کسی آدمی کے لئے مشکل ہو گیا ہے کہ وہ اقرار کرتے کہ میں
 FUNDAMENTALIST کا حامل نہ ایک مذہبی کے لئے FUNDAMENTALIST ہو
 ضروری ہے، مذہبی کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ منصوصات قطعی، پر نصوص دین پر، آسانی
 صحیفوں پر اور کتاب اللہ پر۔ عیسائی اگر ہو تو انجیل اور اگر مسلمان ہے تو اللہ کے آخری
 کلام قرآن مجید کے بیانات پر اس کے احکام پر اس کی تعلیمات پر یقین رکھتے ہیں اور اس
 وقت یہ FUNDAMENTALIST کی اصطلاح اتنی عام ہو گئی ہے کہ بہت سی تاسف اور
 ہمواری کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ مسائف عربیہ میں بھی یہ اصطلاح استعمال ہو رہی ہے،
 ابھی ہم نے پاس ایک خوب آتش بد ایک بخت یاد و بخت ہو اس نام نہیں لوں گا اور ایک ایسی
 جگہ سے آیا کہ جہاں کے حاکم و سلطان ہم سے ذاتی طور پر واقف ہیں احترام کرتے ہیں
 ہمارا ان کا لہجہ میں ساتھ رہا ہے اور انہوں نے اپنی ایک تقریر میں کہا کہ اے منطقہ میں
 جس جگہ کے وہ امیر ہیں ایک سڑک کا نام ہمارے نام پر رکھا تھا "شارع ابی الحسن ندوی"
 اتنا وہ خیال کرتے ہیں اور ایک بڑے بین الاقوامی ادارے میں وہ ہمارے ساتھ رہے
 ہیں ان کے عزیز قریب کیا بلکہ ان کے ترجمان کا خط آیا ہمارے نام کہ قشہ دوین کے
 بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، ہم چند مفکرین اور چند علماء کے نام یہ سوال نامہ بھیج رہے
 ہیں کہ قشہ دین کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کریں جس کو عربی اصطلاح میں
 منظر فیس کہتے ہیں، انتخابیہ ند FUNDAMENTALIST کا ترجمہ اصلاً مبداً کہن ہے، جو
 مبادی پر یقین رکھتے ہیں۔

حالت کا واقعہ یہ ہے کہ اس وقت دنیا کا سارا فساد اس لئے ہے کہ کسی اصول پر یا کسی
 بنیاد پر یقین نہیں ہے خاصاً نفس پرستی ہے۔ اور خالص فائدہ و اند و زنی اور اپنے نفس کی
 تسکین کا سامان فراہم کرنا ہے، خواہ جس دم دنیا کے مسلمہ اخلاقی اصول کے خلاف ہو،
 چاہے اس کا پوری انسانیت، پورے معاشرے انسانی اور پورے عہد پر کچھ اثر پڑے لیکن

نہیں رکھا تھا، اس کی نوبت ہی نہیں آئی تھی۔ لیکن یورپ کا لٹری اسکول آگئے وہ بھیج دیا ہے۔ یہ سب وقت گہری سازش ہے، اس سے بڑھ کر کوئی سازش نہیں، چونکہ بھارت کا جانا ہوتا ہے اور ہمارے روابط میں ثقافتی اور صوفی اور تحریری چنانچہ عرب ممالک میں بھی بیلیج میں بھی یہ بات داخل ہوئی ہے کہ قشتہ دین کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ قشتہ دین کے معنی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ حاشرہ اسلام کے احکام کے مطابق: دونا چ بنے اس میں خوف و خدا، خوف آخرت ہو اور اسے محاسب ہونے کا خیال: دوا اور اس میں دوسروں کے مطابق اور حقوق کا لحاظ ہو اور جو لوگ احکام شریعت کو جاری کرنا چاہتے ہیں، حدود و شریعت تیرے بڑی چیز ہے، تعزیرات بڑی چیز ہیں۔ مثلاً ورم ہے یا خلد ہے یہ چیزیں تو بڑی ہیں اور ان کی نوبت نہیں آتی۔ لیکن جو روزمرہ کے حالات ہیں اور بہت قابل غور حدود کے اندر جو احکام شریعت کا: جہاں چاہتے ہیں ان سے بھی حکم نہیں ڈال رہی ہیں اور دہلی سے نکلنے والے اخبارات میں اور خطبات میں یہ بات نظر آتی ہے جیسا کہ ہمیں اس کا جواب دینا ہے کہ آپ قشتہ دین کے بارے میں کیا کہتے ہیں اور خط کا انداز بتا رہے ہیں کہ وہ قشتہ دین کے خلاف لکھواتا چلا رہے ہیں، وہ ایک فتویٰ چاہتے ہیں جس کی ہوا مشرت کریں کہ شیخ ابی اسٹ علی الزدولی جو معروف ہیں، مختلف ہیں، ایسے ہیں، ویسے ہیں اور انھوں نے نام لکھے ہیں بہت ممتاز مفکرین اور مربی فضلاء کے کہ ان کے پاس بھی بھیجا گیا اور آپ کو بھی بھیجا جا رہا ہے کہ آپ قشتہ دین کے بارے میں اپنا نظریہ لکھ کر فرمائیں۔

اب بالکل FUNDAMENTALIST کے بارے میں امریکا اور برطانیہ اس طرح سوچ رہا ہے اور پروٹیسٹنڈ انکر رہا ہے۔ ایک صدائے یارِ اُمت آ رہی ہے ان ملکوں سے، آپ کو ان سب خطرات کو سامنے رکھنا چاہئے۔ اب حاملہ صرف اتنا نہیں ہے کہ سینما مت جانا بہت بری بات ہے، اس کی برائی اپنی جگہ مسلم ہے جو شاعت ہے وہ شاعت ہے اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اب صرف یہ نہیں کہ کھین کوڈ میں زیادہ مت پڑو، فضول خرچی

مست کرو، اب یہ اصطلاح معاشرہ کا کام بہت اہم ہے۔ میں آئل انڈیا مسلم پر سکل لاہ پور کے ایک رکن کے حیثیت سے اس کی پوری وکالت کرتا ہوں، یہ کام آپ کو کرنا ہے اپنی اپنی جگہوں پر، اصطلاح معاشرہ کی دعوت دینی ہے، مہکاتب دہ اندس کو چاری کرنے کی آپ کو دعوت دینا ہے، مسجد مسجد کتب قائم ہوا اور کچھ گھروں پر بھی، اس کا انتظام ہو جیسے پہلے ہوا کرتا تھا، کئی پڑھے لکھے آدمی بیٹھیں اور وہاں کے بچے آئیں اور دو لکھنا پڑھنا سیکھیں، قرآن مجید پڑھ سکیں، اور جو دین کی بنیادی باتیں ہیں مثلاً کلمہ نماز کو صحیح یاد ہو اور وہ شرک و تو حید کا فرق سمجھتے ہوں اور سیرت نبوی ﷺ سے ضروری حد تک واقف ہوں، یہ سب کام آپ کو کرنا ہے لیکن اس سے بڑی ایک گہری سازش اس وقت ہے جس کے لئے بڑے پیمانے پر آپ کو ملکی تیاری کرنی ہے وہ ہے عدم اصول پرستی کے خلاف جہاد، اس وقت امریکہ نے خاص طور پر جو مہم چلائی ہے اور ایک بہت بڑی سازش اور ایک بہت بڑا منصوبہ ہے اس میں یہودی و نارنج کام کر رہا ہے اور عیسائی و مسلمان اور عیسائی طاقتیں اس کے پیچھے ہیں وہ یہ ہے کہ اس وقت سارے عالم میں عقیدہ کو، ایمان کو، تعلق بالذکر، ایک دین کی پابندی کو اور آخرت کے خیال کو محسوس کریں اور یہ کہہ کر یہ سب بنیادی باتیں ہیں، پرانی باتیں ہیں، فرمودہ باتیں کہتے ہیں تو اس کے لئے FUNDAMENTALISM وغیرہ کے نام رکھتے ہیں، اس کے لئے آپ کو تیاری کرنا ہے، میں اصطلاح کو تقض تقریر و تحریر کا ایک شعبہ نہیں سمجھتا ہوں کہ ندوۃ العلماء کے ایک مقصد کے پورا کرنے کا یہ ایک ذریعہ ہے اور وہ ہے ذہن اور تعلیم یافتہ طبقہ کو علمائے اسلام پر اعتماد و بارود و انجیل لا اور خاص طور پر ترقی یافتہ جو اسلامی ممالک ہیں ان میں اسلام پر اعتماد و متزلزل ہو چکا ہے، الجہاز اتریں کیا ہو رہا ہے؟ الجہاز اتر میں خالص دین داروں اور حکومت کے نمائندوں کے درمیان جنگ ہے، نہ اسرائیل کی ان کے خلاف ہے نہ اسرائیل کا ان کے خلاف معرکہ ہے اور نہ کسی یورپین طاقت کی ان کے خلاف جنگ ہے اور نہ ملک میں بگاڑ و فساد پیدا

کے، وخرمشی بند ہوئی، در شرب آبی نہیں پانی جانے کی تعلیم اسباب اس زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اصل میں فقہ کا اسلام اس زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکتا،

آپ کو یہ بہت کرنا ہوگا کہ اسلام اس زمانہ کا ساتھ دینا تو ایک دہائیہ اس خیال کے بعد اس زمانہ کو ملے۔ سچا سچا ہے، اسلام اس زمانہ کو نہ گوارا دے گا کہ سچا ہے اور اسلام اس زمانہ کو مہارک بنا سکتا ہے اور اسلام اس زمانہ کو اپنے کامیقہ تکہ سکتا ہے اس لئے آپ کو تیاری کرنی ہے، پھر ہوا کہ دور کے بعض مساتد اس میں کتبوں کا انتخاب کریں ایک زمانہ میں ہم نے مولانا مسعود دحلہ صاحب ندوی سے مشورہ کر کے ایک فیہرست بنائی تھی کہ ملاں درجے سے لے کر فلاں درجہ کے طلباء یہ کتبیں پڑھیں اور فلاں درجے سے لے کر فلاں درجہ تک کے طلباء یہ کتبیں پڑھیں اور ہم نے یہ بھی انتظام کیا تھا کہ اصلاح میں ایک کن کن کی ڈیوٹی مقرر کرنی تھی کہ آپ یہاں بیٹھا کریں، فلاں ملاں لے لھنے کا جو وقت ہے اس میں ایک گھنٹہ آپ وقت دینا کہ طلباء کو معلوم ہو کہ ان سے پڑھنا چاہئے کہ کتابت کو کن کن کتابیں پڑھنی ہیں، طلباء ان کے پاس جائیں اور کہیں کہ ہم اس درجہ کے طالب علم ہیں پڑھنا چاہئے ہم پہلے کیا پڑھیں، پڑھئے کہ ہم تاریخ کا مطالعہ کہاں سے شروع کریں، پڑھئے ہم میرت میں اس وقت کون سی کتابیں پڑھیں، اس منزل پر کون سی کتاب مناسب ہوئی۔ یہ وہ انتظامات ہم لوگوں نے کیے تھے، ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے۔

عزیز طالب امیر نے مکتی جودیت اور اتنی تفصیل کے ساتھ بات لہری، حارنگہ میں اس سال میں نہیں تھا، ۱۰ میں آپ سے معذرت کرنے والا تھا کہ مجھے بعض ضرورتیں ہیں غار نے مزہ دیا، میں بھی آپ کو ملے ہیں، اذہن و دہن، کن چہ کا مترادف ہے، لیکن یہ آپ کی محبت ہے آپ کا غلبہ ہے، یہ اتفاقاً جو آپ سے کام دینا چاہتا ہے، مگر کی بات اور قدر و قیمت ہے کہ میں نے جتنی تفسیلات کے ساتھ لکھا دیا ہے، اس آخر میں یہ بتا ہے کہ انجمن کے ملاں جو شخص آپ کو خبر دے تو ہرگز نہیں انجمن کا دن نہیں جلد سمجھیں

بلکہ یہاں سے آپ کو وہ ذخیرہ دلایا ہے، وہ مواد دینا ہے کہ جس سے آپ یہاں سے نظریے کے بعد جدید تعلیم یافتہ مہذبہ جو اٹل پتھر کا کلاس کہلاتا ہے، انچین ہلت جو ہے آپ اس کو ممکن نہیں اس میں اسلام کی ضرورت کا احساس پیدا کر سکیں اور اسلام کے بارے میں اعتماد و یمن لاسکیں، یہاں سے لے کر انڈونیشیا اور مغرب اقصیٰ و مرزا کش تملہ ان سب شعبوں پر اس وقت جو ڈر ہے وہ یہ کہ امریکہ اور یورپ اور جیسا نیو کی سازش سے ان سب شعبوں تک جراثیم پہنچ گئے ہیں کہ اسلام پر اعتماد متزلزل ہو جائے اور اسلام پر کھل کر نہ وہ لڑو کی اور رذالت پرست کی اور FUNDAMENTALISM سے تعبیر کرنے لگیں اور سیک پڑھے لکھے آدمی کو شرم آنے لگے کہ ہم ماشا دکھ FUNDAMENTALIST ہیں، آپ کو وہ کام کر: ہے کہ لوگوں سے سیدستان کر اور آئیں: لا: لہ: یا سیک کہ باں ہم FUNDAMENTALIST ہیں اور ہمارے نزدیک FUNDAMENTALIST ہی دنیا کو بچا سکتا ہے اور سروری خرابی اور سزا و فساد FUNDAMENTALISM نہ ہونے کی وجہ سے ہے، کوئی حوالہ نہیں، کوئی معیار نہیں، کوئی حدود نہیں صرف افس پرستی ہے، صرف خواہش پرستی ہے، صرف اقتدار پرستی ہے، صرف یہ ست پرستی ہے، اس لئے آپ کو بھی تیاری کرنی ہے اور دوسروں کو بھی تیار کرنا ہے، اس میں انھیں اغوا کر ختم کرنا ہوں اور آپ کو، اور بچا ہوں اور آپ کو اس بات پر مبارکباد دینا ہوں کہ آپ کی ہمت نخل میں چند مبارک دھتکہ میں تھیں موجود ہیں۔

دوسرے مزید سوال: امام عبدالمکریم پارکھی صاحب تشریف رکھتے ہیں جو ہندوستان کے ایک بڑے ترجمان قرآن ہیں، اور مولانا محمد امجد علی صاحب مدنی بھی موجود ہیں، یہ آپ اپنی دہائی کے فاضل ہیں اور اس وقت ایک بڑے ادارے کو چھارہ ہیں، ایک رسالہ بھی ہے اور اردو بھی ہے اور دوسرے تحقیقی مضامین بھی لکھتے ہیں اور آپ کے دور سے اسامہ ابھی نہیں آیا، میں اور امید ہے کہ ان لوگوں کی موجودگی باعث برکت ہوگی،

اور آپ کے لئے زریعہ استفادہ بھی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے دین حق کی خدمت کیلئے قبول کرے۔ آمین یا رب العالمین۔

وما علینا الا البلاغ العبین

اپنے کو نیلام کی منڈی میں نہ پیش کیجئے

تاریخ ۲۳ مارچ ۱۹۹۸ء بروز چہار شنبہ بعد نماز مغرب ہر مقام ہند کے حال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فارغ ہونے والے طلبہ کے لئے اور اعلیٰ کے موقع پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے یہ فکر انگیز تقریر فرمائی، جو کسی بھی دارالعلوم میں پڑھنے والے اور ہاں سے فارغ ہونے والے طلبہ کے لئے نشان راہ ہے۔

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد
الانبياء والمرسلين وخاتم النبيين محمد وعلى آله
وصحبه اجمعين ومن تبعهم باحسانٍ ودعاء بعد دعوتهم
الى يوم الدين اعا بعد!

میرے رفیق و مکرر اساتذہ دارالعلوم، برادرانِ عزیز اور فرزندانِ عزیز! مجھے سب سے پہلے اپنے اس تاثر کا اظہار کرنا ہے کہ میں نے رخصت ہونے والے بھائیوں کے اردو اور عربی مضامین میں کوہِ خضہ کا شکر ادا کیا اور میں برملا اعلان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جو کوششیں ہو رہی ہیں وہ ضائع نہیں ہو رہی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَنُفِثَ لَكُمْ لَاسْمَانِ الْاِمَامِصْحٰی وَانْ سَعِیْہٖ سَوَیْہٖ۔"

میں اپنے عزیز رفیق و برادر اساتذہ دارالعلوم کو مبارکباد دیتا ہوں کہ ان کی کوششوں اور دارالعلوم کے فضلاء کی تسفیحات کا اثر ان مضامین میں ہے۔ میں سالہا سال سے البدوی جلسوں میں شریک رہا ہوں اور کبھی کبھی اصلاح کی مجلسوں میں بھی شرکت کا اتفاق ہوا ہے، فکری دہلی لگاؤ سے بھی، تاہم تعبیر اور قوت بیان کے لحاظ سے بھی اور قدرتِ تحریر اور

فہم شیعہ کتاب - - - - - ۲۸۸ - - - - - جہاں

نئی مروجہ فلمیں تو کسی نے نہ کر

ساحہ اپنے رشتہ میں لٹنے کی توفیق دے کہ یہ دوست حیرانہ رشتہ میں دنیا میں اور
 تیرے بندے کی خدمت میں اس کی لے کہا کہ یہ غلامین راہ میں لٹنے کی توفیق
 اسے میں بیٹا کر لے اے نہ انہوں اور تیرے رشتہ میں اپنا خون جوش اپنی طاعت تمام
 بھی یہ سہمی ہو میں منقول ہیں۔ حسب نفعات مرقی ہادی کی تو انہوں نے فرمایا کہ
 میری دعا ہے۔ میرے پاس جو عیدہ و سعادتیں ہیں وہ تمام ملے ان کو دینی بندہ عسکر و شہیدین
 میں اس نے مراد اور علی نام کے دو ہر حال یہ اب وہ لوگ تھے جن نے لے لے انہوں کی
 لے ہادی ہادی تھیں متدین تھیں اور یہ بڑے بڑے تھے تقدیر میں لکھے تھے اور اب
 ان میں سے کسی کی محراب اور ان کو کسی نماز پر نہیں اور ساری دنیا میں ان کے ذریعہ
 اسلام پورے پھیلے ہوئے اور پوری دنیا اسلام کے سر پر نہیں ہو

آج کے پہلے اسلام کے مستحقوں کے فیصلہ کن محاذاتے متعین ہوئے۔ متعین کرنے والے ان
 پہلوؤں کو کہی تو یہاں نہیں۔ اس وقت متعین کر کے یہ لوگ مشکل تھا کہ یہ پابکار ہیں
 ان کے درجہ انعام اور امتیاز ان کے یہ مستحق کا فیصلہ ہوتا ہے اور یہ عقیدہ
 اپنے پیغام اور اپنے شخص کے واقعہ باقی رہا سنی سے انہیں تو میرا مسئلہ ہے کہ آج
 سے چند سال پہلے اس خاص صبر پر جو اسلام نے پہلے یہ محاذ متعین اور واضح نہیں تھے لیکن
 ان میں یہی تبدیلیوں۔ تحریک سلطنت اور اسلام کے خلاف وہ جو مہم اور ملی تحریکوں
 نے ان کو، کئی ایک امتیازات، امتیازات جنہیں چار محاذوں پر آپ سے انہوں کو جن کیلئے
 بلند درجہ عطا ہوا اور ان کی اور ان کے فتنہ اور دینی تعلیم کے تربیت یافتہ عالم اور شخصیں
 کی خدمت ہے اور ان کے لئے اس سے ہونی سعادت کس جگہ کہ وہ ان کے نزدیک
 میں اپنی سلامتی کو لے لے لے انہوں اور ان میں ان کے

اور ان میں سے لے لے لے انہوں اور ان میں ان کے

جائے، اور وہ صرف اپنی فہمی تہذیبی اور ثقافتی اعتبار سے نہیں بلکہ انتہائی ارتقاء سے نکلے اس وقت سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ جو لوگ ہمارے مددگاروں سے فارغ ہوں وہ اس محاذ کو سنبھالیں، اس محاذ کا چارٹ لیں، اور اپنے کو اس محاذ کے لئے وقف کر دیں، ورنہ یہ کوشش کریں کہ مسلمانوں کی آئندہ نسل جو ابھی آٹھ دس برس کے بچے یا بارہ پندرہ برس سے نو جوان کی شکل میں ہے اسلام کی اصولی لقمی، اور کلمی تعریف پر صادق ہوں اس کے لئے ضرورت ہے اس بات کی کہ قصبے، شہر، شہر اور گاؤں گاؤں خدا کی عداوت میں نہ رہیں اور مساجد کی بنیاد ڈالی جائے، اور جہاں ایسا ممکن ہو وہاں صحابی و سائل درجہات ہوں اور جو لوگ جدید تعلیم یافتہ ہیں اور اپنے بچوں کو سرکاری اسکولوں میں بھیجنے کے لئے مجبور ہیں ان کو خدا کا پتہ چاہیے۔ امران کو ابھی سے بچانے کی کوشش نہیں کی گئی تو ذرا ہے کہ اس میں خوشنہ نسل کو آگے چل کر کامیابی اور فتنی اعتبار سے مسلمان کو تباہ بھی ہو گیا نہیں، ورنہ تو میدان شہر اور کفر و ایمان کا فرق کر سکے گی یا نہیں، رسالت، مصلحہ و رسالت اور رسول اللہ ﷺ کو نبی آخر الزمان اور آپ کی شہادت کو ماننے کی باتیں :-

اِنَّ الدِّينَ بَعْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۔ اور وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يَبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ وَّرَآءِ سُوْرَتِ الْاِسْلَامِ ۔

جنت، پر اس کا ایمان ہو گیا نہیں۔

عزیز طلبہ! آپ کے بلند عزائم اور بلند خیالات، آپ کے مطالبے اور غشت مصلحتوں پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس پر آپ کو مبارکباد دیتے ہیں، لیکن اس وقت مسئلہ یہ ہے کہ کون کس محاذ کو سنبھالتا ہے، آپ ابھی سے نیت کیجئے کہ ہم اس خطرناک اور نازک محاذ کے لئے سینہ سپر رہیں گے پھر اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا اور اسباب مہیا کرے گا اور آئندہ نسل جو ہماری اور آپ کی اماند ہوگی اس کو مسلمان رکھنے کے لئے ہم بھی کوشش کی جائے گی جائے، جو ہاتھ جو مارے جائیں مارے جائیں اور جو آپ دیدہ خون جگر بہا دے، یہ سب سے بڑا اعزاز ہے۔

کامیاب ہوئی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمہوری اور جمہالی طریقہ پر اتحاد و اتفاق کے ساتھ اور غلبہ سے ساتھ جو ہم چلائی جائے وہ ضرور کامیاب ہوگی۔ حالانکہ فیصلہ سے پہلے یہ پیشین گوئی نہ بنا بہت مشکل تھا کہ مسلمانوں کے حق میں فیصلہ ہوگا یا نہیں اور ان کا مطالبہ پورا ہوگا یا نہیں؟ لیکن اللہ کے چند مخلص بندوں نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت و رہنمائی سے قرآن مجید کی روشنی اور سرخ کے تجربہ میں صحیح طریقہ اختیار کیا تو ان کے کامیابی ہوئی۔

۳۔ تیسرا محاذ پریم انسانیت کا ہے اہم اس ملک میں اس طرح رہیں کہ اپنے دین کو بقیہ رکھتے ہوئے بھی اپنے دین پر عمل کرنے کے لئے اپنے اوروں اور مرزوں کو محفوظ رکھنے کے لئے بھی دعوت کا کام کرنے کے لئے بھی، ختم و تالیف کا کام انجام دینے کے لئے بھی، ہاتھ پاؤں پر عزت زندگی گزارنے کے لئے اپنے مخصوص مقام کے ساتھ اپنے دین و مہتمم کے ساتھ اس ملک میں زندگی گزار سکیں۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ قضاء معتمد ہو، مشفق اور متفکر ہو، اور نہ کسی وقت بھی سرور کی کوششوں پر پانی پھر سکتا ہے۔ بہت کم لوگ اس کی ضرورت و اہمیت کو محسوس کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ چند آدمی کے ان کی رائے ہے یا ان کا ذاتی رجحان ہے جو کسی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے۔

آپ یقین دہانے کے حالات کے حقیقت پسندانہ اور عملی مطالعہ نے میری رہنمائی کی ہے ہم جیسے اور رفتہ کو اس مطالعہ نے مجبور کیا کہ وہ کوشش کریں حالانکہ اس کوشش کا تمام واقعات کے لحاظ سے کچھ بھی نہیں۔ اگرچہ یہ وہ مجمع نہیں ہے جس کے ماننے سے یہ سمجھوں کہ بات تحریک کی شکل اختیار کر گئی۔ لیکن کیا تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے وہ کام لئے ہے۔ لہذا آپ اس کو بھی یاد رکھئے اور باہمی اعتماد ایک دوسرے کا احترام ہمارے اندر پیدا ہونا چاہئے۔

اسپین کا الیہ جو پیش آیا اس پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں اس میں ایک بات بہت نازک یہ ہے کہ وہاں غلبہ ویدیہ کی بھی نہ موت کی تھی اور وہاں خدا تک پہنچنے کے لئے ایسے

ایسے مجاہدے ہونے جن سے چوٹی کے اسیا پیدا ہوئے۔ بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ مشرق اگر انبیاء کی سرزمین ہے تو مغرب انبیاء کی سرزمین ہے۔ شیخ اکبر علی الدین ابن عربی جیسے عظیم اقدار مثلاً پیدا ہوئے، اسی طریقہ سے نوان ٹھیکہ کو بھی وہاں بہت ترقی ہوئی۔ اندلس کا ایک مستقل ادنیٰ و بڑا ملک ہے اس کو اندلسۃ الاسلامیۃ کہتے ہیں، اسی طرح چوٹی کے مسند نصیحا پیدا ہوئے۔ موفقات کے مصنف علامہ شاہجی پیدا ہوئے ان مجاہدین پیدا ہوئے، ایسے ہی بہت سی کتابوں کے مصنف پیدا ہوئے اور موطا کی کسی شے میں کبھی لیکن ایک چیز سے ان کا خاص بڑا تعلق ہے کہ وہاں کی اصل آبادی کو جو آنے میں نمک کے ذرا تھی اپنی پوری سہولت و اقدار کے باوجود ہجرت کی ساتھ اسلام سے مانوس کرنے اور اسلام کے دئے میں داخل کرنے کی کوشش کس کی گئی اس سے کثرت اور میں اکثر یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ ہمارے تمام سرزمین کا پتہ کھودیا گیا ہے مثلاً سلطنت کی فراہم میں یہ لفظ ملتا ہے کہ "دولت ابد قرار" یعنی ہم پر درست حضرت اسرافیل کو جس ملک کا چار دیواریں کے ابراہیم وقت تک کوئی خطرہ نہیں ہے یہ اس کا خط خیال تھا۔ اس کا پہلی دہائی کو اپنے حال پر چھوڑ دینا اور اس کے جدت کو نہ تسلیم نہ کر دینا، متعدد تاریخ کے ذریعہ اپنی اعتدالی کمزوریوں کے ذریعہ اس سے بڑھ کر مقاضیہ یہی کر لیں گے اور یہ نشانہ دہانے کا موقع دینا بہت خطرناک ہے۔

ہندوستان میں تو یہ مفہوم زیادہ واضح طور پر ہے، مسلمانوں نے ہندوستان پر آنے سے پہلے تک علی الرغم تسبیح کی ہے اور جب اخیر میں تعداد اور متغیایہ کی تقریبیں چلی ہیں اور انہوں نے غیر مسلمانوں کے دل میں بڑے بڑے ماسور پیدا کر دیئے ہیں اب اس کو پیام انسانیت کے ذریعہ ہی فخر کیا جاسکتا ہے۔ اس کو میں نے بہت اندھارے سے بیان کیا ہے اس پر پورا اثر پہنچا دینا چاہیے ہے آپ اس کا مطالعہ کریں۔

۴۔ پوچھا اور آخری ہی! علوم و دینیہ کے بقاء کی کوشش کرنا اور زمانہ کے ساتھ اپنا کو تطبیق

دین۔ اس طرح نہیں کے تابع ہوں بلکہ زمانہ کے جائز اور واجب تقاضوں کو چروا کرتے ہوئے اور اس کی زبان و ادب کی رعایت کے ساتھ علوم و فنون کو زندہ رہنے اور اپنا کام کرنے اور زمانہ کا نہ صرف ساتھ دینے بلکہ اس کی قیادت کرنے کے قابل بنائیں اس کے لئے عربی مدارس تو ریاضہ کی حیثیت رکھتے ہیں ان کو ترقی دیں اور ان کے لئے اساتذہ تیار ہوں۔ اندوۃ العلماء کے مفت مدارس کو اپنی چپاس ساتھ سے متجاوز تعداد ہونے کے باوجود اساتذہ نہیں ملتے آپ اس کے لئے بھی تیار ہوں، نئے مدارس قائم کریں۔ علوم دینیہ میں نئی زندگی اور تازگی پیدا کریں صرف یہ نہیں کہ آپ فرمودہ چیزوں کو فرسودہ اور بوسیدہ چیزیں سمجھ کر پڑھائیں بلکہ ان میں نئی روح دینی تو لٹائی پیدا کریں۔ تصنیفات نئی ہوں تشریحات نئی ہوں، نئی ترجمانی ہو، نئی قوت تہریس ہو، نیا ذوق تعلیم ہو اور نئی دینی صلاحیت اور اس کے ساتھ ذکاوت، حافظہ اور مطالعہ کی وسعت ہو۔

یہ چار چیزیں جو میں نے اختصار کے ساتھ بیان کی ہیں ان کی طرف توجہ کرنا نہایت ضروری ہے۔

اور اب وہ چار چیزیں بیان کرتا ہوں جو آپ کی ذات سے متعلق ہیں، نہیں آپ سرسری نہ سمجھئے گا یہ ہزاروں صفحات کے سلاخ کا نچوڑ ہے اگرچہ دستا ہے اور اس میں کوئی فضیلت نہیں ہے محض اپنی بات میں اہمیت پیدا کرنے کے لئے کہتا ہوں کہ بہت کم لوگوں کو علمائے سلف اور مائے معاصرین اور درمیانی دور کے علماء خاص طور پر ہندوستان کے علماء کے تراجم پڑھنے کا موقع ملے گا جتنا مجھے ملا ہے۔ اس کے خاص اسباب تھے کیونکہ میں ایک تاریخی، حوالہ اور مؤرخین کے گھرانے میں پیدا ہوا اور گھر میں سارا خزانہ موجود تھا۔

”نزهة الخواطر“ جس میں ساڑھے چار ہزار سے زائد ملائے ہند کے تراجم ہیں اس کو میں نے آبی پار پڑھا۔ مسودہ کے مرحلہ سے لے کر طباعت کے بعد تک ہر مرحلہ میں

کئی بار پرستار بارہی طرح و فیات الامین اور طبقات کی جوتا میں ہیں پڑھیں۔ عبادہ
ازیں اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کی خدمت میں رہنے کا موقع بھی نصیب فرمایا۔

ا۔ سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ درست ہو۔ کسی درجہ میں
تقویٰ و پابست داری اور تصق مع اللہ و یا اس کی فکر ہو یہ کسی بنیادی بات ہے کہ جس کے
بغیر نہ کسی کام میں برکت ہوتی ہے نہ حرکت اور یہاں حقیقی نفع اسی وقت ہوگا جب خدا اور
رسول کے ساتھ معاملہ درست ہو۔

میں یہ نہیں کہتا کہ آپ سب کے سب شب بیدار رہیں یا صوفی اور عارف باللہ ہو
جاہ میں جو شخص سہ لئے ضروری نہیں۔ لیکن جو ضروری حصہ ہے وہ یہ ہے کہ ایک حد تک
تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ صحیح ہو اور اس کی فکر ہو اور اپنی نمازوں کی فکر ہو مگر ہوا کا
ذوق نہ اور اہمیت الی اللہ کسی نہ کسی وجہ سے ضرور ہو۔ یہ سب سے اہم اور بنیادی چیز ہے
اسے بھی بھولنا نہیں چاہئے اور اس کے حصوں کے بہت سے ذرائع ہیں ان میں سے
ایک تو یہی ہے کہ کتب و سنت اور فقہ کا مطالعہ کریں اور اس کے مطابق اپنی نمازوں کو بہتر
بنانے کی کوشش کریں اس کے علاوہ سب سے فوثر چیز یہ ہے کہ بزرگان دین کے حالات
پڑھیں اور اللہ تعالیٰ نصیب کرے تو کسی بزرگ کی صحبت اختیار کریں۔ میں یہ بتلف
کہتا ہوں کہ اس سلسلہ میں سب سے بہتر اور مفید حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی
تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں خاص طور سے ان کی ملفوظات و ماہیات ایک اچھا اثر رکھتے
ہیں مگر۔ نے الحمد للہ مارچی نہایت اپنے تمام دینی ذوق اور تاریخی بلکہ تقادری ذوق کے
ساتھ ان سے فائدہ اٹھایا ہے اور آپ کو بھی مشورہ دیتا ہوں اس سے آپ کو نئی بات ملے گی۔
جب مال اور معاملات میں کوتاہی کا علم ہوگا مگر خاص طور پر اخلاق کی اصلاح اجتماعی
کاموں کی اہمیت پر ان۔ نے یہاں بڑا زور دیا ہے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ان سے
یہ کام لیا ہے آپ اس کی طرف ضرور توجہ دیں آپ کے اندر اس کی کوئی مقہور ضرورہ دینی

ہے۔

۲۔ دوسری چیز یہ ہے کہ اسلام کی تاریخ میں خاص طور پر اس کی دعوت و دعوت دہن کی تاریخ اور اس کی اصلاحی تحریکوں کی تاریخ یہ بتائی ہے کہ عہد نبوی ﷺ سے لے کر آج تک ملکہ و نفع غایتی کا، اصلاح و انتہا بہ حال کا اور زہد و آثار کا ساتھ رہا ہے یہ دونوں باتیں مسلمہ ہیں۔ آپ اسلام کی پوری تاریخ کا جائزہ میں سے تو معلوم ہو گا کہ ان دونوں کا کہیں ساتھ نہیں چھوٹا ہے اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کے ذریعہ امت کو متبع و پیچھا اور کسی بڑے فتنے سے محفوظ فرمایا ان میں سب سے بڑا فتنہ دلت کا فتنہ تھا اور وہ سراسر افلاک و خلق قرآن کا تھا۔ یہی سارا کہ جن لوگوں نے کیا ہے۔

نصر اللہ هذه الامة اعان الله هذه الامة باسئد النصر ابني يوم المردة
وہا محمد بن حبل يوم الفتنہ، اور اس کے بعد جو فتنے آئے تھے تھے جن کے مقابلہ
کے لئے لوگوں نے آپؐ کو اپنی ہمتوں کا امام اور ائمہ اشعری بنیں پھر اس کے بعد جو فتنے
آئے ان کے مقابلہ کے لئے امام بنیں تھے و غیرہ آئے پھر ہندوستان میں صوفی کے گرو
میں آئے، وہیت و فتنہ اور سلطنت کے اثر سے جو جادو پڑتی، طاقت پڑتی، اور دلت پڑتی
اور اس پر پڑتی ہیں اور اس میں بھی اس دور کا۔ پھر اس کے بعد غیر مسلموں کے اثر سے اسلامی
مواہد میں جو بدعت و شرک کا رجحان داخل ہو گئے تھے اور راجدہ الرجوع کا رجحان
نہ نہ ہو رہا صوفیوں کے لئے گروہا، اور قہر و انک کے مانگوں میں راہت نہ کیا تھا اس
کے مقابلہ کے لئے حضرت محمد و الف شانی آئے۔ پھر اس کے بعد قرآن مجید کے یہ
راہت ملا اور حدیث سے اہل قول ہونے لگی جب اسے جو ایک جہت بہت بہت اور متقاضی
شرائت تھے اور اہل سنت کا جو اہل حق ہم بولیا تھا اور فقیدہ میں رہنے پڑا تھا اس کے
سہ باب کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے اختلاف و خلفا کہ اللہ تعالیٰ نے تیار کیا۔

فرض کہ پوری تاریخ بتائی ہے کہ اصلاح کا کام، عزت سے کا کام اور صلح سے ہندو گرو

سرت کے قریب ۵۰ گام دور زہد والا رہا۔ بقول میں اللہ تعالیٰ نے لکھ لی تھی۔ شہر قائم کر دیا۔
 یہ جو اسلام کی پوری تاریخ میں ہوئے نہیں دیکھا اس لئے میں آپ سے ساف لکھتا ہوں
 کہ اس کے لئے بھی آپ اپنے کو تیار کریں۔ کیونکہ دوسری قوموں میں بھی کوئی کام نہیں
 کیا۔ نے بغیر نہیں کیا ہے۔ اگرچہ ان کا طماع ملک ان کے تمام مختلف ممالک کے احاطہ
 میں ہوتا ہے۔ ہیں اس لئے آپ ہمارا اس لڑائی سے ہی نہیں۔ صرف دوست بنایا ہوا
 عہدوں کو اپنے منہ سے نکالنا ہے۔ میں یہاں سے جا کر آپ کے ساتھ آجائے۔ امید ہے کہ
 اس آپ کو تیار کرنے پہلے نہ پڑیں اور زہد و اشراف سے کام لیں۔ ان زہد والوں نے
 اس سے قرآن مجید پر جواب میں وقت نہ میں سیدھا آپ کے سامنے ہوں اور آپ کو
 سہرت ہے۔

پوری تاریخ شام سے زہد و اشراف سے جو تھی آج بھی اس کے حاصل ہوئی ہے
 اور انہیں نہیں حاصل ہوئی ہے۔ یہ بھی اصل مقصد ہے جو انہوں نے کیا۔ یہ ہے کہ ملک
 کو بھی نہ میں نہیں ہے۔ وہ ایک لقمہ مطلق سے اس کے لئے بخشا وقت کرتے ہیں
 اللہ کی قدرت لہذا تھا کہ میری ساری دولت سے وہ اور میرا ہاتھ درست کرے۔ اور اس
 قابل بنے اور میں جو نعمانی حوالہ لکھتی ہوں اس کا سبب صرف اس وقت کے ساتھ پیدا ہوا
 اللہ تعالیٰ کا مدد کرتا ہے۔

آخر میں یہاں اب بات تھی تو میں بتا کر میں اور میرے پاس رہتے ہوئے میں رہا ہوں
 اور اپنے سر میں نے نہیں سے اور ہوتا ہوں میں بڑا تھا اس لئے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے
 بجا لیا کہ آج ہم اس وقت میں ہیں۔ اور یہ معلوم نہیں اس کی پوری دنیا میں اس کا کیا ہے
 کہ اسے اللہ تعالیٰ بہت خوش و خرم و خیر سے ملتی ہوئی ہو رہے ہیں۔ میں نے یہ زندگی
 میں گھر رہ رہے ہوں۔ لیکن ہمیشہ اسے مقبول پر ہزاروں کے واقعات سمجھتے ہوئے
 ہیں ان میں سے مولانا عبدالحق صاحب نے۔ اسے مثال پیش کرتے ہیں اس کی نگاہ

شاید مشکل سے ملے گی۔

والد صاحب مرحوم نے نہایت الخواطر کی آخری جلد میں مولانا مجمل الغنی صاحب رامپوری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مولانا عبد الرحیم صاحب معقولات کے اور ریاضیات کے بہت بڑے ماہر تھے وہ قدیم دور کا پڑھاتے تھے اور انہیں ریاست رامپور سے پندرہ یا بیس روپے ماہانہ ملتے تھے ان کی اپنے فن میں قابیلیت کی شہرت وہر دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ جب بریلی میں پہلی مرتبہ کالج قائم ہوا ہے تو اس کے پرنسپل مسٹر ہاکنس نے ان کو آخر (پیش کش) کی کہ آپ بریلی کالج میں آئیے اور دوسروں پر آپ کی تنخواہ ہوگی تو انہوں نے بڑی سادگی سے جواب دیا کہ میرے پندرہ روپے بند ہو جائیں گے۔ مسٹر ہاکنس نے کہا کہ آپ ریاضیات کے اتنے بڑے ماہر ہیں لیکن پندرہ اور دوسروں پر آپے میں فرق نہیں سمجھتے، پھر انہوں نے جواب دیا کہ جن لڑکوں کو میں پڑھاتا ہوں ان کی تعلیم اور حوری رد جائے گی پھر اس نے کہا وہ سب لڑکے یہاں آجائیں گے اور سمجھوں گا کہ کارشپ مقرر کر دیا جائے گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک بڑی دقت یہ ہے کہ میرے گھر کے سامنے ویری کا درخت ہے جس کے تازہ پھل سے صبح صبح ناشتہ کرتا ہوں وہاں جانے کے بعد اس کا پھل نہیں ملے گا جس کی وجہ سے صحت پر اثر پڑ سکتا ہے، پھر اس انگریز نے کہا کہ وہ پھل بھی صبح صبح ذرا کی گاڑی سے آپ کو مل جائے گا تو پھر انہوں نے جواب دیا یہ سب ٹھیک ہے لیکن آپ یہ بتائیے کہ کل قیامت میں جب خدا یہ سوال کرے گا کہ تم راہیور پھوڑ کر بریلی اس لئے گئے تھے کہ یہاں پندرہ روپے ملتے تھے اور وہاں دوسروں پر آپے میں گئے تو میں اس کا کیا جواب دوں گا؟ انگریز بہر حال انگریز تھا اس نے کہا کہ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔

میرے عزیز و اہل قلم سے صاف کہتا ہوں کہ ایسی مثالیں پھر زندہ ہوتی چاہئیں، اللہ کا فیصلہ ہے اور اس کی منت ہے، سارے آسمانی صحیفے بتاتے ہیں انبیاء علیہم السلام کی

سیرت سے معلوم ہوتا ہے اور مصنفین کی تاریخ بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جو عزت سکون قلب اور روحانی سرور عطا فرماتا ہے اور اس کے ساتھ جو برکت ہوتی ہے وہ سب زہد و انزاع پر موقوف ہے اور اب پھر وہ دور آیا ہے خاص طور سے ہندوستان کے حالات اس زہد و انزاع کے طالب ہیں۔ یہ بہت بڑی روایت شروع ہوئی ہے کہ جہاں زہد و پیریں جہاں زہد و آسویں حاصل ہوا۔ جہاں اپنے خاندان کی آسائی سے پرورش کر سکیں، وہیں جانا چاہئے یہ بہت بڑی آزمائش ہے اس سے بچنے کی دعا مانگنی چاہئے۔

۳۔ تیسری بات جو امت پر ہر کسی ہے وہ یہ ہے کہ میں نے بھی کتابیں پڑھی ہیں اسلام کے مذاہب اور اہل ان سنت باہر نکل کر تہذیبی مطالعہ کیا ہے شاید کم سی لوگوں نے اس طرح کا مطالعہ کیا ہو ان تمام کے مطالعے سے تجویز میں ایک نکتہ نکلتا ہے کہ ہم جو اہل سنت کے مسلک سے کبھی نہ بیٹے گا۔ اس کو لکھ لیجئے، چاہے آپ کا دماغ کچھ بھی بتائے آپ کی ذہانت آپ کو کہیں بھی لے جائے کبھی نبی قوی نہیں پائیں گے جمہور کے مسلک سے نہ بیٹے، اللہ تعالیٰ کی جو تائید اس کے ساتھ رہی ہے جس کے شواہد و قرائن ساری تاریخ میں موجود ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو اس دین کو بڑی رکھنا تھا اور باقی رہنے کا مطلب یہ ہے۔ وہ اپنی اصلی حالت پر قائم رہے ورنہ ہر مذہب کیا باقی ہے جیسا کہ یہ بتا دیتی ہے جیسا کہ بتائے بارے میں قرآن کا ولا الضالین کہنا ایک معجزہ ہی ہے یعنی وہ چہی سے بالکل ہمت نکل تھی اور اللہ تعالیٰ نے چونکہ اس دین اسلام کے بارے میں فرمایا ہے ہذا سخن سزلہ الذکر وانا لہ لحاظظون، اور اس کے ساتھ جو تائید ہے جو قوی دہائی ہیں، جو سیاست فہم اور سوہرت قلب ہے اس کے ساتھ جو دین ترین انہ نول کی تحقیق اور غور و فہم کے نتائج ہیں اور ان کا جو اظہار ہے اور ذہن سوزی ہے وہ کسی مذہب کو حاصل نہیں ہے یہ وہ بات ہے ہمارے اور آپ کے استاد مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنے بعض شہرہ آفاق و مہاجرین کے مولانا مولیس صاحب نقل کرتے تھے اور سید

سب سے ان کے استاد ابو اسحاق شیبانی نے بھی انہیں۔ انھیں لوگ بیک رنگ و ان تحریر پر حذر
 دیکھا کرتے ہیں۔ "وَمِنْ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهَدُ
 اللَّهُ عَلَيْهِمْ مَا فِي قُلُوبِهِمْ" اور شیعہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور انہیں علماء کے خلاف کا مذاق
 اڑاتے ہیں۔ انہیں مفسرینِ ان کے تیر کا نشانہ بناتے ہیں، لہذا مسک سے دور رہنے والے
 اور یہ دیکھنے والے کا برا فائدہ ہوگا۔ اللہ علی خاص عزت ہوگی اس کی نصرت و برکت ہوگی
 اور ان کا حق بھی ہوگا۔

یہ باتیں میں ان میں سے زیادہ وضاحت سے نہ کہ یہ۔ فائزین یہ ان کے خلاف
 نہیں اور یہ مظاہر اور ترجمان کا حاصل ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس ان باتوں تک پہنچنا
 سوں اور آپ تک بطور کامیابی اور نصرت و فضل کر رہے ہیں۔

۳۔ اور آخری بات یہ ہے کہ علم سے پناہ لیں، ان کے اپنے کو بھی فی الواقع تیسری نہ
 سمجھتے، ہمیشہ نئی اور پرانی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہنے خواہ آپ ان میں آتے ہیں یا نہیں
 تفسیریں، حدیث، شریعت کی شرحیں، تاریخ کی کتابیں اور جو کتابیں صحابہ کرام پر اور صحیح
 مقام و مجلس سے لے کر خلیفہ پانچویں تک ہیں ان سب سے آپ کا ہر روز اور
 ان کا ہمیشہ مطالعہ کرتے ہیں اور اپنے مرتبہ سے برابر قطع نہ کر رہے۔

عزیز۔ تمہارے شجر سے امید بہاؤ رکھو

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْإِسْلَامُ الْعَبَسُ

نشان منزل

مناجی و عربی میں لکھ کر تمام طلبہ اپنے بیچا مدرسہ پر تقریباً ہفت روزہ قبل از صبح پڑھ کر
 اپنے دل میں اسے پڑھ کر لے کر ہر روز اپنے دل میں پڑھ کر اپنے دل میں پڑھ کر
 اپنے دل میں پڑھ کر اپنے دل میں پڑھ کر اپنے دل میں پڑھ کر اپنے دل میں پڑھ کر

الحمد لله نعمته ومستعبد ونستغفره ونؤمن به
 ونسلم كمال عيب وسعود بالله من شرور انفسنا ومن
 سيئات اعمالنا. من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله
 فلا هادي له. وشهد ان لا اله الا الله وحده
 لا شريك له. وشهد ان سيدنا وهو لا ما محمد : عبده
 ورسوله صلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه
 وسلم تسليما كثيرا كبيرا

ما بعد : فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله
 الرحمن الرحيم لقد جاءكم رسول من انفسكم
 عريص عليه ما عنده حريص عليكم بالسوء من زور
 رحيم فان تولوا فاعلم حسبي الله لا اله الا هو عليه
 توكلت وهو رب العرش العظيم

میرے حقوق بھانڈو، اور بڑا کواں نام کو اور آپ کو علوم ہے کہ دنیا میں مار باپ سے
 پرہیز کر لیں گی اور شہادت لیں، میں کی بات دینے میں شریب الشکر ہے، اگر کوئی مورت

اگر کوئی انسانی ہستی، اگر دنیا کی کوئی بھی مخلوق ماں کی محبت سے بڑا کر دعوئی کرے تو سب اس کو جھوٹا کہتے ہیں، جھوٹا سمجھتے ہیں، اور اس پر اعتکاف نہیں کرتے، اور اسکو بناوٹ، منفاق اور جھوٹا دعوئی سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بچے کی محبت ماں کے دل میں ڈال دی ہے۔ جب سے یہ نظام عالم قائم ہے، یہ محبت رہی ہے۔ اس نظام عالم میں جسمانی پرورش کا نظام ایک خاص اسٹیج پر چل رہا ہے۔ اگر ماں کے دل میں بچے کی محبت نہ ہو تو بچے کی پرورش بہت مشکل ہے، چنانچہ جو بچے اپنی ماؤں سے محروم رہتے ہیں، کبھی وجہ سے ان کی پرورش کے لئے بہتر سے بہتر سامان کیا جائے لیکن وہ قدرتی، وہ بے تکلف وہ خدائی محبت اور مامتا کا جوش اور فکر اور درد و جوانی کے دل میں ہوتا ہے وہ پیدا نہیں ہوتا، وہ بچے اس دولت سے محروم رہ جاتے ہیں، اس طرح سے باپ کی شفقت بھی، بالکل قدرتی بات ہے، اللہ تعالیٰ نے باپ کے دل میں بھی محبت و شفقت کا مادہ رکھا ہے، اور کیوں نہ ہو اولاد اس کے چشمہ کا کھڑا بلکہ اس کے دل ہی کا کھڑا ہے، اس لئے جسے اپنے آپ سے محبت ہوتی ہے اسے اپنی اولاد سے بھی محبت ہوتی ہے، سوائے اس کے کہ فطرت سُن ہو جائے، انسان کی زندگی میں کوئی ایسی بات ہو جائے اور کوئی ایسا عنصر شامل ہو جائے جس سے فطرت متاثر ہو، لیکن ماں اور باپ اپنے علم کے مطابق، اپنے تجربے کے مطابق اپنی سمجھ کے مطابق، بچے کے لئے بھلائی چاہتے ہیں، اس کو تعلیم دینا چاہتے ہیں اس کی تربیت کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں اچھے اخلاق پیدا کرنا چاہتے ہیں اور بری باتوں سے بری صحبتوں سے بچنے کو چاہنا چاہتے ہیں۔

مخلوق کے ساتھ انبیاء کی غیر معمولی شفقت

لیکن کبھی کبھی ماں کی محبت بھی اندھی ہوتی ہے، کہتے ہیں کہ محبت اندھی ہوتی ہے اور ماں کی محبت تو بہت اندھی ہوتی ہے، وہ اندھا دھند کام کرتی ہے۔ اس کو فکر نہیں ہوتی کہ

[illegible]

تکلیف کو محسوس کرتے ہیں ان کے پائوں میں، ان کے تلوے میں کانٹا چبھتا ہے، انگلی میں ان کے جسم کے کسی حصہ میں بھانسن لگتی ہے تو اس کی غشش وہ سرے جسم میں محسوس کرتے ہیں، اپنے اسی کے ساتھ ان کا کیسا تعلق، دوتا ہے اس کا اندازہ کرنا، رے سئے مشکل ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، میں نے جو آپ کے سامنے آیت پر بھی آپ کو مسلمانوں کی حیثیت سے اور اگر اللہ تعالیٰ نے ہم کو علم دیا ہے، میری کام آتھ حضرت پھر ان کے حالات سے ہم کو تھوڑی بہت واقفیت ہے تو ہم ان کی لفظ بہ لفظ نہیں، حرف بحرف نہیں بلکہ نقطہ بہ نقطہ سمجھیں کریتے۔

”لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز عليه ما

عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رؤوف رحيم، فان

تولوا فقل حسبي الله لا اله الا هو عليه توكلت

وهو رب العرش العظيم۔“

ایسا پیغمبر آیا ہے جو تمہیں میں سے ہے اور اگر وہ ہم میں سے نہیں ہوتا تو اس کو ہمارے درد دکھ کا احساس نہ دوتا ہماری مشکلات کو وہ نہ جانتا، اسے جانتا بھی تو اس مشکل میں شریک نہ دوتا، انسان کا درد، ان میں محسوس کرتا ہے، دھائی کی تکلیف بھائی محسوس کرتا ہے، ایک کاؤس کے رہنے والے، ایک دوسرے کے دکھ اور ان کو جانتے ہیں، ایک کاؤس کے لوگ بعض اوقات ایک دوسرے کی مشکلات کو نہیں سمجھتے، ریاست صوبہ ملک تو بڑی چیز ہیں اور وہ تو بعد میں بنتی ہے، ایک چھوٹے سے گاؤں کے لئے بھی یہ اوقات ایک دوسرے کی مشکلات سے کوئی سمجھتے، تمہارے پاس ایک پیغمبر آیا ہے جو تم میں سے ہے تمہاری جنس میں سے ہے۔ یعنی جس چیز سے تم کو راہی تکلیف، وہ وہ اس کو شوق گردنی ہے وہ اس کو برداشت نہیں ہوتی، وہ اور کوٹھل جاتی ہے، اس کی جان پر نہ جانی ہے، عمریز علیہ ما عنتم جس سے تم کو راہی تکلیف، وہ تمہاری شذات، تمہارا ارادہ

سے تمہاری بے تحقیق تہ وہ بے یقین ہوتا ہے، جو بعض علیکم اس کو تمہاری بڑی
 قدر ہے، تمہاری دھن میں کوئی دھن ہے کہ تم اللہ کے مقبول بند بن جاؤ اللہ کی رحمت
 تم پر ہے، فقط یہ ہے، اس کی تھوڑی سی خلقت سے تمہارا امن گھس نہ
 ہوئے، کفر کا کلر تمہارے خلق سے تر لے نہ پائے، انسان جہنم کے حلقے میں شامل نہ
 ہوئے، پاپ شیطان کے حلقے میں نہ پائے، اور خدا کے دین کی خدمت چھوٹے
 نہ پائے، جس کو بھی انسان ہے وہ انیس میں آجائے، اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نعمتی میں
 آجائے۔

ایمان والوں نے ساتھ بہت سی خلقت کرنے والے اور بہت ہریانے سے مانتھرت
 کی اپنی امت کے ساتھ جو قسم تو غمزدگی جو در تھا، اس کا آپ اندر وہی نہیں کر سکتے کہ وہ
 اس در ہے کی قسم، اس کو کھینچے، جیسے ایک ماس کی ایک ہی کلاز وہاں کا ایک
 پھل مایچہ ہو، کھوتا اور ماری زندگی کا سبب راہ مارا، کھرجی ماس ماں کو جیسے اپنے اپنے
 کی فکر ہوتی ہے، اس کی ترقی سے خوش ہوتی ہے، اس کی تکلیف سے تکلیف ہوتی
 ہے تو تمہیں ایسا ہی غلط ایک پیغمبر کو اپنی امت کے ساتھ ہوتا ہے، صحابہ کرام کے ساتھ
 آپ کا کیا غلط تھا، یہاں تک کہ وہ لوگ جو مدینے رہنے والے تھے ان میں سے بعض
 آپ کے مزاج تھے، اور ان میں سے بعض شہر تھے، ہم وطن تھے، مگر ہر میں قیدیوں کی
 نصرت سے جب وہ قتل ہوئے تو نماز میں بھی آپ بے یقین رہے، نماز سے آپ
 جو شش نماز میں جو روزہ مانتا تھا، اور جو نماز تھی، خدا کی طرف توجہ دینی
 تھی، اس کا اندازہ ہر آپ کر ہی نہیں سکتے۔

آپ فرماتے ہیں "فسوة عینی فی الصلوة" میری آنکھوں کی غصہ نماز میں
 ہے، آپ بلانے فرماتے ہیں کہ اے بال!

بلانے آپ نے مانتے تھے، کیا انی باتیں سورتی تھیں، وہیں کسی باتیں ہوں گی،

اچھی باتوں کے سوا وہاں اور کیا ہو سکتا تھا، اسلام کی تبلیغ کی باتیں، اسلام کو بچھیلانے کی تدبیریں، کوششیں، اور علم قرآن وحدیث، لیکن آپ کو حضور نماز کا جو مقام تھا، نماز سے جو تعلق تھا، آپ نماز کے لئے بے چین ہو کر بلا لڑنے سے کہتے اے جلال اللہ! میں کہہ کر ہم کو آرام دو، بہت انتظار کیا، اب انتظار نہیں رہتا، جلال خدا کے لئے اذن دوتا کہ ہم کو سکون حاصل ہوتا کہ ہم کو آرام ملے، اس نماز سے آپ کا یہ تعلق تھا، اور امت کے ساتھ آپ ﷺ کا جو تعلق تھا، آپ ﷺ کہتے ہیں کہ میں کبھی کبھی نماز میں ہوتا اور پیچھے سے کسی بچے کے رونے کی آواز آتی دل تو چاہتا کہ نماز لمبی کروں، دل کھول کر قرآن شریف پڑھوں، اپنے خدا کے سامنے خشوع و خضوع کے ساتھ لمبے لمبے سجدے کروں، خوب اس سے باتیں کروں، خوب اس سے دعائیں کروں، اس کا نام لوں، اچھی طرح سے اس کو پکار دوں، راضی کروں اور مذاںں، لیکن اس بچے کی آواز میرے کان میں آتی ہے اور میں سوچتا ہوں کہ اس کی ماں بھی نماز میں ہوگی اس زمانے میں مسلمان عورتیں بھی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں نکلتی تھیں اور وہ زمانہ فتنہ فساد کا زمانہ نہیں تھا، خیر القرون کا زمانہ تھا، اس لئے عورتوں کو اجازت تھی کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ، اپنے باپ کے ساتھ اپنی اولاد کے ساتھ وہ بھی اللہ کے گھر آئیں اور نماز پڑھیں، آپ فرماتے ہیں کہ میں نماز میں ہوتا ہوں، اور میرا اس وقت ارادہ ہوتا ہے کہ اپنے خدا سے دل کھول کر مانگوں گا، دل کھول کر دعائیں مانگوں گا، دل کھول کر قرآن شریف پڑھوں گا، اہل بیت میں کان میں ایک بچے کی آواز آتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ شاید اس کی ماں نماز میں ہو اور اس کا دل بے چین رہے گا اس کا دل نماز میں نہ لگے گا، وہ اپنے بچے کو جلتے لینا چاہے گی، اس وقت میں نماز مختصر کر دیتا ہوں، بھائیو اس سے بڑھ کر کیا تعلق ہو سکتا ہے، ہم کو نماز سے اس قسم کا تعلق کہاں ہے، جن لوگوں کو نماز سے تعلق ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کتنی بڑی قربانی ہے، یہ ہمارے رسول ﷺ کی کتنی بڑی قربانی تھی، وہ نماز میں دنیا

کے مستحق ہو جائیں، آپ کا مقام تو بہت اونچا ہے، آپ کے غلاموں کا یہ حال تھا، آپ
 اپنے مشائخ صوفیائے کرام، اور مصلیہ کرام کی سوانح حرمیاں پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ ان
 لوگوں نے نبوت کی درایت میں، آپ کے صدقہ میں وہ محبت اور شفقت انسانوں کے
 ساتھ جنائی، اپنے تعلق رکھنے والوں کے ساتھ، اپنے ساتھیوں کے ساتھ، ان لوگوں
 کا جو تعلق تھا، جو محبت و شفقت تھی، وہ گویا آنحضور ﷺ کا صدقہ تھا، حضرت نظام الدین
 اولیاء جو غلامانِ محمد میں سے تھے، ان کی سب سے بڑی معرّج یہی ہے، ان کا یہ حال
 نکلا ہوا ہے کہ ان کی مجلس ہو رہی تھی، اللہ اور رسول کی باتیں ہو رہی تھیں، لوگ جمع
 ہونا شروع ہو گئے، آپ کے پاس جگہ ہی کہیں، وہ لوگ توجہ ہونا شروع ہو گئے نتیجہ یہ
 ہوا کہ جو سایہ کی جگہ تھی وہ بھرتی، جو لوگ بعد میں آئے وہ دھوپ میں کھڑے
 ہو گئے، آپ نے ایک مرتبہ تڑپ کر فرمایا کہ خدا کے لئے سایہ میں آ جاؤ، دھوپ میں تم
 کھڑے ہو، اور میں بلا جا رہا ہوں، یہ حالت تھی حضور ﷺ کے غلاموں کی، یہ آپ ﷺ
 کے غلام تھے، آپ ﷺ کے نام لیوا تھے، وہ صوفیوں کی تکلیف کا ان کو اتنا احساس ہوتا تھا
 کہ دوسرے دھوپ کھائیں اور تکلیف ان کو خود محسوس ہوتی تھی، وہ سوزش محسوس کرتے
 تھے اور ایک مرتبہ حضرت نظام الدین کلوانیؒ ہے کہ حضرت سے کسی نے پوچھا کہ آپ
 کچھ کھاتے تھیں؟ وہ روزہ رکھتے تھے، انہوں نے عمر بھر روزہ رکھا سوائے بقر عید اور
 عید الفطر کے باقی ایام میں وہ روزہ سے رہتے تھے، اس لئے کہ ان دنوں میں روزہ رکھنا
 حرام ہے، اس بھر روزہ رکھا، لوگ حلو جاتے تھے، دسترخوان بچھا ہوا اور بتاتھا، افطار میں وہ
 کھاتے تھے اپنی پسند کے مطابق، بعض مرتبہ دیکھا گیا کہ ہاتھ بڑھایا ہوا ہیں وہ گیم،
 اور دسترخوان اٹھ گیا، برائے نام کچھ کھا لیا تو کھ لیا، آیت نے پوچھا کہ آپ کیوں تناول
 نہیں فرماتے، ہم دیکھتے ہیں کہ آپ برائے نام ہی کھاتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ تم
 جو کچھ کھاتے ہو وہ میرے خلق میں جاتا ہے مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ وہ میرے ہی خلق کے

اندراجار رہا ہے، اور ان کے ایک معلوم تھے وہ یہ ان کرتے ہیں کہ دھڑات سحری لے کر آتے تھے، ان کی ڈیوٹی تھی کہ پانی وغیرہ وضو کے لئے رکھ آئیں، اور وہ خوان بھی لے آئیں جو کچھ بچا رہتا، دو کھاتے تھے، وہ کہتے ہیں کہ سب کھاتے تھے اور حضرت روزہ رکھتے تھے، یعنی یہ کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ پیٹ بھر کر کھاتے ہوں، برائے نام کھاتے تھے، وہ کچھ بہانے سے کھاتے تھے یا انوں کا توں جیسا ہی خوان میں لے آیا ویسا ہی واپس لایا، ایک دن میں نے حضرت سے رو کر کہا کہ حضرت! آپ بھی کچھ کھائیے نا، آپ کس طرح سے کام ہوگا، عمر شریف اسی (۸۰) سے اوپر ہوتے آئی، کھائیے، ہونٹھوں کی طاقت کھانے ہی سے ہوتی ہے، وہ ب کھائے بغیر کام کبھے چلے گا، حضرت رو کر فرمے: لکھ لکھ، میں اقبال جو کچھ نام تھا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ کتنے اللہ کے بندے مسجدوں کے محکم میں بھوکے پڑے ہیں، کیا تم کو معلوم ہے کہ دنی کے مسافر خانوں میں کتنے مسافر ایسے ہیں جو ناب جویں کتنے محتاج ہیں، ان کو کھانے کو نہیں ملتا، پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ میں سیر ہو کر کھاؤں، یہ غلامان محمد ﷺ کے چند واقعات ہیں جو میں نے سنائے، حضرت عبدالقادر جیلانیؒ اور خواجہ سعید الدین گشتیؒ، کھاماندینؒ، اولیاء اور بڑے بڑے اولیاء نے یہ کچھ اذیت میں نے عرض کیا، یہ سب ان کا عمل تھا، وہ دوسروں کے ساتھ یہ سب ضرور تھا، یہ صدقہ تھا، غصہ کرنے کی ایک جھلک ہے، حضور کی شفقت کی جو آپ کو اپنی امت کے ساتھ تھی، میرے دوستوں اللہ کے سب پیغمبر اللہ کا سلام ہوا، ان پر سب نے اپنی اپنی امتوں سے محبت و شفقت کا برتاؤ کیا، حضرت محمد ﷺ ماں باپ کی محبت سے بڑھ کر محبت نہ کر آئے، آپ کو یہ فکر تھی، یہ کس تھی، یہ دھن تھی کہ امت کا بیڑا پار ہو، اس کو نہایت ہو، امتوں میں سے کوئی بھی جہنم میں نہ جائے پاسے، ایک انکی ہڈا ک نہ ہونے پڑے، یہ نظام عمل تھا حضور ﷺ کا، آپ نے انسانیت کے سامنے جو توفیق فرمائی، جو ہدایت کا راستہ بتایا، اس پر چل کر مسلمان ہمیشہ کامیاب ہو گئے، دنیا میں بھی آخرت میں بھی دنیا میں

راحت ہوئی، آخرت میں جنت کے حراے لوٹنے، دنیا میں جنت کے جھونکے آئیں گے اور جن کی ہوا چلے گی، ادایہ، کرام کا مقابلہ ہے۔ سر خدا کی قسم ہم کو جنت کا مزہ آ رہا ہے اور بہت سے عازنوں کا کہنا ہے کہ اگر سو کوں کو قہر ہو جائے دنیا دونوں کہ کہ ہم کس جنت میں رہتے ہیں اسی زندگی میں ہم کو جو کچھ حاصل ہے تو خدا کی قسم وہ لوگ ہم کو یہاں بیٹھنے نہ دیں گے، ہم کو کمر کرنے نہ دیں گے، وہ ملواریوں کے ساتھ چل کر آئیں گے، اور ہم کو اٹھا کر کسے یہاں امانی جنت پر خود بیٹھ جائیں گے، ہم کو دنیا خالقہ مرنے والی دیکھتی ہے یہ پیت میں پتھر ہنر سے ہونے دیکھتی ہے، جو جھوٹے لکے ہوئے، ہونہار لکے ہوئے دیکھتی ہے، ہم کو دنیا مال کے اعتبار سے کھانے کے اعتبار سے بہت ہے مایہ اور بہت فقیر دیکھتی ہے لیکن ہم تو یہاں جنت کا مزہ لوٹ رہے ہیں، ہم کو جو یقین اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا، جو راحت ہم کو بخشی، جو امانت دل میں امانت لکھا، دل میں سے ہر خوشہ کو نکال دیا، امید نہ کرو گی، نہ کسی سے خوف، نہ خوف، لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون، کہ ہم کو جنت کا مزہ آ رہا ہے، جنت کی تحریف کیا ہے، ہاں نہ خوف ہوگا، نہ مصیبت کی فکر ہوگی، نہ یہ ہائے پرتھوڑا نہ پشیمانی، نہ اسکا، کہ فرمے جو گام یہاں اہل کرام نے زندگی حاصل کی ہے۔

دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضمانت

میرے دوستو! میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے جو راستہ ہم کو بتایا ہے، جو تعلیم آپ ﷺ نے کرائی اور جو کتاب آپ ﷺ لے کر آئے، اس پر جس کرام دین و دنیا دونوں جہد کامیابی حاصل کر سکتے ہیں، ہم اس کے بغیر کتنی بڑی محنتوں سے کام لیں، کتنے فلسفی ہوں، کچھ بھی ہوں، نہ ہم اس دنیا میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں اور نہ اس دنیا میں ہم کو کامیابی حاصل ہو سکتی ہے، آپ کی اطاعت خدا میں کامیابی

ہے، آپ ہی کہہ سکتے ہیں فرزندِ وفات ہے، آپ ہی کہہ سکتے ہیں سعادت ہے، آپ ہی کہہ سکتے ہیں جو طریقہ دیا ہے اسی طریقے میں بیمار کے لئے کامیابی اور نجات ہے، دوسری قسم ہم کو کیا سمجھاتی ہے؟ ہماری عقل ہم کو یہ سمجھاتی ہے کہ آج کے فلسفہ اور آج کل کے اٹھ م میں آج کل کی تربیت میں ترقی ہے، ہمارا نفس ہم کو یہ طریقہ بتاتا ہے، یہ فلسفہ دیتا ہے علمی مسئلہ بتا دیتا ہے کہ کتنی دنیا اور سماں دنیا کی فکر کیا ملت جاوے، کیا ملت، کیا اور نہ کہیں کامیابیوں کا مسئلہ، دنیا کے مسلمانوں کا مسئلہ کہاں، ہندوستان کے مسلمانوں کا مسئلہ کہاں، کھانا، پوشاک، روزانہ کم از کم زیادہ کم از کم اور اول و آخر کے زیادہ سے زیادہ چھوڑ کر جو دائرہ کائنات اور پٹیلے پٹا اور چاندی اور این خریہ، ہمارا مالک ہے ہمارا نفس فکر میں جو رہے، تو ہم کہاں کا عقلی، کہاں کی آخرت، کیا اور کہاں کے ملت کا مفاد، کہاں کے ملت کے مسائل کہاں کی مسلمانوں کی فکر اس میں جھجھٹ میں اگر ہم پڑیں گے تو ہم سے نہ کھایا جائے نہ نہ پیو جائے کیا یہ توتیہ دیتی ہے آپ دیکھیں مولیٰ پیٹتے ہو (EAT DRINK & BENEW) کھانا پینا اور مست روزانہ یہ جو عوالم کا فلسفہ (BEMERRY) رہنے کا فلسفہ ہے، ہمارا نفس ہم کو یہ بتاتا ہے کہ ہمارا ذہن مسئلہ، ذہنی ذات کا مسئلہ ہے، قوم کا مسئلہ نہیں ہے، اجتماعیت کا مسئلہ اور ملت کا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ مسئلہ زیادہ کا، کمزور ممبر کا ہے، یہ ہو گا کیا ہیں، ملت کی ہر اکائی کا ہے، ہم کو تو خبر ہے کہ اکائی دہائی، پچھ نہیں ہیں، مگر یہ دیکھ رہے ہیں آخرت ہے، یہی اچھا ہے اور یہی برا ہے، اس کے نتیجہ میں کھانے و جو کھانے بھی مل جائے اور کھانے کو تو بہت پہنچل جاتا ہے، پیسے کو تو بہت سونپ مل جاتا ہے مگر یہ ہے چہ نو کوئی سی زندگی، ہندو کی زندگی، ہندو کی زندگی کیا ہے، مدھے کی زندگی کیا ہے، بھنسن کی زندگی کیا ہے، کھالیا، اپنی لیا، اور اپنے بچوں تک اپنی بعض جانوروں و فکری نہیں بدلتی، ایسا دیکھا گیا ہے، کہ بچے بھی اگر منہ مار رہے تو ماں اس کے منہ سے لقمہ چھین رہی ہے، اسے کھانے نہیں دیتی، یہ ہے حیوانیت کا فلسفہ، یہ ہمارا

نفس ہم کو بتاتا ہے، یوزین لہم الشیطان ما کاتوا بعملون۔ شیطان دن کے اعمال کو آراستہ کر کے دکھاتا ہے، دو بتاتا ہے کہ دوسروں کی فکر میں تم کیوں گھلے چار ہے ہو، بروقت لوگوں کے فحش میں مبتلا رہتے ہو، یہ درد یہ مرض اور یہ بیماری جس کو لگ گئی وہ نکلا چلا جاتا ہے، اس کی ہڈی کو بھی گھلا دیتی ہے، یہ ہمارا نفس ہم کو بتاتا ہے اور ہمارا نفس سمجھاتا ہے کہ کہاں کامرہ اور کہاں کا جینا، ان ہی الا حیاتنا الدنیا صمت و فحی۔ یہ سب کھیل ہے، یہی دنیا کی زندگی ہے، آج ہم زندہ ہیں کل مر جائیں گے کہاں کے ملک کے مسائل، کہنہ کی اجتماعیت، کہاں کے ملی مفاد کیسی تعلیم و تربیت، اس ملک میں کیا ہو رہا ہے، کیا ہونے والا ہے، آنے والی فتنوں کا حال کیا ہوگا، ہم پر کیا ذمہ داری ہے، ہم پر سرفرازی کی ذمہ داری ہے کہ اس کھلیس، پی لیس، بچوں کو پرہیزگار بنائیں، ان کو آگے بڑھائیں، دن کو ایک کامیاب انسان بنائیں، دن کے مستقبل کا کیا ہوگا، اس ملک میں کیا ہونے والا ہے، مسلمانوں کا کیا ہونے والا ہے، اس فکر میں ہم کیوں پڑیں، یہ فلسفہ ہے نفس کا نفسانیت کا اور حیوانیت کا، آخر ادیت کا، جب کوئی قوم اس فلسفہ میں مبتلا ہو جاتی ہے، اور نفسی نفسی میں پڑ جاتی ہے، اس کا نتیجہ کیا ہوگا، ایک چھوٹا سا کتبہ آج وہ کذب بھی مختصر ہو رہا ہے، اپنی ہی زندگی میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ کتبہ روز بروز مختصر ہو رہا ہے، پہلے پچاس اور تالیف بھائی، ماموں، زاد، بھوپنگی، زاد بھائیوں کا پورے کتبہ سے تعلق تھا، جب انسانیت کا تعلق تھا تو پوری برادری کے ساتھ تعلق تھا، آگاہوں کا ہر بچہ اپنا بچہ معلوم ہوتا تھا، اور ہر آدمی اپنا بھائی معلوم ہوتا تھا، جب اس کے بعد مادیت کا فرما ہو گئی تو یہ بات آئی کہ اگر ایک محلے کے کسی بچے کو دوسرے محلے کے بچے نے چھینا دیا تو اسے پھر مجھے کہہ بنا دے محلے کے بچوں کو مارنے کی کیسے ہمت ہوئی، ایسے محل ہوئی، ہمارے محلہ کے بچہ کی طرف نظر اٹھ کر کیسے دیکھا، اب اس محلہ کے لوگ اس محلہ کے لوگ ایک دوسرے سے جڑیں اور انگریزوں کی لڑائی کی طرح دونوں آئے سانسے

نہترے ہو گئے، پھر محلہ میں لڑائی شروع ہو گئی، پہلے خاندان میں، انکے ماموں نے دبیٹی، انکے خالہ زاد بھائی، انکے پھوپھی زاد بھائی جیسے انگریزی میں (COUSINS) کہتے ہیں، کا معاہدہ آیا، ان سے بھی نہ ملے نہ ملے گئے، تیسرے اس طرح لڑائی ہوئی، چچا زاد بھائی، اور تیزا زاد بھائی آپس میں لڑنے لگے، اس کے بعد پھر وہ نہ آیا کہ بھائی بھائی کے درمیان لڑائی ہوئی، اس کے بعد وہ زمانہ آیا کہ سب بھائی کی جگہ اپنی اولاد سے لڑائی ہوئی، تمام اور آپ جس زمانے سے گندہ رہے ہیں، یہ زمانہ ہے اپنی اولاد کا، اگر ترقی کا حال نہیں رہا، نہ یہ رفتار یونگی جاری رہی، زندگی کا سفر میں کی چاندی رہا تو آپ دیکھ لیتے گا کہ باپ بیٹے کا بھی نہ ہوگا، باپ بیٹے سے چھین کر کھائے گا، ایسا سمجھنے میں بھی آیا ہے، قحط سالی کے وقت پر ایسا ہوا کرتا ہے کہ اپنے بچے کو ماں باپ نے بھون کر کھالیا، بچہ مار کھالیا، یہ آخری حد ہے، جہالت کا اثر ایسا ہی ظہور پا تو وہ زمانہ آج کے گا کہ جب کہ نہ اس کے منہ سے نوازہ چھین کر آدمی کھائے گا، یہ حد است ہوئی ہے، کس پرستی کی، کس پرستی کی، سب سے پہلے تعلقات اپنی اولاد تک آ گئے، اور یہ بھی فحش ہو جائے گی، اولاد بھی نہ رہے گی، پھر اپنے نفس کو اس میں ترقی پائی رہے گی، تو آپ دیکھ لیتے گا کہ ہاتھ ہاتھ کے ساتھ تعاون نہیں کرے گا، بلکہ یہ چاہے گا کہ کل جامعہ اسلامیت کے بچوں نے قمار لگا لکھایا کہ وہ سے ہیں۔ کو اٹھایا، ہاتھ لے لے گا کہ کھاتا تو آپ کو ہے، میں کیوں آپ کی مدد کروں، زمین پر بیٹ کر کے منہ کے ذریعہ کھائے، جامعہ اسلامیت نے بچے زمین پر بیٹ کر کے پیسہ کو اٹھا کر بھوک لگنے، ان بچوں نے جس طرح تربیت دیکھا تھا، یہ تربیت کھانے کا کل نہ انسان، ہاتھ نہ کوئی میں آئے گا، پاؤں تھے گا کہ میں کیوں چل کر نہ جاؤں کھانا تو آپ کو سے، مڑو تو آپ کو سے گا، اور زبان دہاں تک جانے کے لئے نہیں گی کہ ہم کیوں تھکے، آپ پیسہ لے لیں، رنگ کر کے کھائے گا، اسی پیسہ کو تو کاغذ دیکھنے پاؤں کیوں آئے اس کی مدد کے لئے پیسے سناپ رہتے ہیں جیسے کہ اور بہت سے جانور زمین

پر پھٹتے ہیں ویسے آپ جا کر کھا لیجئے، منہ کو مزہ آنے لگا پیٹ میں جائے گا یہ فلسفہ یہ بتاتا ہے، مدیکھو اس وقت دنیا کی حالت کیا ہوتی ہے، جہنم سے بدتر ہو جاتی ہے، کسی کو فکر نہیں ہوتی، یہ سمجھ لیجئے کہ ہے بندہ اور نیک کی طرح منہ نہ کرتے نہیں، کوئی کام نہیں ہو گا۔ کوئی مسئلہ حل نہیں ہو گا، انصاف اور بے انصافی کے الفاظ بے معنی ہو جاتے ہیں کوئی کسی کا حق تسلیم نہیں کرتا، ایثار و قربانی دن بدن ایک قصہ پارینہ اور ایک داستان بن کر رہ جاتے ہیں، کہاں کا انصاف اور کہاں کی نا انصافی، کہاں کی قربانی، یہ باتیں پرانے زمانے کی کہادیں بن جاتی ہیں، اللہ کے پیغمبر ہم کو اس کے خلاف ایک نکتہ زندگی دیتے ہیں اور ہم کو زندگی گزارنے کا طریقہ بتاتے ہیں، یہ بھی کیا زندگی ہے، کھالیا، پی لی، پیٹ بھر لی، یہ بھی کوئی زندگی ہے، احتیاج ہو کسی زندگی پر، جانور کی زندگی پر، بکرے کی زندگی پر، لیکن انسان کی زندگی پر خدا کی رحمت ہو، وہ کیا آ دی ہے جس کے ذہن میں انسان کا دور نہ ہو اپنے اور اپنے بچوں کا پیٹ بھرنے کی فکر ہو، دنیا میں کیا ہو رہا ہے، کسی دوسرے کا پیٹ بھر رہا ہے کہ نہیں، وہ یہ نہیں دیکھتا۔

پیغمبروں کی میراث

پیغمبر جو زندگی بسر کرتے ہیں اس زندگی کے لئے شریعت آئی ہے اس زندگی کے لئے قرآن اترتا ہے، خدا کے بندوں نے کوشش کی ہے کہ فساد کی، بھڑادی کی، محبت کی، ایثار و قربانی کی زندگی عام ہو، انسان بندہ نہ رہے، انسان گدھانہ بنے، بس یہی قمر نے کرے کہ اس کو جو کھانا مقرر ہے جتنا، اور وہ مقرر ہے، جتنا چارہ مقرر ہے، وہ اس کو تر جائے، بلکہ اس کو یہ فکر ہو کہ میرے ہم جنس میرے جیسے انسان جیسا جن کو کھانے کو نہیں ملا ہے ان کو بھی کھلاؤں اور وہ اسی میں خوشی محسوس کرتے ہیں وہ دوسروں کو کھلا کر کھاتے ہیں، رکھ کر کے نہیں آرا نہیں ملتا، یہ ہے پیغمبروں کی میراث اس کے لئے پیغمبروں نے

لوکشش کی ہے پھر اس کے لئے لڑے کہ انسانوں میں اور عام ہو، انسانوں میں یہ کیفیت عام ہو۔ صحابہؓ کے واقعات سب سے ہوں گے، ایک زخمی صحابیؓ کے پاس پانی کا پیالہ لے کر گئے تو انہوں نے کہا کہ "اے میرے ابھی راہ میں تھی دودھ سے زخمی بھائی کی،" "آپ پہلے ان کو پانی پلا دیجئے" دوسرے نے کہا "تیسرے زخمی بھائی کی کو ابھی تھی اس نے پاس پانی لے لئے تو میں نے کہا "چہ تھے بھائی کی لراؤ تھی" ۲۴ خیر میں جب پانی لے پلا گیا تو سب کے سب انتقال فرما گئے تھے، یہ ہے انسانیت کی میراث، انسانیت کی انست کاروان انسان کی شرفیت کاروان، اس کے لئے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے لئے یہ سمت کنڈی کی گئی ہے کہ یہ امتی بھی اس نفسی نفسی کے اصول پر چلا جائے، ہر نفس شیعان کی پیروی میں آگے بڑھ جائے، حقیقت کو حقیقت نہ سمجھے، نہ کا انکار کر دے، نہ یہ سمجھے کہ سونے کھانے پینے کے اور کوئی کام نہیں ہے تو سمجھیں کہ یہ امت عربی، کوئی اندیشہ است از کی باقی نہیں رہی، غمخیزوں نے فرمایا کہ اپنے میں تمن رہنا اور اپنے میں مست رہنا یہ بلا کثرت ہے، جب صحابہؓ کراڑے ذہن میں یہ خیال آیا کہ امر نے اسلام کی بذنی خدمت کی ہے اپنے کاروبار کو چھوڑ دیا ہے، ہم سب کو بھول گئے، دنیا و مہیا سے بے خبر ہو گئے، ہم نے اسلام کی خدمت کی، ہماری کونھیاں اجڑ گئیں، تارے کھیت برباد ہو گئے، ہر ذوق تجارتوں کا دیوالہ نظر گیا، اب چھوٹوں کے لئے ہم اپنے ذاتی کاروبار کو چھوڑ لیں اس کے بعد پھر اسلام کی خدمت میں ملگ جائیں گے، وہ جب اس طرح سے پہنچنے لگے تو اسی وقت خضرؑ کی تھنی آئی، یہی وجہ ہے کہ ان کو فوراً تنبیہ دی گئی کہ غور وار یہ خیال تمہارے دل میں آ گیا ہے یہ خیال پیدا کیسے ہوا، غور وار ایسا خیال نہ کرنا، یہ بہرہ پیار اپنے ہاتھوں سے اٹھ کر اپنے منہ سے نہ نکالنا، ان کو یاد دلایا گیا کہ جاؤ پھر اس خیال سے باز رہنا، غور وار کام تمام ہو جائے گا، ولا قلغوا اب ہدہکم الی الصیقا، یہ تمہارے حق میں حق ہے، یہ نہ اگر تم نے پی نیا تم کو اگر یہ خیال آ جائے

کہ تم اپنے کاموں کو کرو تمہارے اندر یہ فکر رہے کہ تم امن سے رہو اور دین کے کام میں پشت ڈال دو تو یاد رکھو تم مرجاؤ گے اس لئے کہ تعویذی دیر کے لئے اگر تم اپنا کاروبار سنبھال بھی لے جاؤ گے تو کیا ہوگا، ملت نہیں بنے گی والا تفعلوہ تکسن فتے فی الارض وفساد کبیر۔ جہاں مسلمانوں کے درمیان ایک نیارشت قائم کیا، ایک نئی برادری بنائی۔ الا تفعلوہ اگر تم نے اپنی ملت کے کام سے کوتاہی کی، اگر غفلت سے کام لیا، اسلام کی برادری توڑ ڈالی تکسن فتے فی الارض وفساد کبیر، تو دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا ہوگا، یہ انسانیت کا راج ہو جائے گی، خاک کا ایک تو دلوں پر سے مٹا دھول کا ایک ذخیرہ ہوگا، ساری ملت کو ایک سمجھ ساری ملت کے مفاد کے لئے ایہ درقریانی سے کام لو، اسلام کی بنیاد پر ایک عالمگیر برادری بنالو، ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا حامی و مددگار بن جائے۔

صحابہ کرامؓ کے ذہن میں جب یہ بات آئی کہ ذرا اپنے دنیاوی کاروبار کو دیکھ لیں تو اللہ گواہ ہے کہ دین کا تقاضا فوراً ان کو سمجھایا گیا، بتایا گیا کہ خبردار! یہ بہت جلاست و گنیز خیال ہے یہ ذاتی مسائل کو سوچنا اور ملت کے مسائل کو بھول جانا تمہارے حق میں سم قائل ہے اور صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ کی زندگی اور اس کے بعد خلفاء و شیعین کے دور میں کیا کیا قرعہ نیاں دیں کیا بتائیے، ان کو اپنا مال اپنی جان واپنا وقت، اپنی اولاد و اپنا گھر بارسہ کی پرواہ نہیں تھی سب بچوڑ دیا، سب خدا کے دین کو سوچ دیا، اولاد کی پرواہ نہیں تھی، تجارت کی پرواہ نہیں تھی، کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی، عمر بھر کی کمائی کی پرواہ نہیں تھی، یہاں تک کہ بچوں اور ماں باپ کی پرواہ نہیں تھی، صحابہ کرامؓ نے اسلام کو جو وقت بخشا وہ ہر دہائی اتنی ناقہ رسی، ناقظلم اور جیسے کی بجائی کے بعد بھی قائم ہے اللہ تعالیٰ قیامت تک قائم رہے گا۔

نفسی نفسی کا کاروبار چھوڑیے

میرے دوستو! کیا آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے راستے سے بڑھ کر کوئی صحیح راستہ نہیں ہو سکتا، انہوں نے راستہ بنا دیا، مسلمانوں کے چلنے پھرنے کا ہتھکنڈا، راستے کو اختیار کیجئے، اور نفسی نفسی کے کاروبار کو چھوڑ دیجئے۔ میری ذات، میرا کاروبار، میری اولاد، میرا دل، بس اس کی فکر ہے یہ حال ہے اس سمت کا بند سے بڑا مسئلہ پیش آتا ہے، تعلیم کا مسئلہ ہے، جس کو ہم یونیورسٹی میں حل کر رہے ہیں، اس کے لئے میدان میں اترتے ہیں، لیکن مسلمان سرمایہ دار بننا پسند کرتے ہیں، اس نظام کو قائم کرنے کے لئے تھوڑے سے سرمایہ کی ضرورت ہے، وہ بھی پورا نہیں ملتا، اسی طرح سے سائبرنگ کا مسئلہ ہے، تعلیمی اداروں کا مسئلہ ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، ایسے چار اصول مل کر اس کو چلا سکتے ہیں، لیکن یہ پیدا کئے ہوئے ہیں اپنی کمر مضبوط کئے ہوئے ہیں یہ ہے دھڑکی بلی جائے، دھڑکی نہ جائے لیکن جب وقت آتا ہے تو دھڑکی جاتی ہے اور دھڑکی نہیں جاتی ہے، وہ وقت آئے گا جب سرمایے کی دھڑکی جاتی ہو، دھڑکی نہیں جاتی، تو کیا ہے دھڑکی نہیں جاتی ہے، یہ دھڑکی کس کے لئے دھڑکی نہیں جاتی ہے، یہ ایک ٹیپ ٹیپ ہے، مسلمانوں کو یہ ایک گھن گھنایا ہے، مسلمانوں کے اندر سرمایہ کی کوئی کمی نہیں ہے، ایک ایک جگہ کے مسلمان پورے ہندوستان کے مسئلہ کو حل کر سکتے ہیں، آدمی نہیں تو چڑھائی ذمہ داری سنبھال سکتے ہیں، لیکن نہیں کرتے، بس مست ہیں، اگن جیسا آپ دیکھتے مسلمانوں کے کاروبار کی حیثیت یہی ہے، دیکھنی میں دیکھنے والی کٹ میں، دیکھنے والی میں دیکھنے والی میں دیکھنے مسلمانوں کا کاروبار ملے گا، افسوس کا وہ ہر تو اپنے ہیں جو خالص مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہیں۔

میں نہیں جانتا یہاں کوئی کوئی تجارت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے لیکن جب کسی ملی

اور اے کے لئے کچھ مانگے تو ایک جو بیٹا ہے کہ ”اپنی ہی پورا نہیں ہوتا“ یہ جانتے ہیں کہ سب وقت آنے کا تو کوئی بہانہ نہیں چلے گا، وہ آخری بہانہ کر دیتے ہیں ”سہ ماہی لڑی ان کے پاس جاتی ہے تو پوچھتے ہیں“ کیوں آنے ہو“۔

ہلاکت کا سامان

ترجمے: بے زکوٰۃ لوگوں کی تو خدا نے ہی تحریر یہ نکلی مسطر کیا، جو قوم زکوٰۃ دیتی ہے خدا کی مقرر کی ہوئی رقم کو راقی ہے تو اس پر نئے نئے ٹیکس مسطر ہو جاتے ہیں، جیسے کسی کو بیانی لگا دی، ٹیکس میں بیوی بچہ ہے، بعض لوگوں سے پوچھا کہ اتنی بڑی آپ کی تنخواہ ہے وہ کیا ہوتی ہے، وہ کہتے ہیں صاحب! اس برس سے جو بیماری آگئی ہے گھر میں وہ جانے کا نام نہیں ملتی، روزانہ ڈاکٹروں کو بلانا پڑتا ہے بڑے بڑے ڈاکٹروں کا بورڈ بٹھانا پڑتا ہے، اسکریننگ کرنا پڑتا ہے، اسکرے کرنا پڑتا ہے، بعض دفعہ یورپ جا کر علاج کرنا پڑتا ہے، یہ مرض کھاتے پیتے لوگوں کو اللہ نے لگا دیا ہے، کسی کو کوئی اور ربط ہو گیا ہے، جس کو (HOBBY) کہتے ہیں، غرض یہ کہ پہلے راستے پر خرچ کرنے سے اگر کچھ روکو گئے تو دوسرے راستوں پر خرچ کر کے نہ تم کو فائدہ نہ ملے گا نہ اسلام کو فائدہ نہ انسانیت کو فائدہ، ان راستوں میں تمہارا پیسہ نظرنا شروع ہو جائے گا، یہ ہے ہلاکت کا سامان، ایک بیماری یہ ہے کہ مسلمانوں کا سرمایہ ان عزیزوں کو لیا ہے اور ملت کے مسائل کو انہوں نے پس پشت ڈال دیا ہے، صحابہ کرام کا عالمہ ہوا تھا، ان کو پیسہ کی کوئی پروا نہ تھی، جی بہ کرامت کے مسائل کے سامنے پیسہ عزیز نہیں تھا، ٹیکس تھا، جواز دوسے کراتے تھے، دو لوگ، صحابہؓ کے کئی ایک واقعات آپ لوگوں کو یاد ہوں گے پھر بھی ایک واقعہ تم کو بتانا ہوں، جو تم کو معصوم ہے پوچھا رسول اللہ ﷺ نے اسے ابو بکرؓ تم نے گھر میں کیا تھوڑا انبیا نے فرمایا ”اللہ اور اس کے رسول کا نام چھوڑ“ یہ نہ لے تھی صحابہ کرام کی

لیکن ہر رائٹس برکھو یہ بہت ہے کہ یہ ایسا کار راستہ زندگی کا راستہ نہیں ہے بلکہ بلاکت کا راستہ ہے۔ ہمارا رائٹس کہتا ہے کہ جیسے بچے کو کھانا پانی کرنے کا راستہ ہے لیکن پیغمبر کہتے ہیں کہ یہ بلاکت کا راستہ ہے۔ ان کی بات سچی نکلتی ہے اور احمد دیکھتے ہیں کہ ہم تباہ ہوتے جا رہے ہیں۔ مائتد بہت سے ہمارے مل ہمارے قوم میں ہیں اور ہر گاہ میں چار پانچ کاروں ہوتے ہیں لیکن ہمارے ملت کی تیرا حالت، ہمارے ملت کی عزت کیا رہ گئی ہے، ہمارے ملت و نووری کی ہو کر رہ گئی ہے، جہاں چاہو فساد کر دو، مسلمانوں کی عزت ہوتی مرعب ہوگا، رائٹس کہتا ہے کہ ہم ہر ملک کے لوگ ہوتے ہو چار کرنے والے ہوتے، وہ بچے پیسے بھونک دینے والے ہوتے تو رائٹس کی مجال تھی کہ جہاں چاہے جس ایک مجنونی لے کر چلا جائے یا دیاسلانی (ماچیس) لے کر آگ لگا چلا جائے، ہمارے گھر میں کو کیا مجال تھی کسی کی کہ کوئی فساد کر سکتا، ملت بے عزت ہو گئی ہے، بے آبرو ہو گئی ہے، بے وقعت ہو کر رہ گئی ہے۔ ملت کی جان، جان نہیں رہی، ملت کی عزت عزت نہیں رہی، ملت کی زندگی زندگی نہیں رہی، ملت کی آبرو آبرو نہیں رہی، جو تباہی بخت ہو رہی ہے ہمارے جہاں جو ہے فساد کرنا ہے، کیا مجال تھی، اگر آپ میں آبرو ہوتی آپ میں آبرو ہوتی آپ میں آبرو کا مارا، اگر آپ میں پیسہ فرقی کرنے کا مارا، اگر آپ میں پیسہ ہو جاتا ہے ملت کے لئے اگر آپ یہ عزت کر دیتے کہ آپ ایک محکمات ہیں، اگر آپ یہ پیسہ سے مشت نہ ہوتا اگر آپ نے اندر کاروں نہیں ہوتے تو کیا ملت اتنی بے آبرو ہوتی؟ کیا کسی کو عزت ہوتی ہے؟ نہیں ملے کر اسے کھل کر اس کی عزت ہو کر اسے فساد کرنا ہے، یہ اقلیت کا مسئلہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ باغات سنوں کے لئے، عزت قوموں کے لئے، غیرت قوموں کے لئے، تعلیم، امر اکثریت کا موافق نہیں ہوگا۔ کسی پارسی کو مار کر دیکھئے آج کسی انڈیائی کو مار کر دیکھئے آج کسی کھلوایندیائی کو مار کر دیکھئے آج کسی کھلوایندیائی کو مار کر دیکھئے، یہ اقلیت میں پیسہ بے ایمانیوں نے اپنے ایمان کی بدولت ایک صوبہ بنایا، ایک ایسی صوبہ بنایا، اور آپ اپنی حفاظت بھی نہیں

کر سکتے کہس دن آپ کا یہ سر یہ کام آئے گا، کیا آپ یہ دیکھ کر اتنی بڑی فرم اتنی جھڑا کر یہ آپ کی چار جگہ دکائیں ہیں، یہ دیکھ دیکھ کر آپ پھول رہے ہیں اسرار میں چیزوں - یہ اسلام کا قاتل نہ ہوتا، صحت کا قاتل نہ ہوتا تو ہم سے زیادہ خوش ہونے والا کوئی نہیں تھا، لب کیا ہم پر رعب جھاتے ہو کہ اسے ہمارے ہمارے دار و تجارت دور دور پھیل رہے ہو، اگر طے کئے گئے یہ سر ہمارے ہمارے نہ ہوتے، بے طہارت نہ ہوتے، ہم بہت نہ ہوتے، بہت بہت نہ ہوتے تو آئی یہ ملت اتنی اکیلے نہ ہوتی۔

فسادات کا اصل علاج

آپ فرما کا ہر سے علاج پوچھتے ہیں، فساد کا علاج یہ ہے کہ اپنے پیسہ کو اپنا پیسہ نہ سمجھتے فساد کا علاج فرقہ واریت فساد کا علاج یہ کہ جو زبان آپ کے خلاف چلے اس کو پکڑ لینے کی آپ میں طاقت ہو، فساد کا علاج یہ ہے کہ آپ کے خلاف جو ہاتھ بڑھے اس ہاتھ کو پکڑ لینے کی آپ میں طاقت ہو، فساد کا علاج یہ ہے کہ آپ کے خلاف جو ہاتھ بڑھے اس ہاتھ کو پکڑ لینے کی بہت آپ کے اندر ہو، کیونکہ یہ ہاتھ مسلمانوں کے خلاف اٹھ رہا ہے، اگر آپ یہ نہیں کریں گے تو آپ نہیں بچ سکیں گے، یہ تعادل کا زمانہ ہے، ایسا کہ ذریعہ چرچہ فرج کرنے والی ملت کو مضبوط بنائے گا۔

بہت افسوس ہے اور بہت درد کے ساتھ مجھے یہ باتیں کہنی پڑ رہی ہیں، آپ سے میں نے یہ باتیں کالچر میں نہیں، یہ باتیں رنگوں میں نہیں، میں رنگوں میں نہیں، میں نے انہیں کہیے تھا، اب میں کاغذات آیا اور آپ میناٹیوں سے ملاتو رنگوں، دیکر آیا تو میں نے انہیں میں نے کہا کہ میں صاحب کشمکش نہیں، صاحب الیہم نہیں ہوں، میں ایلے بہت ہی اعلیٰ کا کارخانہ ہوں، خدا انہیں سے حق بات کہو اے میں نے ان سے کہا اور ملکہ جی لوگ تھے، ان میں نہ تھے، اشتہال نہ تھے، ہم سے بڑی بہت نہ تھے، میں نے

دیکھا کہ ان میں یہ رد ٹک سے میں نے کہا کہ اگر تم تبلیغ میں نہ لکھے، وہ خدا میں نہ لکھے، اگر تم نے اپنے ماں میں سے خدا کا قصہ نہ دیا، ملت کے مسائل ملت کے مفاد کے لئے پیر نہ دیا تو یاد ہو تمہاری، وہ کانوں پر ہل پڑے گی اور تمہارے دل سب کر لئے جائیں گے اور تمہارا تھوڑا اندر، لگا دیا جائے گا اگر دین کے قصے پورے نہیں کئے تو خدا تم پر عذاب مسلط کرے گا آپ یقین مانتے ہیں جسے تمہارا کر کہتے ہوں، میں باطل بھول گیا جو کچھ وہاں سہہ کر آیا تھا، اب آیا وہ زمانہ کہ قومی حکومت قائم ہوئی، وہاں سے خط آتے تھے وہ خط نیا تھے، وہ خط وہ آسو ہوتے تھے ان خطوں میں لکھا ہوا تھا کہ مولانا آپ نے جو باتیں اور شام فرمائی تھیں ان کو سن کر ان کو بار بار پڑھا کہ ہر ماہ کے مسلمان روتے ہیں جب میں وہاں جاتا تو جب اعلان ہوتا کہ مولانا ابوالحسن علی بن قریب قلاں اسریت میں ہوگی تو شیعہ بیع ہو جاتا، میری تقریریں چند اصحاب نے نقل کر کے بھیج دی ہیں اس کی چند سطر یہ پڑ کر مجھے خود تعجب ہوا کہ میں نے کس حال میں یہ باتیں کہہ دی ہیں۔

میرے دوستوں! آپ کی بد شکوئی نہیں کرنا، آپ کو اللہ حفاظت میں رکھے آپ کے مال کی حفاظت فرمائے آپ کو امن و امان میں رکھے لیکن یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے یہ طریقہ بڑا خطرناک طریقہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ

لِمَا يَحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ مِثْلَ الْمَوْتِ وَقَلْبُهُ

وَأَنَّهُ إِلَهُ تَحْشَرُونَ ○ وَاتَّقُوا فَتْنَةً لَا تُصِيبُ الَّذِينَ الَّذِينَ

ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ○

اے ایمان لانے والو! قول کرو اللہ کی دعوت کو اور اس کی پکار کو جب وہ بلائے اس چیز کے لئے جو تم کو زندہ کر دے۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے لیکن نہ ایسی حالت آیا ہے۔

جاننا ہوں ثواب طاعت و زجر پر طبیعت اور نہیں آتی اور کبھی آتی بھی ہے تو وہ خود نہیں، اور بچ نہیں ہوتا۔

شان رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا

میں صاف کہتا ہوں، بھنگل کے مسلمانوں کو اللہ نے بہت کچھ دیا ہے، وہ مت کی فکر کریں، ملت کی حفاظت کریں، یہ نگریاں یہ لیے یہ نواک یہ ملت نہیں ہے، سارے مسلمان ہندوستان کی فکر کریں اور جو مسلمانوں کے مسائل ہیں ان کو حل کرنے کی کوشش کریں، ان میں حسد لیں، اس کو مضبوط کریں، اس کو پھیلائیں اور اپنے غیر مسلم دوستوں کو تعارف کرائیں، اسلام کا پیغام پہنچائیں، اپنی زندگی سے ان کے دلوں کو جیتنے کی کوشش کریں اپنے اخلاق سے ان کے دل و دماغ پر اچھا اثر ڈالیں، ان کو اپنے سے مانوس کریں، غفرت اور عفو سے ان کے دل سے دور کریں، اگر یہ سب آپ لوگ کریں گے تو محفوظ رہیں گے ورنہ ایک بھنگل کے مسلمان کیا ایک دکن کے مسلمان کیا، پاکستان میسور کے مسلمان کیا، سارے ہندوستان کے مسلمانوں کا مسئلہ ہے ایشیا کے مسلمانوں کا مسئلہ ہے، مشرق وسطیٰ میں جو اتنا بڑا زلزلہ آیا یہ کس بات کا نتیجہ تھا، سرمایہ دار اور سرمایہ پرست بادشاہ جن کو خدا نے سب کچھ دیا تھا وہ نفس پرست تھے، وہ دنیا نہیں جانتے تھے، جفاشی بھول چکے تھے، سادہ زندگی کے خواب بھی نہیں دیکھ سکتے تھے (AIR CONDITION) ایر کنڈیشن میسا رہنا (TELEVISION) ٹیلی ویژن سے ہر وقت راز و نیاز یہ ان کی زندگی کا طور طریقہ، پچیس لاکھ یہودیوں نے جو مٹی بھر تھے، سارے عربوں کو یعنی دس کروڑ عربوں کو ذلیل کر کے رکھ دیا اور ساری دنیا کے مسلمانوں کو ذلیل کر دیا، یہی نمارت کی محبت کا نتیجہ ہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک زمانہ آئے گا تم پر وہ من مسلط کر دیا جائے گا، کمزوری مسلط کر دی جائے گی، جھاپہ کرنا

نے پوچھا یا رسول اللہ وہ بن کس کو کہتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زندگی سے محبت اور موت سے نفرت۔ دوستو! یہی تو اب ہو رہا ہے، یہی تو ہے آج کے مسلمانوں کا مرض یا د رکھئے کہ کسی قوم میں خالی بڑے بڑے تاجروں، لکھ پٹیوں اور کروڑ پتیوں کا ہونا بالکل کافی نہیں ہوگا، اور تم جانتے ہو کہ جب اس قوم پر کوئی خطرہ کوئی مصیبت آتی ہے تو یہی ملوث اس کا نشانہ بنتا ہے تاکہ تاک کرو وہ نشانہ بنا دیا جاتا ہے۔

خدا کی نصرت کا استحقاق پیدا کریں

اللہ تعالیٰ آپ کو محفوظ رکھے، قیامت تک محفوظ رکھے، دل سے کہتا ہوں، خدا انہو است کوئی برا وقت آیا تو آپ کا یہ سرمایہ دھن دولت کام نہ آئے گی۔ یہ پنجاب میں کام نہیں آیا، جیل پور اور جمشید پور میں کام نہیں آیا، زرگیلا کے فساد کے کچھ دن بعد میں نے جا کر دیکھا وہاں مسلمانوں میں بڑے بڑے ٹھکیدار تھے، جن کے لاکھ لرو پے کے ٹھیکے تھے، معلوم ہوا کہ فساد یوں نے ان کے رویوں پر ہاتھ صاف کیا، سب سے پہلے ان کی جلی ہوئی موٹریں میں نے دیکھیں، ان کے بنگلوں کے سامنے ان کی جلی ہوئی کولھیاں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھیں جھونپڑیوں میں رہنے والے یہ غریب توجہ جانیں گے، ان کو مار کر کے کوئی کیا لے گا، کسی کا کیا بھرے گا، مجھے ڈر ہے آپ لوگوں کا، اگر ملت مضبوط نہیں ہے، اگر ملت کے مسائل حل نہیں ہوتے، ملت کے ادارے ٹھیک سے نہیں چلتے، آپ نے مسلمانوں کو اپنے سینے سے نہیں لگایا اگر آپ نے مسلمانوں کو ہمدرد نہیں بنایا تو وہ آپ کے کس طرح شریک ہو سکتے اور آپ کے ساتھ ہمدردی کیسے کر سکتے ہیں، آپ نے ان کے دلوں کو نہیں جیتا تو وہ آپ سے کیسے محبت کرتے دیکھیے آپ کی حفاظت کرنے والی پولیس نہیں ہے، آپ کی حفاظت کرنے والے ہوم گارڈ نہیں ہیں، آپ کی حفاظت کرنے والی فوج نہیں ہے، ان تینوں نے مل کر درافچی کے مسلمانوں کو قتل کیا، اور

انہوں نے ہی وہاں فساد نہ دیا، اور کیا آپ کی حفاظت کرنے والا آپ کا خدا ہے، آپ کی حفاظت کرتے والا آپ کے اعمال ہیں، آپ کی حفاظت کرنے والا آپ کا جہنم یا جہنم ہے، آپ کی حفاظت کرنے والی وہ دولت ہے حاصل کنائی تھی جو آپ پھیلا دیں اپنا فدائی بنائیں اپنے اندر خدا کی نصرت کا استحقاق پیدا کر لیں تو آپ کی حفاظت ہوئی۔

زخمی دلوں پر مرہم رکھیے!

میرے دوستو! میں آپ کا مہمان ہوں مجھے اتنی تیز تقریر نہیں کرنی چاہیے مگر میں کیا کروں، میں تو آپ کے بہمدی اور محبت میں یہ باتیں کہہ رہا ہوں، اس بات کو میں آپ سے بہمدی بھگتا ہوں، آپ اپنی حفاظت کا سامان کیجئے، آپ کی دکانیں، فرمیں، یہ بینک کے حسابات یہ سب سے زیادہ کمزور چیزیں ہیں، دنیا پہلے تو انہیں چیزوں پر آنا چاہتی ہے، سب سے پہلے زکوٰۃ ڈالنے، پھر سوچنے، خیرات کیجئے، لوگوں کے ساتھ بہمدی کیجئے، ملاگوں کے دشمنوں پر مرہم رکھیے تاکہ ان کی دعائیں آپ کے شریک حال رہیں، کسی نے صفحہ نور الدین زکریا سے کہا آپ تو اپنی دولت اتنی زیادہ غریبوں پر خرچ کرتے ہیں، جب زانی ہوگی تو یہ چیز کس کام آئے گی؟ سلطان نے کہا: بھائی! کام تو انہیں لوگوں کی دعاؤں سے ہوگا، پھر مجھے تو انہیں کی دعاؤں کا آسرا ہے، ان کی دعاؤں سے دشمنوں کے کھینچے چھٹنی ہو جائیں گے، چنانچہ ایہی ہونا ان لوگوں کی دعاؤں سے نور الدین کو فتح نصیب ہوئی، میں آپ سے سچ کہتا ہوں میں چاہاؤں گا یہاں سے اور خدا کے فضل سے کسی اور سے، مجھے چند ایسے نہیں آیا ہوں اور یہ بھی کہہ رہا ہوں کہ زکاء اللہ آئندہ بھی اس کے لئے نہیں آؤں گا اس مسئلہ کے لئے مسلمانوں کے لئے اور اپنے لئے آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ خدا اپنے آپ کو پہچانے!

مجھے اپنے من میں، دہک رہا ہوں کہ پھر اس زندہ گی تو اُس نے ان بنائے، انہی تو ہیں

حکمران ہے اک وہی باقی بتان آوری

اپنے مسافر کو محل کر دے، اپنے اوروں کو چلاؤ، اپنے اوقات کو اللہ کی راہ میں نکال دے اپنی جان کا اپنے کو مالک نہ سمجھو، خدا کو وہ کب سمجھو، خدا کے دین کا خدا سب میں مہربان رکھو، خدا کی راہ میں اٹھو، خدا کی راہ میں خرچ کرو، اور خدا کی رد میں تکلیف اٹھاؤ، اللہ پھونکے پہلو کے اور تہا ہر اطاق بھی انشاء اللہ محفوظ رہے گا۔ یہ میں اس لئے نہیں کہتا کہ مجھے کوئی کمیشن ملے گا کوئی کمیشن میرے اور میری صاحب کے درمیان و جامداتوں کے درمیان۔ ملے نہیں ہو اس لئے کہتا ہوں کہ میں بھی بچ رہا ہوں۔ ہے، میں نے قرآن شریف پڑھا ہے، سارا قرآن شریف اس سے پھر اسوا ہے، حفاظت صرف خدا کی حفاظت ہے، اور اس سے بڑھ کر قرآن شریف کہتا ہے کہ افعیٰ اعلیٰ۔ سے حفاظت ہوتی ہے۔ "ان ننعصر و اللہ یعصرکم و یت اللہ امکم" اگر تم خدا کی مدد کرتے ہو تو خدا تمہاری مدد کرے گا، خدا ہی تمہارا بچہ بن، انشورش ہے ان انشورش کہیں کی کیا حقیقت ہے کہ ان پر انشورش کریم، خدا کے یہاں اپنی فرسوں کا اپنی جانوں کا اپنی اولاد کا اپنے مال کا اپنی عزت کا انشورش جانا، اپنے اور خدا کے یہاں مال کا انشورش کیسے ہوتا ہے، اپنے مال کو قیمتی بنا رکھنے تاکہ کوئی ہاتھ نہ ڈال سکے، اپنی جان کو قیمتی بنا رکھنے، در قیمت کیسے پیدا ہوتی ہے، خدا کے دین کی نسبت سے پیدا ہوتی ہے، خدا سے تعلق پیدا کر لینا، جو ہاتھ بھی آپ کے خلاف ہر گے گا، حادثہ کر رہا ہو جائے گا، آپ دیکھئے باو شاہ کی کسی چیز پر کوئی ہاتھ نہ لگائے تو اس کا انجام کیا ہوتا ہے، یہ سانچہ سترہ، پے کا سپاہی، وہ پولیس جو کہتا ہے اس دذرا تیرہ کر کے دیکھئے کیا ہوگا، سرکار مشتعل ہو جائے گی آپ نے لئے اس کا چھپا چھڑانا مثل ہوجائے گا۔ یہ ڈاکے یہ پوست من جو آتا ہے اس کی تنخواہ بھی کیا ہے، آپ منہ سے ہر ایک ایسے دس پانچ ملازم رکھ سکتے ہیں اپنی دوکان میں،

کا پیر اچھا رکھنے، اس کی تعمیل جمیں ایسے پیر دیکھئے کیا ہوگا۔ یہ آن ٹونٹس ویکوٹی ہے۔ آپ بھی آن ٹونٹس سروں میں بن جائیے، آپ بھی اللہ نے فرض میں لگے جائیے، اس کی خدمت میں لگ جائیے، امر کہہ دیں کی خدمت میں لگ جائیے، ایک زمانہ تھ کہ کسی دہار پر (آن پڑھتے سر اس) لکھا ہوتا تھا تو یہ عزیز و معزز و ناتھ، مس میں یہ تھ۔ (ON HIS MEJESTY'S SERVICE) لکھا ہوتا تھا تو یہ (HIS MEJESTYS) نوپ پڑے لیا ہے، خدا کے سالوں اس کا مستحق ہے۔

مرد کی زبانتہ اس ذات ہے بہت کوپ

خبر اس سب اب میں باقی بیان تو رہی

آپ شہنشاہ شہنشاہ اس مائیک فیکٹ کی خدمت میں لگ جائیں گے تو بلائیے آپ کی جان وں سب کا تھوڑا ہو جائے گا اور مرے چاہتے آواز اور ذات ہی بتے رہا اس کے سوا دوسرا کوئی راست نہیں، یہ راستہ مسلمانوں کو اس نے بتایا ہے جس کو مسلمانوں سے ہے صحبت تھی، برجی۔ یہ راہ و محبت تھی، یعنی رسول اللہ ﷺ کی محبت۔

جان و مال کی قربانی سے ملت کی حفاظت

اس راستہ دو نیچے والے مختصر ہے، مال کا ایثار اور جان کا ایثار، جان دینے کی ضرورت نہیں، اپنے اوقات کا بھی کر، خدا کے راستہ میں پھر وہ اپنے اصول کی زندگی سے اور، چھوٹکیلیں اٹھا، نتیجہ جفاشی کا راستہ اختیار کرو اور ملت کے جو مسائل ہیں بن مسائل کو حل کرنے میں باتھو، یہ معاملہ یہ کا تھانہ منسوب ہے، اس جہازوں نے وہ باقی جہازوں نے توں نے دیا، یہ جہازوں جہاز کا کیا احسان، اس وقت تک ایک آٹھ کو احسان ہو گیا ہے تھا، یہ جامعہ دین ہاں ہے، آپ ہمیں یا نہ رہیں یا معذور رہے گا آپ کے پچھلے دہائیوں کے وہ اس اسلام کے لئے نظام انسا رہا ہے، یہ تمام اسلام کا قلعہ میں

رہا ہے، وہ قلعہ آپ سب کی حفاظت کرے گا۔

زمانہ کی نبض کو پہچانیے

میرے دوستو! اور بھی یہ اپنی زندگی میں تبدیلی پیدا کرو، خدا کے حصہ کو سمجھنے والی خواہ دو حرام شے ہو، خواہ وہ حرام پیشِ غل ہوں ان سب کو چھوڑ دو، پھر اگر یہ بغاوت کی زندگی ختم کرو، غلامی اور فرماں برداری کی زندگی شروع کرو، انصاف پسندی پر عمل کرو، پورے پرے اسلام میں داخل ہو جاؤ، یہ کشمکش کی زندگی چھوڑ دو اور آپ مسلمان کی زندگی اختیار کر لو۔ یہ دنیا فانی ہے، یہ دنیا محدود ہے، ہزاروں لوگ لگے ہوئے ہیں اس دنیا کو، آخرت کو یاد رکھو، موت کو یاد کرو، قبر کو یک حقیقی منزل سمجھو، اپنے سفر کی پہلی منزل اور حقیقی منزل سمجھو اس کی تیاری کرو اور روزِ اند استغفار کی کثرت کرو یہ جو عذاب آ رہے ہیں، جو مصیبتیں مسلمانوں پر نازل ہو رہی ہیں، ان کا علاج یہ ہے کہ وہ استغفار کی کثرت کریں، انکار سے کام لیں، اپنے پیسے کو اپنی خوبشات کے پیچھے صرف نہ کریں بلکہ خدا اور رسول جیسے علمبرائے مطابق مسلمانوں کے اور ملت کے کاموں میں صرف کریں، ان کے دل کی دعائیں حاصل کریں، نمازوں کی پابندی کریں، قرآن شریف کو دیکھیں کہ اس میں کیا لکھا ہے کیا حکم ہے، اس کو اختیار کریں، دین کا ضروری علم حاصل کریں اللہ سے اور لگائیں اور جہاں تک ہو سکے پاکوڑی تقویٰ کی زندگی اور خدا ترنی اختیار کریں، اگر مسلمان تقویٰ کی زندگی اختیار کریں گے تو آسمان سے اللہ کی رحمتوں کی بارشیں ہوں گی، وہ بارشیں نہیں جو آپ کو پریشان کر دیں، یہ وقت ہے وقت کی بارشیں یہ سارے اعمال کی سزائیں ہیں، اس کا ایک ایک قطرہ ہمارے اعمال کی سزا ہے، دوستو! میں یہی جتنی بات آپ سے کہتا ہوں میں نے آپ کو قصے نہیں سنائے، قصے بہت سمجھ سکتا تھا، اشعار پڑھ سکتا تھا، آپ لوگوں کو خوش کر سکتا تھا لیکن میں نے قصہ ایسا نہیں

یہ یاد رکھیے کہ اگر ہندوستان میں تم کو مذمت کی زندگی گزارنا ہے ایمان کی زندگی گزارنا ہے اور اپنی نسلوں کو آئندہ ہندوستان میں مسلمان رکھنا ہے اور آزادی کے ساتھ خدا کا مہینا ہے اور اسلام کا کام کرنا ہے تو بشارت پر پڑے خدا صاف شریعہ کا روبرو روئے گئے کام کے لئے چار پینے! جان دو اس طرح تمہیں کو مذمت نہیں مل سکتی اس طرح خدا کی رحمت سے خدا تمہارے آپ سرور ہوں گے۔ یہودیوں کو جو مذمت حاصل ہے وہ دانا اور ذالیہ سے نہیں ملے ان لوگوں کی بہت اور ارادہ لی بلندی اور شجاعت سے ملی اور یہ وہی تھی جی ہوتی تو سر جو کوئی سدا نہ ہوتی چوتہ برادری نہ نہ تھے انوی تخت۔ ست بات من نہ تھے یہ قوم کیا اس ملک میں عزت پالیتی ہے! بالکل نہیں پالیتی۔ ان کی نمائندگی ہاتھوں سے عزت نہیں ملا کرتی۔ ایسی دینی بھگت میں منعقد کر دیئے سے اور بھگت چیمٹائے تو خدا روئے سے عزت نہیں ملتی۔ حرم و دولت کے تقاضوں کو سمجھو! مذمت تم سے کس بات کو چاہتے ہو ہندوستان کا مذمت کیا ہے اور ایسا اشارہ کر رہا ہے۔ زمانہ کس طرف اشارہ کر رہا ہے۔ زمانہ کی نہیں کو بچ کر وہاں انسانی ضرورت ہو وہاں اشارہ کر رہا ہے۔ جہاں وقت کی ضرورت ہے وہاں وقت کی قربانی کر رہا ہے جہاں جم جائے کی ضرورت ہے وہاں جم جاؤ! جہاں جس طرح بیٹے کی ضرورت ہے وہاں بھی مر رہا ہے۔ جو ذرا یہ نہیں کہ بیٹے کی جگہ پر نرم ہو گئے اور نرم ہونے کی جگہ پر نرم گئے لوہا بن گئے۔ امت کی جو قیادت وجود میں آئے تمہاری بات کو مانو تم اس کے ساتھ بغاوت کر رہا ہے۔ اچھے تہا رہا مقام ہندوستان میں محفوظ ہے۔

عزت کے ساتھ جیتنے کا راستہ کیا ہے

اے بھائی کے باشندے! تو اپنا قوم کے چشمہ چھائی تمہارے چڑک زبیر کے لئے لوگوں سے پس اسلام کا پیغام لے کر آئے دو تیس دناتوں میں ایک زبان کی حیثیت رکھتے تھے کوئی ان کا ساز و سامان نہیں تھا کوئی ان کا ساتھ دینے والا نہیں تھا اور ان کا کوئی

پیامِ راہ

دوسری بات چنانچہ اس کے موقع پر اساتذہ اعلیٰ و اہل فہم و علم میں بہت واسطہ سے گفتگو
نے حضرت مولانا قدس راہ گاہ سے بھی خطاب کیا۔ یہ سہ ماہی کے سلسلہ دہلی اور اس کے تعلق
رکھنے والے افراد کے لئے پیامِ اہلِ مشیت و اہلِ حق ہے۔

علم کا بھی ایک قانون ہے

محمد و مصلیٰ علیٰ رسولہ الکریم، اما بعد!

صحیح راہ کی ضرورت

میرے عزیز اور بھائیو! آپ کو شاید معلوم ہو یا نہ معلوم ہو جو نوٹ تبصرہ پڑھتے ہیں
اور ان کی تفسیر کی کتاب شروع ہو چکی ہے یہ کلمتِ کسب و ہنر اور اس کا ترجمہ تفسیر انہوں
نے پڑھی ہے وہ جانتے ہیں کہ جاہلیت میں جو لوگ حج کو لٹکتے تھے ان کا ایک طرف ہر
ضابطہ بن کر چل رہا تھا۔ وہ خود ساختہ تقاضا حیرت میں نہیں تھا لیکن انہوں نے اپنی طرف سے
اپنے اپنے ایک پابندی نہ کر لی تھی کہ جب تک کعبہ حج سے فارغ نہ ہوں حج کے ارکان
میں اشتغال میں اور اس دورانِ سفر میں جو عمرات نے کی کوئی بات کہنے کی تو کعبہ کے
دوران سے نہ آئیں کہ ابھی تو اللہ کے گھر سے دور نہیں آئے تو اپنے گھر میں قاعدے
نہ لیں۔ انہیں ان کو تو چاہتوں پر نہ یاد و ارادہ کی طرف سے من ظہور دھا پشت سے
وہ گھر میں تو آ رہے تھے اور اس کو وہ بڑی سلی کا کام سمجھتے تھے کہ اس میں بیت اللہ کا ادب
و احترام ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **يَسِّرْ لِّسِرِّ** ان تساموا البيوت من
ظہور دھا! یہ کوئی سلی کا کام نہیں ہے کہ تم حرموں میں پشت کی طرف سے آؤ۔ بلکہ
اس میں انتہی و انوار البيوت میں اسو بیجا، گھر میں گھر ہوں گے دروازوں سے آؤ،
یہی قاعدہ ہے اور یہی حق سمجھو اور باقی سیم ہی بات ہے اور قانون قدرت ہے کہ جس چیز

کا جو مدخل ہے اس سے آدمی آئے قرآن مجید تو پوری زندگی کی کتاب اور پوری زندگی کے لئے کتاب ہدایت ہے ہر طبقہ کے لئے ہر مشغلہ ہر میدان اور ہر مرحلہ کے لئے وہ ایک دستور العمل اور ایک ہدایت نامہ کا کام دیتا ہے قرآن کے یہ دو لفظ بڑے اہم ہیں "وَأَتُوا الْبَيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا" یہ پوری زندگی پر حاوی ہے اس میں پوری زندگی کی حکمت بتادی گئی یہ صرف گھر کا معاملہ نہیں ہر چیز کا معاملہ یہی ہے کہ جو اس کا دروازہ ہے اس دروازہ سے آنا چاہئے اگر کوئی شخص پیشہ سیکھنا چاہے کوئی صنعت سیکھنا چاہے لیکن صنعت کے استاذوں سے نہ سیکھے اور صنعت کے آداب کا خیال نہ کرے اور صنعت کے اوزار مہیا نہ کرے اور تدریج کے ساتھ (STEP BY STEP) درجہ بدرجہ مرحلہ وار اس کو نہ سیکھے اور یہاں تک کہ ان کی وردی استعمال نہ کرے، لوہاروں کی ایک وردی ہے اور ستا کوئی کی ایک وردی ہے سپاہیوں کی ایک وردی ہے اور ڈاکٹروں کی ایک وردی ہے تو وہ وردی تک بعض اوقات ضروری ہوتی ہے ورنہ وہ اپنے پیشہ میں کامیاب نہیں ہوگا اس کو پیشہ نہیں آئے گا فن نہیں آئے گا تو جب یہ معمولی چیزوں کا حال ہے اگر کوئی کہتا ہے کہ فضول باتیں ہیں ہمیں لوہاری کا فن سیکھنا ہے یا ہمیں فوج میں بھرتی ہونا ہے لیکن وردی کا جھگڑا ہم مول نہیں لیتے یہ پتہ وہ نہ پتہ اور صاحب لیفت رائٹ LEFT RIGHT فضول بات ہے ہم اپنی ذہانت سے کام لیں گے ہم دوسرا طرز ایجا د کریں گے وہ یوں ہی رو جائیگا اچھا سپاہی بن نہیں سکتا ایسے ہی لوہار نہیں بن سکتا، بنجار (کاروبار) نہیں بن سکتا اس کے لئے بھی "وَأَتُوا الْبَيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا" ضرورت ہے جو اس کا دروازہ ہے اور ہر ہی سے آئے۔ یہ "وَأَتُوا الْبَيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا" زندگی دین و دنیا سب پر حاوی ہے کہ اللہ نے اور فطرت انسانی نے فطرتِ سلیم نے سالوں سال کے تجربہ سے جو اصول مقرر کئے ہیں اور جو اس کے مدخل اور مخارج ہیں اگر کوئی شخص اس کا پابند نہ ہو ان کا کوئی احترام نہ کرے وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا۔ ایک شخص کہے کہ حروفِ چینی کا جھگڑا عجیب ہے، آداب، کتابت، کون جھگڑا مول لے کہ پہلے الف بات پڑھے، ہم براہِ راست پڑھنا شروع کر دیتے ہیں تو وہ کتنا ہی ذہین ہو کبھی اس کو پڑھنا نہیں آئے گا جو آداب، نہیں پہچانتا یا (A.B.C.D) نہیں پہچانتا وہ کبھی ایک سینہ نہیں بول سکتا

آپ کی وقت بھی تجر بہ کر کے دیکھئے کہ آپ کے زمانے کا کوئی بقرہ استراخہ نہ ہو پڑھا نہ ہو نہ: دواغہ نہ ہو۔ آپ اس کو ایک کتاب دیجئے اردو کی دیجئے یا انگریزی کی دیجئے یا عربی کی دیجئے یا انیس کی سنز زبان کی۔ اسے دیجئے اور کہئے کہ رات بھر نہیں آپ کو ایک مہینہ کی سہولت دی جاتی ہے آپ کے پاس کوئی دوسرا آدمی نہیں جائے گا۔ یہ کتاب ہے اور آپ جس، ہم آپ کو کمرے میں بند کر دیتے ہیں تاکہ لکھ دیتے ہیں لکھنے پڑھنے کا سب سامان کمرہ کی سہولت ہے اور وہاں پہلے نہ موجود اور زندگی کی سب ضروریات ہیں ایک میوڈ نہیں چھینے آپ اس میں رہنے اور یہ منغل عمل کر دیجئے اس منغل کو آپ پڑھ دیجئے اور اس نے حرف آتی نہیں پڑھئے تو آپ یقین مانئے کہ جب وہ نکلے گا تو دیکھئے ہی پائیں ہوگا جیسے وہ نکلے ہوگا اس لئے کہ واسطو البوت من ابوہما، پر اس نے عمل نہیں کیا۔ عرف جیسا ہے۔ حقہ ہیں کیا حقیقت ہے، اب، ت، بچوں کو پڑھنا چاہتا ہے لیکن بڑے سراسر امام غزالی، امام رازی بھی حجاز تھے کہ پہلے عرف تھی پڑھیں پھر ادیب، علوم نہ رہیں اور تیسری تک پڑھیں، ادیب، علوم اور تیسری رازی تک پڑھیں، پھر تیسری تک پڑھیں، انہوں نے عرف تھی نہ پڑھئے ہوتے۔ یہی ہی بڑا علم کاہر علم کا ایک قانون ہے اس قانون پر چلنا ہوگا۔ یہ نام و خصلت تو مجرد علم ہے مجرد علم کا حال بھی یہی ہے کہ بہت سی چیزیں تو اس میں مشتمل ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہی دنیا الگ ہے ان کی دنیا الگ لیکن آپ دیکھیں گے تو زیادہ حصہ پڑھائی اور دینی تعلیم میں مشتمل ہے مشن اور ہر درجہ پڑھنا

استاد سے پڑھنا سمجھتے کرنا استاد کا مرتبہ کرنا۔

یورپ میں استاد و شاگرد

ہر ت۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یورپ وغیرہ میں استادوں کا کوئی احترام نہ رہا نہیں جاتا ہے۔ آپ یہاں کی یونیورسٹیوں اور کالجوں پر قیاس نہ کیجئے گا یہ نہ مشرق کے ہیں اور نہ مغرب کے اور نہ دنیا کے اور نہ دین کے یہ تو کچھ نہیں یہ تو خود وہیں منگی درخت ہیں میں یورپ گیا ہوں میں نے وہاں کی یونیورسٹیاں دیکھیں مجھے تو حیرت ہوئی کہ میں کیمبرج آکسفورڈ گیا ضرورت کے لئے جاتا ہوں آپ کو کہ وہاں معصوم ہوا کہ وہاں اب تک فیورٹ ہے۔ یہ ایک استاد کو اتالیق یا ایذا ہے آپ کسی آفس میں چلے جائیں

اور آپ داغدار نہیں لی۔ اور ایم اے میں تو آپ سے پوچھا جائے گا کہ آپ کس استاد کا انتخاب کرتے ہیں آپ کا مشیر کون ہوگا تو بتانا پڑتا ہے کہ فلاں استاد فلاں پروفیسر کی عمرانی میں اور اس کے مشورہ سے علم حاصل کرنا ہے، پھر اس پروفیسر سے باطل نہ رہا تعلق ہو جاتا ہے جیسے مرید و پیچ کا تعلق ہے معنی طالب علم اس کے مشورے سے کتابیں پڑھتا ہے کن میں پڑھ کر نوٹس (NOTES) اس کو دکھاتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ طالب علم کتاب کی صحیح اہمیت سمجھتا ہے اور اس کا جو اصل مغز لب لباب ہے اس کو لے رہا ہے پھر اس کے بعد مضمون اس کو تیار کرنا پڑتا ہے وہ بالکل اس سے ایسا وارث ہو جاتا ہے جیسے پہلے ہمارے مدرس میں تھا کہ استاد کے ساتھ چند طلباء ہوتے تھے کہ جو بالکل مربوط ہو جاتے تھے استاد سے۔

اور شعر، نکتہ کا یہ حال تھا کہ سن کے ہادیہ ہوتے تھے چنانچہ تاریخِ خواب میں آتا ہے کہ فلاں فلاں کا رواد یہ تھا جی ان کے کاشف کو اخذ کرنے والا یاد کر لینے والا شاعر والا اس کے ساتھ ساتھ شامل کر لیتے تھے کہ یہ میرا رواد یہ ہے میں نہیں قہید و سناؤں گا اس سے سن لو دے یہی ہمارے زمانہ تک طالب علم تقسیم ہو جاتے تھے استادوں میں۔ چوہ طالب علم ایک استاد کے ساتھ ٹک گئے ہیں خادمہ بھی ہیں وہ اس کی خدمت بھی کر رہے ہیں چائے بنائی ہو تو چائے بنائیں گے اس کے آرام کا خیال کریں گے بازار سے اس کی چیزیں لائیں گے اور ہمارے یہاں تو یہ بھی تھا کہ اس کا حساب کتاب بھی دے دیں گے وہ جو اس کے بعد ہو کچھ لکھوائے گا اس کو لکھیں گے وہ جو مواد نکلوائے گا اس کو نکالیں، ہم سب لوگوں نے ایسا ہی پڑھا تو معلوم ہوا کہ یہ سسٹم آج تک وہاں کی اعلیٰ درجہ کی یونیورسٹیوں میں رائج ہے اس کے بغیر وہ طالب علموں کو گویا قبول نہیں کرتے پہلے بتانا پڑتا ہے کہ شہارادہ کو کون ہے یعنی تمہارا خاص استاد کون ہے جس کے ساتھ تم وابستہ ہو گے اور اس کے مشوروں پر چلو گے۔ یہی ہمارے علم کا حال ہے۔

علم وین کا اختیار

کچھ چیزیں تو مشترک ہیں نہیں پھر اس کے بعد ایک سرحد ایسی آتی ہے ایک ایسی

کثیر تھی ہے جہاں سے ہماری سرحد اٹک ہو جاتی ہے وہ کیا شفا اللہ کی رضا کی طلب
ہو اخلاص ہو جانور خدا کے کہ اے اللہ ہم سے تو جو محنت ہوتی ہے ہم کریں نے اسل
تو دینے والا ہے عطا۔

عنبریت لہا مرثا علی کا شعر یاد رکھئے۔

شکوت الہی و کبیع سوء حفظی قاصصانی الہی ترک المعاصی

فان اللہ نور من الہی وسور اللہ لا یعطی لمعاصی

میں نے اپنے استاد و شیخ سے شکایت کی میرا حافظہ کمزور ہے انہوں نے کہا کہ
گناہوں سے اجتناب کرو بہت زیادہ کتابوں سے دور رہو اس لئے کہ علم جو اللہ کا نور ہے
اللہ کا نور فرمان کو نہیں دیا جاتا۔ یہاں سے ہماری سرحد اٹک ہو جاتی ہے وہ سینہ چائیں
اور کسی اخلاقی کمزوری یا کسی برہمروئی کے شکار ہو جائیں تو بھی فرق نہیں پڑتا بلکہ یہ
تو خیال ہے کہ فرق پڑتا ہے۔ لیکن یہ بات ایہ نہیں فرق پڑتا ہے جس کو فرستہ و بیزاری
سے پاس ہو جی میں کہ فرستہ و امیر کے فوری مل جانے کی انہیں فرق اس میں بھی
نہ پڑتا ہے۔ ان جیسے کہ میں فرق پڑتا نہیں ہمارے یہاں تو نیکو ہوا فرق ہے کہ وہ شخص
نورانی ہو یا ظاہر۔ اب آج کے اس دنیا میں بغیرات اور اس کے ساتھ بائیں و دائیں ہوتا ہے
اس کا دیکھنا لازم ہے آپ کو اس میں پڑائیں۔ تو معلوم ہو کہ اس وقت ایک اور
کامی ایک استاد کے ساتھ ملے ہیں جو یہ ہیں بالکل اس کا شی بنی اور بالکل اس کے
نور سے جذب کر کے جیسے شیخ ہو کہ وہ اپنی لیت ہے اس طرح بنی اور اس کے ہمراہ نیکو
اپنے شاگردوں میں۔

علم کے آداب

اتو عوامی ایہ بظاہر علم جو ہے جس علم کے حامل علم ہیں اس کے لئے یہ جاہل و کفر
یہ کیا ہے یہ علم خاص آداب رکھتا ہے۔ یہ پہلوانی کا علم نہیں ہے کہ آدمی سب کو ان
ہوتا ہے استاد بن گیا تو وہ ظاہر اپنی اپنی وقیاقوی باتیں کرتے ہو اللہ کے نہیں نہیں
وہ اسے حافظہ دینے محنت محنت ہماری اچھی ہے۔ پھر سب نے ان کے دھاریں کے نہیں
ایہ نہیں انہیں اس سے سزا ہے نہ۔ تو ایہ کامیاب ہو سکے ہیں کہ انہیں ان

کا ذکر کانچ گیا مجھے یاد ہے کہ لاہور میں ایک صاحب تھے انہوں نے غلط لائق اختیار کیا تھی اور کانچ میں پر مالتے تھے ان کی ذہانت اور عقولیت میں ان کی دسترس مسلم تھی یہاں تک کہ ذاکر اقبال بھی ان کو مانتے تھے لیکن جو فیض ان سے پہنچنا چاہتے تھا جو علوم و سنت کا اجرا ان سے ہونا چاہئے تھا وہ لوگوں میں پیدا نہیں ہوئی کہنے لگے کہ مولوی حسین احمد مدنی تو ہمارے ساتھ تھے تو ان کا شمار بھی طائب علموں میں تھا وہ کچھ وہاں نمایاں نہ تھے یہ بڑے نمایاں تھے ان سے کیا فیض پہنچاؤ ذہانت کے باوجود . . . ایسے ہی ایک صاحب کہنے لگے اے مولوی الیاس تو جب وہ کھو نظلیں پڑھتے تھے پڑھنے کے زمانے میں نظلیں پڑھتے تھے مولوی الیاس صاحب نے کیا کر دکھایا، دنیا کو ہلا کر رکھ دیا، یہاں تک کہ امریکہ اور افریقہ میں بھی ان کی دعوت مقبول ہوئی تو بھائی بڑے تجربے کی بات بتاتا ہوں تھوڑی صلاحیت سے وہ طریقہ اختیار کر کے "وَأَسْأَلُ الْبَيْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا" پر عمل کر کے آدمی وہاں پہنچ سکتا ہے جہاں دلچسپ جن کو اپنی ذہانت پر تاز ہے اور اپنے قوت مطالعہ اور محنت پر وہ نہیں پہنچ سکتے ان کے پڑھنے پڑھانے میں برکت نہیں ہوگی کہ لوگوں کو نفع پہنچے علم کے ساتھ سنتوں کا اجرا ہو، بدعات کا کوہ مصیبتوں سے نفرت پیدا ہو، طاعت میں رغبت پیدا ہو تو آئے یہ بات پیدا نہیں ہوئی یہ بات جب پیدا ہوگی کہ آدمی اس طریقہ پر عمل کرے جو استاد بتائے ایک صاحب تھے بہت بڑے عالم، شام کے عذا مہ بیطار کہنے لگے کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ہم لوگ اپنے استاد کے پاس نہیں جاسکے بڑی سخت سردی تھی سردی شام میں ہوتی ہے برف پڑتی ہے کہنے لگے ہم مجبور ہو گئے دوسرے وقت گئے تو کہنے لگے کہ کیوں نہیں آئے، ہم نے کہا سردی بہت تھی اوپر سے ایک گھبراہٹ اور ڈال دیا، کہنے لگے کہ یہ سردی ہے کہنے لگے کہ ہم لوگوں نے برداشت کیا اور کوئی شکایت نہیں کی اور پھر جانے گئے یہ وہ عالم بیطار بن گئے انہوں نے خود سنایا، ایسے ہی ایک صاحب نے ان کے ہم عصر میں سے سنایا تو یہ اس زمانہ کا طریقہ تھا کہ استاد خدمت بھی لیتے تھے اور پڑھاتے بھی تھے اور پھر استاد، استاد ہی نہیں ہوتا تھا ایک طرح کا جبر ہوتا تھا اس نے پاس رہنے کے نماز کیسے پڑھتا ہے کیا مشغول و مغموم ہے سنتوں

۸۰
 اہل حق میں ہے۔
 کافران تک اچھے انسان ہیں۔ مسجد آتے ہیں تو یہاں اللہ مقرر کیا ہے کتاب لکھتا ہے تو کون یہ قدر
 پہنچاتا ہے۔ میں نہیں جانتے تھے اس سے اور بڑے باغی نہیں۔
 قیظہ الکر جال کا دور

آج ویسے کوئی غیر معمولی شخص کوئی سطح سے بلند کوئی علامہ کوئی دو کاسرت نو پیر راہبی
 کوئی سنی نہیں پیدا ہو رہی ہے۔ اس وقت کوئی امام مرفی امام نووی شیخ الاسلام ابن
 عابد سلام حافظ ابن حجر مقدسی نہیں ہیں سکتے تو کوئی حدیث ابن حجر عسقلانی بن ہاشم بن
 جبریل سے دوسرے تیسرے پھر کا۔ اب بے شک نہیں ہیں وہ ہیں لوگ یہاں سے
 مصر تک اور اب تو مصر بھی خالی ہے۔ اس زمانہ میں اگر ہر بڑا لوگ پیدا کرتا تھا بڑے
 زحمت لوگ دانش اعظم لوگ پیدا کرتا تھا وہ بھی خزاں کا دور آگیا اور یہ سی اغراض اور
 سیاسی مقاصد نے اس کو بالکل بے اثر کر کے رکھ دیا ہے اور وہاں بھی لوگ پیدا نہیں ہو
 رہے ہیں وہ ہر ملک میں یا اس میں یا اس میں کیا جا رہا ہے۔ اب اس پایہ کے عالم پیدا نہیں ہو رہے
 ہیں اور ہر ملک میں یہ اس میں کیا جا رہا ہے کہ اب اس پایہ کے عالم پیدا نہیں ہو رہے ہیں
 تو اس سے لئے ضروری ہے درس کی پابندی مانتہ کا احترام مطالعہ کرن، مطالعہ دیکھنے بغیر
 نہ پڑھنا اور مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے تھے کہ ہر طبیب کا شمار یہ
 ہو گیا ہے نہ دیکھ کر پڑھنا نہ پڑھ کر دیکھنا۔ دیکھ کر پڑھنا یہ معاملہ کر کے پڑھیں گے اور پڑھ
 کر سنے اور اس میں دیکھیں بار بار پڑھیں بار بار پڑھیں دونوں چیزیں اہم ہوں گیں،
 پس چند باتیں ہیں مبالغہ نہیں ہے، اگر ان پر عمل کیا جائے تو آج بھی اللہ کا قانون یہی
 ہے جو تیکڑوں زمانوں میں پہلے تھا۔ اللہ تعالیٰ اب بھی ذہین لوگ پیدا ہو رہے ہیں، اللہ
 تعالیٰ جانے تو وہ رہے پہلے لوگ کیا تھے اور اس سے کیا بات ان کی ترقی لڑتی
 تھی، پھر وہاں بہت سی مہنتوں نہ کی گئی نہ پکڑائی گئی نہ فروغ سے نہ گوشت ملے، یہ
 سو بھی روٹی کھاتے انہوں نے اتنے بڑے کام کئے کہ قتل حیران رہ جاتی ہے، بعض بعض
 ایسے گذرے ہیں کہ کمرے ہوئے نان پانی کی دکان پر در روٹی تو بے پڑا ملے گی
 جو خوشبودی ہے اس سے حاکم حاصل کی اور اس پر پھر پڑھنے لگے، اس وہی بات ہے
 کہ "واضو الیوت من انوارہا"۔ یہ صبر میں وجہ صبر است، اہل جو، باب علم آیا ہے

یہ قواعد ضوابط پر بیان اترام کرنا انکسار کے ساتھ رہنا مطالعہ دیکھنا سنت کرنا اور جہاں انحراف ہے یہ کرنا یا تو چھوٹے ذائقے والے نہ روشن کردہ اپنے غلط کاغذیں اور واپسی سے ہاتھ نہیں دھوئیں تو میں شدید زہر ہے جس کی مشکل سے کوئی مسئلہ بنا کر کے کوئی کتاب پڑھا سکتے ہیں۔ طبیعی کام کر سکتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ میں یہ کافی ہے، ہم ہاتھ سے دیکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ خدا شہر و مملکت سے بچانے کے لئے اس میں مداخلت کرے، اپنے کام کا حد طبعی نظام کا۔ اپنے آپ کا احاطہ امور اور نصیب قرار دے۔ (آمین)

وَأَعُوذُ بِكَ يَا الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

نعمت اسلام کی قدر اور اس پر شکر

۱۹۸۵ء میں جب کہ پاکستان کی تعلیم پرینی اور کامیاب رہا، اس وقت (پہلا نامہ) میں سائنس، تعلیم، شہر، مجمع نے ایک نئے دور کا آغاز کیا اور اس کے ساتھ ہی شہر کے ہر شعبہ میں ایک نیا دور شروع ہوا۔

الحبيب لله وحده والصنوفة واللاج عني من الانبي

بسم الله الرحمن الرحيم

وَأَنفِثْ فِيكُمْ رَبُّكُمْ طِينًا لَّا يَذُوقُهَا إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ وَلَنَسْجُدَ لَكَ يَوْمَئِذٍ مُّغْتَضِبِينَ

اِنْ عَبْدِ اللَّهِ السُّعْدِيُّ ۝ اِسْرَافَ اَبْرَاهِيمَ ۝

میرے بھائی اور بھائیوں کے عزیز اور دوستوں میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے اپنی اس کوجہی اور اس آنکھ بھری معافی چاہتا ہوں کہ تارے پورے ہر لمحہ کے (جو زمین و آسمان پر منتظر ہو رہے ہیں) ایک جہاد میں ایک پاکستان کیلئے بھگدوش (مسمومانوں) کو سب سے پہلے کھان میں سر زمین پر بادشاہ اور میں آپ نے اپنی برکت کا ثبوت دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی کرماتی جھٹکا ہوں اور اللہ کے اس سوا کبھی اور کسی ظالم

تمام بتوں سے منع فرما دیا، ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہم ہمیشہ اسلام پر فخر کریں اور اسلام کے سوا کسی چیز کو ماننے اور شکر کی نظر سے نہ دیکھیں کہ کاش ہم کو بھی یہ چیز ملتی۔

یہاں ہی غرض کی فضا ہے کہ بعض قوموں کے منہ میں پانی بھرا آیا ہے، جیسے کسی کو اچھی لذیذ چیز کھاتے دیکھ کر کبھی منہ میں پانی بھرا آتا ہے، اسی طرح بعض قوموں کی گمراہیوں کو دیکھ کر اچھے اچھوں کے قدم اکڑ گئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ایک جلیل القدر پیغمبر (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کی صحبت و تربیت نصیب فرمائی تھی، ان کے قدم بھی نہ اکڑا گئے اور بت پرستی کے مظاہر دیکھ کر وہ سنبھل نہیں سکے اور انہوں نے تمنا کی کہ ہمیں بھی یہ چیز ملتی، سورۃ اعراف میں بنی اسرائیل کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَجُوزْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ السَّحْرَ فَاثْنَوْا عَلٰی قَوْمٍ يَّعْكُفُونَ
عَلٰی اَصْحَامٍ لَهُمْ قَالُوا يَمُوسٰى اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ
اِلٰهَةٌ ۚ قَالَ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا مَتَرٌ مَّا هَمَّ
فِيهِ وَنُفْلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

سورۃ: الاحزاب ۱۳۸، ۱۳۹

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتارا تو وہ ایسے لوگوں کے پاس جا پہنچے جو اپنے بتوں (کی عبادت) کے لئے میٹھے، چنے تھے (بنی اسرائیل) کہنے لگے کہ وہی علیہ السلام! جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لئے بھی ایک معبود بنادو موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہم بڑے ہی جاہل لوگ ہو یہ لوگ جس (شعل) میں (پھنسے ہوئے) ہیں وہ بر باد ہونے والا ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں سب بے سود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس قوم کی غرض کا واقعہ بیان کیا ہے، جس کے متعلق خود فرماتا ہے:

بَنِي إِسْرَءِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي اٰتَيْتُكُمْ عَلٰیكُمْ
وَ اٰنِي فَضَّلْتُكُمْ عَلٰی الْعٰلَمِينَ ۝ (سورۃ البقرۃ ۷۷)

اے یہ محبوب کی اولاد! میرے وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کئے تھے اور یہ کہ میں

فرماتا ہے کہ دہری کو مضبوط پکڑو متفرق نہ ہو جاؤ۔

تفرق کی بات تو یہی ہے کہ شیطان کسی کے سامنے قومیت، کسی کے سامنے مادیت، کسی کے سامنے دولت، کسی کے لئے علم اور مختلف قسم کی چیزیں لالچ کرکھڑا کر دیتا ہے اور ان میں اس کی کشش پیدا کر دیتا ہے کہ بعض وقت آدمی اس کے لئے دوسروں کی جانیں لیتا ہے، لوگ ایک دوسرے کے سر کاٹنے لگتے ہیں، ایک دوسرے کے گھر اجاڑنے لگتے ہیں، کمزور کمزور بچوں پر ہاتھ اٹھاتے ہیں، شریف بیبیوں اور بیواؤں پر ہاتھ اٹھاتے ہیں، یہ سب شیطان کے چتر ہیں، ہمیں تو پ کو اسلام پر فخر کرنا چاہئے اور اسلام کو سب سے بڑی دولت سمجھنا چاہئے، اسلام کی نسبت کو، اسلام کی چیزوں کو سب سے بڑھ کر سمجھنا چاہئے، حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک سیاہ جام آدمی کی جس میں کوئی وجاہت نہیں بڑے بڑے خاندانی لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ عزت ہوتی ہے، ان اکرمکم عند اللہ اتفاقاً کہ ”اللہ تعالیٰ نے فضیلت کی چیز تقویٰ بنایا ہے، فضیلت کی چیز مہارت بنائی ہے، فضیلت کی چیز علم بنایا ہے“ لا الضل للعربی علی عجمی ولا للعجمی علی عربی الا بالتقویٰ ”عرب کو عجم پر کسی عجی کو عرب پر، گورے کو کالے پر، کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں دی گئی، اگر فضیلت دی تو تقویٰ کی بنیاد پر، کون اللہ کا علم زیادہ رکھتا ہے، دین کا علم زیادہ رکھتا ہے، کون زیادہ نماز پڑھتا جانتا ہے، کون اسلام پر زیادہ شکر و فخر کرتا ہے، اور جس کو اللہ و رسول سے زیادہ محبت ہے، اسی کو فضیلت ہے۔ ایمان کی نسبت سب سے بڑی نسبت ہے، اس لئے فرمایا ”ان الشیطان لکم عدو فاتخلوہ عنہ“ ”نیکس آتا ہے“ اللہ یو کم ہو و لہبہ من حیث لا ترونہم“ شیطان اور اس کا لشکر تم کو دیکھتا ہے، اور تم اس کو نہیں دیکھتے۔

اور شیطان جن کے بھیج میں بھی ہے، اور انسان کے بھیج میں بھی آتا ہے، وہ دشمنوں کے بھیج میں بھی آتا ہے، اور دوستوں کے بھیج میں بھی آتا ہے، اس کو بہت سی زبانیں آتی ہیں، ہم سے آپ سے اچھی زبان بولتا ہے اور ہم سے اور آپ سے زیادہ اچھی زبان میں وہ سمجھاتا ہے، آپ سے سب دشمنوں سے ہوشیار رہئے، اسلام کی دہری

کو مضبوط پکڑے، اس پر فخر سمجھو اس سے زیادہ فخر کی کوئی بات نہیں ہے، اسلام پر زحہ رہے، اسلام پر مرجائے، اسلام سنبھلے، اس کے لئے سرسبز و کھلی درست ہے لیکن غیر اسلام کے لئے خون کا ایک قطرہ دہانا بھی ناجائز۔

عرب میں ۶۶۰ء - ۶۷۰ء میں ایک بڑا غوثان اللہ، بڑی آمدنی تھی ایک ایسا آدمی پیدا ہو گیا جس نے انھوں عربوں کو پگھل دیا، لیکن تھوڑے دن کے لئے اللہ رہ گیا، اس کا رسول رو گیا، قبلہ رہ گیا، اور مسجد نبوی رو گئی، اور قرآن شریف رو گیا اور وہ باوجود خستہ ہوا "ان الباطل کان زهوقاً" باطل کے پاؤں نہیں، صرف اللہ اور رسول قائم رہیں گے، آپ اسلام کے سوا کسی چیز پر فخر نہ کریں، اسلام کے خمر کے علاوہ کوئی چیز آپ کو اپنی طرف کھینچنے نہ پائے، اسلام کے رہنے کے سوا کسی کی طرف آپ رخ نہ کریں، یہی اسلام کا شکر ہے، یہی اسلام کا فخر ہے، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ایمانوں اور دلوں کی غلط فہمیت فرمائیں، ہمارے ایمان، ہمارے ساتھیوں کے ایمان اور ہمارے دلوں کی بھی اللہ غفلت فرمائیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

محبت اور سچی روحانیت کی فتح

حضرت مولانا قدس سرہ کی یہ تقریر جو اسلامک لٹریچریشن بینک، لندن کی طرف سے دی گئی ہے، متقابلہ، دماغی اور فکری چننا ہے، یہ تقریر محمد علی صاحب کی نئے محمدی تقریر کے جواب میں ۱۳۱۱ھ قمری کو نقل پیدہائی میں مسلمان کے اعزاز میں ان کے موقع پر کی گئی۔

الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید

الانبیاء والمرسلین . وعلی آلہ وصحبہ اجمعین .

ومن تبعہم یا حسان الی یوم الدین . اما بعد !

بڑا نکر بڑا مل صاحب اسلامک فاؤنڈیشن اور معزز حاضرین !

میں اس وقت بڑا متاثر اور مسرور ہوں کہ اتنے پیچھے ویرانہ و خستہ دوستوں اور

انشاہوں سے ایک جھٹل رہا ہوں، چاہئے تو یہ تھا کہ میں خود گھر گھر جاتا اور آپ سے ملتا لیکن ایک آدمی کے لئے جس کا قیام تھا، وہ اور شہر بہت بڑا ہو یہ ممکن نہیں ہوتا، میں صاحبِ اہلِ انبار محمد بنی صاحبِ کار بہت شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے یہ موقع عطا کیا کہ میں ایک وقت میں اپنے اسحق بن عزیٰز و معزز بن یزید سے مل سکوں۔

میں بالکل کھلم کھلا ہوں کہ اس وقت مجھے بظلم زبان نہ جاننے کا بہت اندازہ ہو رہا ہے، زبانیں سب خدا کی پیدا کردہ ہیں، اور خدا نے اپنا حسان رکھتے ہوئے کسی کمزوری (WEAKNESS) کسی عیب کے طور پر نہیں، بلکہ تعریف کے موقع پر اور اپنی نعمت کو یاد دلاتے ہوئے زبانوں کے تنوع (VARIETY) کا ذکر کیا ہے۔

ومن اشیء خلق السموت والارض اختلاف

الاستنکھ والنوافکھ ان فی ذلک لآیت للعالمین ○

سورۃ الطور ۲۲

اور اس کی نشانوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا ہے، اور تبارقِ نبویوں اور تمہارے قوموں کو مختلف کرنا ہے، اور اس میں سمجھنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔ یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے اور نہ کافری زبان تو مسلمانوں کی زبان ہے، اس میں ہم ادب کا بڑا اثرات ہے، یہ کوئی تعجب کی بات نہیں تھی کہ میں اس بے صغیر کے ایک باشندہ ہونے کے ساتھ بظلم زبان سے وقف ہوتا، لیکن یہ میری کمزوری ہے کہ میں آپ سے آپ کی عزتِ زبان میں اس وقت بات نہیں کر رہا ہوں، اگر اس کا کوئی مقبول طریقہ ہو سکتا تھا تو وہ یہ کہ میں عربی زبان میں بات کرتا اور آپ اس کو سمجھتے جو اسلام کی سرکاری زبان اور عام اسلام کی سب سے محبوب اور سب سے وسیع زبان ہے۔

حضراتِ ادب سے میں نے ایمان کی، علم کے کیا زور اولیائے عظام کی اس سرزمین پر قائم رکھا ہے، اس وقت سے میرا دل مسرت سے معمور ہے، میں تاریخ کا ایک طالب علم ہوں، میں سمجھتا ہوں کہ اس سرزمین پر مسلمانوں کی اتنی اثر آبادی کا وجود محض غلوں اور روحانیت کی فتح ہے، اگرچہ روحانیت اور سیاسی منافات ہے، مگر یہ غلوں نے

ہوتا، بچی خدا پرستی اور انسانیت دوتی نہ ہوتی (جو ہمارے بزرگوں میں تھی) تو یہ سرزمین اسلام کی نعمت سے بالامال اور اسلام سے عشق کرنے والی نہ ہوتی، آج ہمیں کسی ایک شخص کے دل کا جیتنا مشکل معلوم ہو رہا ہے، لیکن ہمارے بزرگوں نے کتنی آسانی کے ساتھ محض اپنے خلوص کی بدولت لاکھوں انسانوں کے دل میں گھر کر لیا اور ان کو اپنا عاشق و شیدائی بنالیا، یہاں مسلمانوں کی اکثریت کسی فوج کشی کا نتیجہ نہیں ہے، میں پوری ذمہ داری کے ساتھ آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں جہاں اسلامی فوجیں نہیں تھیں، وہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، مگر جہاں صدیوں مسلمانوں کی حکومت رہی وہاں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ کشمیر، حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کی محبت کا سیر و پتھر ہے، خدا کا ایک بندہ ایران سے آتا ہے اور سارا کشمیر اسلام کا کلمہ پڑھ لیتا ہے، اور اسلام سے وہں کو ایسا عشق ہو جاتا ہے کہ وہاں کے بڑے بڑے برہمن خاندانوں کے افراد اسلام کے عقد بگوش ہوئے، وہیں کے ایک برہمن زادہ (اقبال) کو ایک سید زکوة خطاب کرتے ہوئے یہ کہنے کا موقع ملا کہ ۔

توسید ہاشمی کی اولاد	میری کھف خاک برہمن زاد
ہے فلسفہ میرے آب و گل میں	جو ست ہے در شہائے دل میں
اقبال اگرچہ بے ہنر ہے	اس کے رگ رگ سے باخبر ہے
عالم کی عشا ہو جس سے اشراق	مومن کی اداں غنائے آفاق

اقبال کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی یہ محبت کس نے پیدا کی، جس نے ان کی زبان سے کہلویا ۔

وہ داتے سل ختم المرسل مولائے کل جس نے قہار راجہ کو بخشا فروغ وادی سینا
حدیث عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر وہی قرآن وہی فرقان وہی یس وہی طہ
یہ عشق رسول روحانیت نے پیدا کیا، خلوص نے پیدا کیا، بچی خدا پرستی اور بچی انسان

دوڑتی۔ نے پیدا کیا، جب خدا پرستی اور انسان دوستی کا منظم ہو جاتا ہے، جب یہ دور پاتا آ کر سر جاتے ہیں، ایک طرف انسان خدا پرست ہوتا ہے، دوسری طرف انسان دوست ہوتا ہے، پھر اس کی فطرت کو کوئی روک نہیں سکتا، پھر روشنی تاریکی کا یہ نہ جیرتی، دوئی چلی جاتی ہے، بھی خدا پرستی اور انسان دوستی دونوں اس طرح چلتے ہیں کہ ملک کے ملک ان کے قدموں پر گر جاتے ہیں، آج بھی دنیا کی شکاوت، مصائب کا صفاق، یہی خصوص ہے، انکی روحانیت اور مفاہات اور سیاسی افواض سے بالاتر ہو کر خدمت کرتا ہے۔

شرقی بنگال میں بھی درویش آئے، خدا پرست فقیر آئے، یہاں دو آئے، جو انسان کو سید سے لگے، تھے، اور انسانوں نے جو عسوی تقسیم کر رکھی تھی، آدمی کی ولادہ انہوں نے، جو جموں میں بانٹ دی تھا، ایک انسان تھے، دوسرے وہ بد قسمت تھے، جن سے جانوروں سے بدتر سلوک کیا جاتا تھا، وہ اسلام کا پیغام نے آ کر آئے، توحید پرانی اور وحدت انسانی کا پیغام لے کر آئے، رسول اللہ ﷺ نے عربوں کو مخاطب کر کے فرمایا، "ہذا ان زہدہ منہ سب سے بڑے نسل پرست اور زبان پرست تھے، جی کہ وہ ساری دنیا کو اپنے سامنے ٹوٹا اور بے زبان سمجھتے تھے اور اپنی عربی زبان کے سامنے کسی زبان کو زبان نہیں سمجھتے تھے، وہ اس کو منہ نہیں لگاتے تھے" ان ویکم واحد وان اباکم واحد، کلکم من ادم و ادم من نوب، لا فضل لعربی علی عجمی، ولا لعجمی علی عربی، لا دلیس علی اسیہ، ولا لاسود علی بیض، الا بالتقویٰ۔"

یا ایہا الناس لا خلقکم من ذکر وانثی وجعلکم

سعدون و قلیل لتعارفون ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ○

(سورۃ النجمہ ۱۳)

اُنودہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تمہاری قوم اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو نہ خست کرو اور خدا کے نزدیک تم میں زیاد و عزت نہ ہو، وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

محمد عربی باقی قریشی ﷺ نے فرمایا کہ انسانوں! اے لوگو! اے عربو! تمہارا خدا

تمہارا پیدا کرنے والا بھی ایک ہے، تمہارا باپ بھی ایک تھا، دو درشتوں سے تم ایک دوسرے کے بھائی ہو، یک خدا کے رشتہ سے خدا کا بندہ بنوئے کی حیثیت سے اور میرے باپ کے رشتہ سے کہ تمہارے باپ اسی ایک تھے تو حیدر بائی اور احمدت انسانی بنو، متون جس جن پر انسانیت کا حکم ہے، اُمران جس سے ایک ستون بھی تراویا جاسے تو تہذیب و تمدن کا یہ سارا انحصار زمین پر آ جائے گا۔

انہیں صوفیوں اور انہیں درویشوں کے ذریعہ یہاں اسلام آیا، جنہوں نے دماغ سے بات کرنے سے پہلے دل سے بات کی، انہوں نے مسد کی زبان سے بات نہیں کی، وہی کی زبان سے کی، مسد کی زبانیں پچاسوں ہو سکتی ہیں، لیکن دل کی زبان ایک ہے، روح کی زبان ایک ہے، اچائی کی زبان ایسا ہے، محبت کی زبان ایک ہے، محبت کی زبان ہر جگہ سچی جاتی ہے اور بعض مرتبہ ترجمان کی ضرورت بھی نہیں ہوتی، آنکھوں کی چشم، لبوں کی مسکراہٹ دل سے اہلقت و اجماعت کا فوارہ بڑے بڑے دشمنوں کو اور ہنگامی کے شیروں اور بیستوں کو اپنے گلے پڑھنے والا بنا دیتا ہے۔

میں بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے صرف ڈھاکہ کے نہیں بلکہ دیش کے دل و دماغ یہاں پر اٹھا کر دیئے، کہ میرے دل میں یہ بات آتی ہے کہ جس ملک میں استبداد و انشور موجود ہوں، اسلام سے فتنی محبت کرنے والے موجود ہوں، جو اپنے ایک پرانے بھائی کا نام سن کر اپنے تمام ضروری کام چھوڑ کر یہاں جمع ہو جائیں، ان ملک کا رشتہ اسلام سے ابھی ٹوٹ نہیں سکتا، کیمت (QUANTITY) اور کیفیت (QUALITY) دونوں حیثیتوں سے یہ مجمع بہت ممتاز ہے، یہ مجھے (ندائیں رحمت پر نظر کرتے ہوئے) یقین دلاتا ہے کہ جس اتنے مسلمان ہوں، وہاں اتنے دانشور (INTELLECTUALS) ہوں، جنہاں اتنے پڑھے لکھے اسکالرز (SCHOLARS) ہوں، ان ملک کا سوسائٹ سے علمی صہ پر تہذیبی طور پر، فکری طور پر، پرورشہ فوٹ نہیں سکتا، آپ نے مجھے بڑا تحفہ دیا ہے کہ ایک جگہ پر ایک وقت میں اتنے آدمیوں سے ملا دیا۔

حضرات! آپ مجھے معاف کریں اگر میری بات میں کوئی غلطی

درنا کو لے جاتا۔ "کر رہا ہوں" "بغل" در "مقولات" بھی اچھی چیز نہیں ہے لیکن "بغل" در
 "مقولات" اس سے بھی زیادہ سخت چیز ہے کہ یہ کھانے کا وقت تھا، میں آپ سے باتیں
 کر رہا ہوں، کھانا تو مجھے ہر جگہ مل جائے گا، لیکن میں آپ کو کہاں؟ ٹونڈھوں گا۔
 میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں، خوشامد میں نہیں کہتا کہ آپ کو اسلام سے محبت کرنے
 والی بھیسی مخلوق اور سرمایہ دہی تو ملتی ہے، بہت سے ملکوں کو نصیب نہیں، آپ کی
 قدر کرنے والے آپ کو بڑے بڑے سیاسی POLITICIANS مل جائیں گے
 DIPLOMATES مل جائیں گے، بڑے زمین اور GENIUS لوگ مل جائیں گے،
 لیکن چٹائی اور محبت آپ کو ہر جگہ نہیں ملے گی، آپ کی قوم میں یہ چٹائی اور محبت موجود ہے،
 اب آپ اس سے کام لیں، میں TORONTO گیا، وہاں لوگوں نے مجھے
 NIAGARA FALL دکھایا، وہ آبشار جو دنیا کے ساری عجائبات میں شمار ہوتی ہے کہ
 بڑی فٹ سے پانی ٹپکتا ہے، دنیا بھر کے سیاح اس کو دیکھنے جاتے ہیں، میں بھی
 گیا، اس نیا گرو آبشار سے بجلی نہ پیدا کی جائے، اس سے ELECTRICITY نہ لی
 جائے، اس سے دوا فرمی ENERGY نہ لی جائے، اور اس سے کمیتیاں نہ بنیں جائیں
 تو نیا گرو و خلیہ ضائع ہو کر کام آیا؟ آپ کو خدا نے ایک آبشار دی ہے، یہ ایمان کی
 آبشار ہے جو آپ کو اس قوم کی شکل میں حاصل ہے، یہ چٹائی کی، سائمن کی آبشار ہے، اس
 سے بجلی پیدا کریں، آپ جن مسائل کو سمجھ رہے ہیں کہ وہ ناقابل حل ہیں، وہ سب
 مسئلے چنگیزوں میں حل ہو سکتے ہیں، اگر چٹائی اور خصوص ہو، آپ کی قوم میں وہ جوہر موجود
 ہے، اس سے آپ جو کام لینا چاہیں وہ کام لے سکتے ہیں۔

لیکن یہ سیان لینڈروں کا کام نہیں ہے، یہ سچے دن والوں کا، خلوص والوں کا کام
 ہے، جو اپنے دل میں محبت رکھتے ہوں، جو اس قوم کو دیکھنا چاہتے ہوں، اس قوم سے
 لینا نہیں چاہتے ہوں جو اس قوم کی خدمت کرنا چاہتے ہوں، اور خدا سے اس کا ثواب
 چاہتے ہوں، وہ اس قوم سے اکسیر بنا سکتے ہیں، سونا بنا سکتے ہیں، یہ قوم تو سونا ہے، یہ قوم
 پہاڑ سا بلند و بڑی ہے، میں نہیں چاہتا کہ اسلام میں ایک نئی طاقت پیدا کر سکتی ہے، لیکن یہ

جب ہوگا جب ہم اس نوحہ کی قدر کریں جو اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس قوم کی شکل میں دی ہے، یہ "نیا کر دغا" ہے، آپ اس سے بچلی پیدا کریں، یہ پانی ضائع ہو رہا ہے، کتنے دنوں سے ضائع ہو رہا ہے، اس سے آپ بڑی بچلی پیدا کریں تو تب بچلی سارے برصغیر SUB-CONTINENT کو منور و روشن کر سکتی ہے، اور عالم عربی تک یہ روشنی جا سکتی ہے۔

آپ اپنی قوم کی قدر کریں اور جو GULF پرانے طبقہ کے درمیان اور نئی نسلیں YOUNG GENERATION کے درمیان، اور عوام اور یونیورسٹیوں کے درمیان کے درمیان پڑ گئی ہے اور زیادہ سے زیادہ گہری اور وسیع ہوتی جا رہی ہے، آپ اس خلیج کو پر کریں، دونوں طبقے ملے ملیں، قدیم علماء دینی مسائل میں آپ کی مدد کر سکتے ہیں، آپ کی رہنمائی کر سکتے ہیں، آپ کو قرآن کی تعلیمات سے آشنا کر سکتے ہیں، اور جدید تعلیم یافتہ اس کو نئے کریمہ زبان میں پھیلا سکتے ہیں، دونوں مل کر اس ملک کو طاقتور اور اسلام کا علمبردار بن سکیں، یہ عالم اسلام کا دوسرے نمبر کا بڑا نڈان ہے، اس کو اپنی ذمہ داری، اپنی طاقت اور اپنی قیمت محسوس کرنی چاہئے، اور بڑے بھائی کی طرح چھوٹے بھائیوں کو تعداد میں کم ہیں بلکہ دگرنی چاہئے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ میں بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے طاقت کے ایک نئے خزانہ سے واقف کرایا، آپ نے امید کی، ایک دنیا آباد کر دی، میرے دل پر جس پر بار بار عالم اسلام کے واقعات کود کچے کر، باجوسی کا حملہ ہو رہا ہے، لبنان کے واقعات کود کچے کر، عراق و ایران کی جنگ کود کچے کر اور عرب ملکوں کی دولت کا قلام بن جانے کی حالت کود کچے کر جو میرے دل پر چوت گئی رہی ہے، آپ نے اس میں تھوڑی سی کمی پیدا کی، ابھی اسلام کا ستارہ بلند ہے، اور کیا تعجب ہے کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ MODERN RENAISSANCE یہاں سے پیدا ہو اور میں صاف کہتا ہوں ایک ہندوستانی مصنف کی حیثیت سے (جیسے کہ میرا تعارف کرایا گیا) کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب طرح کی صلاحیتیں دی ہیں، الحمد للہ آپ میں کسی بات کی کمی نہیں ہے، صرف اس کی ضرورت ہے کہ اسلام کے رشتہ کو اور نسبت کو آپ ہر چیز پر ترجیح دیں کوئی چیز اس کے راستہ میں

روح نہ ہے، اصل تعلق خدا کا ہے، جہاں ہم سب کو بہت ہے، اور وہ سب کوئی چیز کا نہیں ہے۔
 آئے گی۔ اسے ایمان اور عقیدہ کے ذریعے عمل کے نام۔ سب انسانوں سے محبت کریں،
 سب زبانوں کے ساتھ محبت رکھیں۔ اپنی زبان کو ترقی دیں، اس سے زیادہ کریں، مگر نفرت
 کسی زبان سے نہ کریں، میں تو یہ کہتا ہوں کہ سب ایسے علم و دین چاہیں جو ہندوستان
 میں پھر زبان کی تعمیر دیں، زبانوں کے قصد سے اسلام کی ترویج ہو، نہیں،
 مسلمانوں نے سب زبانوں کو نبیھا اور ان میں کہاں پیدا کیا اور ان کو اسلامی لٹریچر سے
 ملا مال کر دیا۔ قمری یا قحی، جتنی پرستوں کی زبان تھی، اس کی شاعری کی تاریخ پر تھے،
 اس نے۔ ہدی کو پیدا کیا، خفہ کو پیدا کیا، چالاس ادین روٹی کو پیدا کیا، عربی اور پنجابی
 کو پیدا کیا، مولانا جانی اور قحی کو پیدا کیا اور ایسے کیسے عالم پیدا کئے مجھے یہاں آ کر جس
 سے۔ اس سے بڑی امید پیدا ہوئی وہ ملائکہ فاؤنڈیشن ہے، یہ ٹیم ایسا اردو ہے کہ
 ہو گا۔ INTELLECTUALS کے لئے، یونیورسٹیوں کے لئے، نئے نئے اسکولوں کے لئے جو انہوں
 سے۔ اسلامی کتابیں ان کی زبان میں پیش کر سکیں، اور اس کی زبان، اس کا مسائل
 پر پیرائے کی بنیاد ہے۔ IDEA، معیاری ہوئی، یہ امید کا ایک ستارہ ہے جس سے اس
 ملک میں روٹی پھیلنے کی امید ہوتی ہے وہ اس سے بہت سی توقعات وابستہ ہیں۔
 میں ان افکار پر اپنی بات قائم کرتا ہوں اور چھرا ملے گا، فائنڈیشن کا شکر یہ
 کہ اس نے اس کے لئے زبان اور تاریخی وقائع رقم کر لئے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین